

حیاتِ شیخ عبدالحق محدث دہلوی

خلیق احمد نظامی

ایم اے

استاذ شعبہ تاریخ اسلام یونیورسٹی علی گڑھ

بکھنبہ درکنان پبلیشرز

اردو بازار ۵ لاہور

منصور حیدر راجہ

حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی

خلیق احمد نظامی

ایم۔ اے

استاذ شعبہ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

رفیق اعزازی بچہ ندوۃ اہل صنفین

ناشر

مکتبہ رحمانیہ

۱۸۰ اردو بازار ۰ لاہور

پاکستان

نام کتاب

طابع

مطبع

طبع اول

ہدیہ

حیات شیخ عبدالحق

مقبول الرحمن

فالکن پریس لاہور

ایک ہزار

۳۹ روپے

ناشر

مکتبہ رحمانیہ

۱۸ اردو بازار لاہور

انتساب ۶

گرد خود گردم چو بینم در ہوائے کیستم
ذرہ ام اتانا بخورشیدم مقابل کردہ اند

ذاکر صاحب!

مشہور ہے کہ جب سہیل چمکتا ہے تو اس کی ضو سے بدرنگ
اور کم بہا اہم رنگین اور بیش قیمت ہو جاتا ہے، اسی طرح کیا عجب کہ
آپ کی نظرِ کیمیا اثر سے دیدہ دروں کی نگاہ میں میری اس متاعِ
کم ارز کی قدر و قیمت بھی بڑھ جائے۔ ۶

کہ گل بہ دستِ توا ز شلخِ تازہ تر ماند

خاکسار

نظامی

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
	باب اول		ملتان علوم اسلامی کے مرکزی	۱	انتساب
۵۱	شیخ محدث کا خاندان	۱۹	حیثیت سے	۲	پیش لفظ
	باب دوم	۲۱	عہد بلبنی کے علماء	۳	تعارف
۶۳	شیخ محدث کے والد ماجد	۲۳	عہد علانی کے علماء		مقدمہ
۶۵	شیخ امان اللہ پانی پتی		عہد خلجی کا نصاب تعلیم اور		ہندوستان میں علوم اسلامی
	شیخ سیف الدین شیخ امان	۲۵	مروجہ کتابیں	۱	کانشو و نماز شیخ محدث سے قبل
۶۶	کی خدمت میں	۲۷	عہد تغلق میں اسلامی علوم کی حالت	۵	عرب و ہند کے تعلقات کی ابتدا
	شیخ سیف الدین کا ذوق سخن	۲۸	عہد تغلق کے علماء	۶	سندھ میں اسلامی حکومت کا قیام
۶۷			لودیوں کے عہد میں علوم	۷	سندھ کے علماء و محدثین
۶۹	شیخ سیف الدین کا علمی مرتبہ	۳۰	اسلامی کی نوعیت	۸	عہد غزنوی میں علوم اسلامی کا نشو و نما
۷۰	علامت اور وفات	۳۲	علوم شراں	۱۰	لاہور کا علمی ماحول
	باب سوم	۳۸	علم حدیث		غوریوں کی فتوحات سے قبل
	شیخ محدث کی ولادت اور		دسویں صدی ہجری میں علم		اسلامی علوم کی حالت شمالی
۷۳	ابتدائی تعلیم و تربیت	۴۰	حدیث ہندوستان میں	۱۱	ہندوستان میں
۷۶	باپ کے آغوش میں	۴۳	فقہی علوم		سلطنت دہلی کا قیام اور
۷۹	ابتدائی تعلیم			۱۲	ہندوستان میں علوم دینی کا نشو و نما
	باب چہارم		حصہ اول	۱۵	وعظ و تذکیر
	شیخ محدث طالب علم کی حیثیت سے		سوانح	۱۷	تعلیمی درس گاہیں ابتدائی دور میں

۱۶۱	تفسیر	۸۷	حفظ کلام پاک
۱۶۲	بَاب دوم	۸۸	والشمندان ماوراءالنہر و تلمذ
۱۶۳	تجوید	۸۹	عبادت و ریاضت کی ابتدا
۱۶۴	بَاب سوم	۹۰	بَاب پنجم
۱۶۵	حدیث	۹۱	تکمیل علم کے بعد
۱۶۶	اشعة الملعات فی شرح مشکوٰۃ	۹۲	بَاب ششم
۱۶۷	لمعات لتفقیح فی شرح مشکوٰۃ	۹۳	شیخ محدث حجاز کی طرف
۱۶۸	المصانیع	۹۴	شیخ و جہاد الدین علوی گجراتی
۱۶۹	جمع الاحادیث الاربعین	۹۵	بَاب ہفتم
۱۷۰	فی ابواب علوم الدین و	۹۶	مولانا عبد الوہاب متقی کے
۱۷۱	ترجمۃ الاحادیث الاربعین فی	۱۰۲	قدموں میں
۱۷۲	نصیحة الملوک و السلاطین	۱۰۳	شیخ عبد الوہاب متقی
۱۷۳	جامع البرکات منتخب شرح	۱۰۴	شیخ عبد الوہاب متقی کے ارشاد
۱۷۴	مشکوٰۃ	۱۰۵	اور شیخ محدث پیران کا اثر
۱۷۵	رسالہ اقسام حدیث	۱۰۶	شیخ عبد الحق کی تعلیم و تربیت
۱۷۶	رسالہ شب براءت	۱۰۷	شیخ متقی کی نگرانی میں
۱۷۷	ما ثبت بالنسبة فی ایام السنہ	۱۰۸	بَاب ہشتم
۱۷۸	الاکمال فی اسماء الرجال اور	۱۱۲	مدینۃ الرسول میں
۱۷۹	اسماء الرجال والروایات	۱۱۳	قصیدہ
۱۸۰	المذکورین فی کتاب المشکوٰۃ	۱۱۴	بَاب نهم
۱۸۱	شرح سفر السعاده	۱۱۵	حجاز سے روانگی
۱۸۲			
	بَاب اول		
	تالیفات		
	حصہ دوم		
	بَاب دوم		
	بَاب یازدہم		
	شیخ محدث کے روحانی مرشد		
	والد ماجد سے بیعت		
	حضرت سید موسیٰ گیلانی		
	شیخ عبد الوہاب متقی کے اراد		
	حضرت خواجہ باقی باللہ کی		
	خدمت میں		
	سلسلہ قادریہ خصوصاً تعلق		
	بَاب دوازدہم		
	شیخ محدث اور شاہان وقت		
	بَاب سیزدہم		
	وصال		
	بَاب چہار دہم		
	شیخ محدث کا مکان، مدرسہ		
	اور کتب خانہ		

۱۹۲	بَاب دهم	۱۸۶	جواب بعض کلمات شیخ احمد سرہندی	۱۷۶	ترجمہ مکتوب النبی الابل فی تعزیه ولد معاذ بن جبل
۱۹۳	تاریخ	۱۸۷	رسالہ وجودیہ	۱۷۷	بَاب چہارم
۱۹۴	جذب القلوب الی دیار المحبوب	۱۸۸	بَاب ہفتم	۱۷۸	عقائد
۱۹۵	ذکر ملوک	۱۸۹	احلاق	۱۷۹	بَاب پنجم
۱۹۶	رسالہ نورانیہ سلطانیہ	۱۹۰	آداب الصالحین	۱۸۰	فتہ
۱۹۷	بَاب یازدہم	۱۹۱	آداب اللباس	۱۸۱	بَاب ششم
۱۹۸	سیر و تذکرہ	۱۹۲	آداب المطالقات و المناظرہ	۱۸۲	تصوف
۱۹۹	مدارج النبوة	۱۹۳	تسلية المصاب لنیل الاجر	۱۸۳	تنبيه العارف بما وقع فی
۲۰۰	اخبار الاخبار	۱۹۴	والتواب	۱۸۴	العوارف (عربی)
۲۰۱	احوال ائمہ اثنا عشر خلاصہ	۱۹۵	بَاب ہشتم	۱۸۵	تحصيل التعرف فی معرفۃ
۲۰۲	اولاد سید البشر	۱۹۶	اعمال و اوراد	۱۸۶	الفقہ و التصوف
۲۰۳	النوار الجلیۃ فی احوال مشائخ	۱۹۷	اجوبۃ اثنا عشر فی توجیہ	۱۸۷	شرح فتوح الغیب
۲۰۴	شاذلیہ	۱۹۸	الصلوة علی سید البشر	۱۸۸	ترجمہ غنیۃ الطالبین
۲۰۵	زبدۃ الآثار منتخب بحجۃ الاسراء	۱۹۹	ترغیب اہل السعادات علی	۱۸۹	انتخاب المشوی المولوی المعوی
۲۰۶	مطلع الانوار البہیۃ فی الحلیۃ النبویۃ	۲۰۰	تکثیر الصلوة علی سید الکائنات	۱۹۰	توسیل المرید الی المراد بیان
۲۰۷	بَاب دوازدهم	۲۰۱	رسالہ عقد انامل	۱۹۱	الاحزاب والاورداد
۲۰۸	علم نحو	۲۰۲	مطلب الاعلیٰ فی شرح	۱۹۲	مرج البحرین فی الجمع بین
۲۰۹	بَاب سیزدہم	۲۰۳	اسماء الحسنی	۱۹۳	الطریقین
۲۱۰	ذاتی حالات	۲۰۴	بَاب نهم	۱۹۴	نکات الحق و تحقیقہ من
۲۱۱	اجازت الحدیث فی التقدیم و التخریج	۲۰۵	فلسفہ اور منطق	۱۹۵	باب معرفۃ الطریقہ

تالیف قلب الالیف بذكر فہارس التوالیف زاد المتقین وصیت نامہ	۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰	باب اول حضرت مجدد الف ثانیؒ باب دوم حضرت شاہ ابواللہؒ باب سوم شیخ عبداللہ نیازیؒ باب چہارم نواب مرتضیٰ خاں شیخ فریدؒ باب پنجم عبدالرحیم خاں خاناں باب ششم فیضی باب ہفتم ملا عبدالقادر بدایونی باب ہشتم مرزا نظام الدین احمد بخش باب نهم میر سید طیب بلگرامیؒ باب دهم محمد غوثی شطاریؒ	۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱	باب چہار دهم خطبات باب پانزدہم مکاتیب کتاب المکاتیب صحیفۃ المودۃ باب شانزدہم اشعار اشعار جو تصانیف ہیں ملنے ہیں اشعار از صبح گلشن فہرست تصانیف شیخ محدث بترتیب حروف تہجی حصہ سوم شیخ محدثؒ اور ان کے معاصرین	۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰
---	--------------------------	--	---	---	--

فیضی کے خطوط	۲۹۱	باب چہارم	۲۶۶	مولانا نورالاسلام بن محمد سلام اللہ
شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے نام	۲۹۵	باب پنجم	۲۶۷	مولانا محمد سالم بن سلام اللہ
اکبر کے انتقال پر شیخ اکبر کے انکشاف	۲۹۳	فقہ و تصوف میں ارتباط		حصہ پنجم
محدث کا خط نواب سید فرید مرتضیٰ خاں کے نام	۲۹۸	باب ششم	۲۶۷	شیخ محدث کی علمی اور دینی خدمات
اہم سیاسی، ادبی اور مذہبی واقعات	۲۹۳	حقیقی تصوف کی حالت	۲۶۷	باب اول
بہ اعتبار سنین	۲۸۶	باب ہفتم		شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا ماحول
		عہد اکبری اور شیخ محدث	۲۶۷	مہدوی تحریک
		باب ہشتم	۲۶۷	علماء کی حالت
		شیخ محدث کا انداز تلاش و تحقیق	۲۶۷	صوفیائے خام
	۳۰۳	باب نهم	۲۶۷	دربار اکبری
		شیخ محدث کا طرز نگارش	۲۶۷	باب دوم
	۳۰۵	تعلیمات	۲۶۷	شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور ترویج علوم حدیث
	۳۰۶	شیخ علی متقی	۲۶۷	باب سوم
	۳۰۹	مکتوب شیخ عبدالحق	۲۶۷	علوم دینی کے احیاء کی جدوجہد
		بنام	۲۶۷	
	۳۱۲	حضرت مجدد الف ثانی	۲۶۷	

پیش لفظ

از افضل العلماء و جناب ڈاکٹر عبدالحق صاحب ایم آے ڈی فل

ممبر سلک سروس کمیشن مدراس

ہندوستان میں اسلامی عہد حکومت کی تاریخ کے بعض علمی اور ثقافتی پہلو ابھی تک تشنہ مضرب تحقیق ہیں۔ زمانے کے اقتضاء، ماحول کے رنگ اور وسائل کے فقدان کو دیکھ کر کبھی کبھی یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ نعمت شاید ہی پردہ لٹے ساز سے ہانہ نکلیں، اور اس زریں عہد کی تاریخ کی از سر نو تشکیل کا خواب شاید ہی شرمندہ تعبیر ہو سکے لیکن بعض خوش آئند واقعات اور غیر متوقع اسباب کی بدولت یہ اُمید بندھ جاتی ہے کہ وہ دن دور نہیں جب کہ ہمارے قابل فخر مورخین کا طبقہ شاید اس مشکل کام کا بیڑا اٹھائے اور اسے کامیابی سے انجام کو پہنچائے۔

قرون وسطیٰ کی تاریخ ہند کی از سر نو تشکیل و ترتیب میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے اور اس سلسلہ میں اس شعبہ کی مساعی نہایت ہی ہمت افزا ہیں۔ ایک زمانہ سے مجھے پروفیسر حبیب اور ان سکرفٹائے کار کی بعض مساعی کا اندازہ تھا۔ خوش قسمتی سے گزشتہ سال چند مہینوں کے لیے علی گڑھ میں قیام اور مسلم یونیورسٹی کی خدمت کا موقع ملا تو سب سے پہلے اپنی دیرینہ خواہش کی تکمیل ہوئی اور میں نے نزدیک سے شعبہ کے تاریخ و سیاسیات کے کارکنوں کو دیکھا اور ان کی مساعی کا ایک ادھورا سا اندازہ کر لیا اور مجھے اس امر کے اظہار میں دلی مسرت ہے کہ ان شعبوں کے ممتاز افراد کا

ذوقِ تحقیق قابلِ داد ہے اور جو کچھ کیا جا رہا ہے وہ ہمارے ملک و ملت کی تاریخ کے لیے باعثِ نازش سرمایہ ہے اور اس کی افادی حیثیت مسلم ہے۔

اس سلسلہ میں ہندوستان میں اسلامی علوم کے نشو و ارتقا کی تاریخ اور مشائخ و صوفیہ کی علمی اور ثقافتی خدمات کی ترتیب و تہذیب کی اہمیت ہرگز نظر انداز نہیں کی جاسکتی، کیونکہ اس کی بدولت نہ صرف تاریخ کے ان محفی زوایا پر روشنی پڑتی ہے جو ہمارے محققین اور معلمین کی نگاہوں سے ابھی تک پنہاں ہیں بلکہ ان سے سیرت سازی اور تعمیر کردار میں بڑی حد تک مدد و معاونت حاصل ہوتی ہے۔ اس قسم کی ثقافتی تاریخ میں بہت سے ایسے نشانِ راہ اور مینارِ یلینگے جن کی روشنی سے صرف اُن کے عہد کی تاریکیوں کا ازالہ ہی نہ ہوا بلکہ نئے والی نسلوں کے لیے وہ مشعلِ راہ کا کام دے رہے ہیں۔ اس عہد کی علمی تاریخ میں بہت سے ایسے علماء اور صلحاؤ کے کارنامے پیش نظر ہونگے جنہوں نے ناسازگار ماحول میں حق پسندی کا دامن اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ ان علماء اور مجددین میں شاہ عبدالحق صنا محدث دہلوی کا ایک ممتاز موقف ہے کیونکہ اس وقت جب کہ علماءِ سور کی وجہ سے دین میں رخنہ پڑ رہے تھے اور مذہب کی بنیادیں کھوکھلی کی جا رہی تھیں، شاہ صاحب کی ہمت اور خلوص کا نتیجہ تھا کہ ہندوستان میں علمِ حدیث کو فروغ حاصل ہوا۔ شاہ صاحب کی زندگی اور سیرت کے مطالعہ کے بغیر اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے کہ اُن کے دل میں علومِ حدیث اور ان کی ترویج و اشاعت کا کیسا جذبہ تھا۔ یہ واقعہ ہے کہ شاہ صاحب کے علمی انہماک درس و تدریس اور مجالسِ ارشاد و ہدایت کی کہانی نہایت ہی دلچسپ ہے اور اس کا صحیح اندازہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ اس عہد کے پس منظر کا حقیقی نقشہ پیش نظر ہو۔ اکبری دور کے ملحدانہ خیالات کی رد میں جاہ پرست علماء کے قدم ڈمگائے گئے تھے لیکن شاہ صاحب کے خاندانی ماحول اور تربیت اور سفرِ حرمین شریفین کی وجہ سے ان میں وہ ولعیتیں ابھر آئی تھیں جن کی بدولت ہندوستان میں علومِ حدیث کے احیاء اور ترویج و اشاعت کا سہرا اُن کے

سر رہا۔ اس بنا پر شاہ صاحب کی سیرت کی ترتیب و تدوین کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔
 بڑی مسرت کی بات ہے کہ اس اہم کام کو مسلم یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ کے ایک
 مہنہ کار کن اور قابل فخر نوجوان خلیق احمد صاحب نظامی نے نہایت ہی خوش اسلوبی
 سے انجام دیا ہے۔ خلیق صاحب کی گراں قدر خدمات کا اندازہ ان کی تصانیف سے
 ہو سکتا ہے، بالخصوص ”تاریخ مشائخ چشت“ اس سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے اور اس
 کے غائر مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں وہ ذوق نصیب ہے جس کا ذکر انہوں نے
 شیخ محدث کے طرز نگارش میں کیا ہے۔ تیج کا مقولہ حقیقت پر مبنی ہے۔

بے ذوق چہ نویس کہ رونق سخن در ذوق است
 وہی ذوق خدائے پاک انہیں کامل طور پر عطا فرمائے، اور ان کی تصنیف کو قبولیت
 کا شرف حاصل ہو۔

الشکرے زور قلم اور زیادہ !

عبدالحق

مدراں

تعارف

از جناب پروفیسر شیخ عبدالرشید صاحب صدر شعبہ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ
 ہندوستان کی سیاسی اور تمدنی تاریخ میں سولہویں اور سترہویں صدی عیسوی کو
 ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس زمانہ میں ایک طرف اگر پرانا سیاسی نظام منہدم ہوا
 تو دوسری طرف فکر و نظر کے پرانے سانچے بھی ٹوٹ گئے۔ نئی نئی علمی اور مذہبی تحریکیں منصفانہ
 شہود پر آنے لگیں۔ مسلمانوں کے لیے بعض تحریکیں ہمدردانہ تھیں بعض معاندانہ۔ بہر کیف
 جب متضاد نظریات آپس میں ٹکرائے تو عمل اور رد عمل کا ایک ایسا سلسلہ قائم ہو گیا جس
 نے فکر و عمل کی صد ہائی راہیں کھول دیں۔ مذہب کے نظریات بدلے، سماج کی بنیادیں
 بدلیں، سیاست کے اصول بدلے۔ اس ہمہ گیر تبدیلی کے دور میں اسلامی سماج، مذہب
 اور معاشرہ کو مختلف منزلوں سے گزرنا پڑا۔ مغلوں کے عروج سے مسلمانوں کے گرتے ہوئے
 سیاسی ستون کو سہارا مل گیا اور سیاسی استحکام کا نیا دور شروع ہوا۔ دوسری طرف مذہبی انتشار
 اور دینی گمراہیوں کو دور کرنے کے لیے متعدد مذہبی اور اصلاحی تحریکیں وجود میں آئیں۔ سید محمد ہادی
 جون پوری سے لے کر حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی تک دینی اصلاح و تربیت کے لیے پُر خلوص
 اور مسلسل جدوجہد جاری رہی۔ ان بزرگوں کی راہیں مختلف تھیں، بعض اوقات طریقہ کار
 بھی مختلف تھا، لیکن منزل مقصود ایک تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کی دینی فکر کو اس طرح
 بیدار کیا جائے جس سے اسلامی معاشرہ کو صحیح اصولوں پر منظم کرنے کا کام لیا جاسکے۔ اور
 جس کے سایہ میں اسلام ایک علیحدہ مستقل دینی ادارہ کی حیثیت سے قائم رہ سکے۔

اکبر نے اپنی غیر مسلم رعایا پر قابو پانے کے لیے جو طریقے اختیار کیے اُن سے علماء میں

کافی اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ ایک طبقہ اس کے طریقہ کار اور اعمال کی پرچوش تائید کرتا تھا، دوسرا طبقہ اس کی حرکات کو قطعی طور پر شریعت اسلامی کے منافی قرار دیتا تھا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اکبر کے ان غیر شرعی اعمال کا سختی سے مقابلہ کرتے ہوئے اس کے دربار کے بعض ممتاز امراء کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ اس طرح اس درباری جماعت میں بھی رخسہ پڑ گیا، جو اکبری طریقہ کار کو سراہا کرتی تھی بہر حال حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تحریک جس میں حکومت کے اعمال سے تعرض تھا ایسی نہ تھی جس میں اختلاف رائے نہ ہوتا، برخلاف اس کے حضرت شیخ عبدالحق دہلوی کی تحریک خالص مذہبی تحریک تھی جو ایسے اختلاف کی زد میں نہ آ سکی کیونکہ وہ تمام عالم کے مسلمانوں کے لیے جس میں حکمران اور غیر حکمران طبقے سب ہی داخل تھے، اسوۂ رسولؐ کو ایک عملی پروگرام کی حیثیت سے پیش کرتی تھی۔ اسی لیے ارباب حکومت سے کسی قسم کا تصادم نہ ہوا، لیکن اثرات بہت گہرے ہوئے اور ہندوستان میں اسلامی علوم کے احیاء کا ایک نیا دور شروع ہو گیا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی سب سے بڑی خدمت یہی تھی کہ انہوں نے مسلمانان ہند کے بکھرے ہوئے شیرازے کو درس حدیث کے ذریعے منظم کر دیا، اور ان میں دینی غم و فکر کی وہ صلاحیتیں ابھار دیں جنہوں نے مسلمانوں کے معاشرہ میں ایک نئی جان ڈال دی۔ علاوہ ازیں انہوں نے حدیث کی مستند کتابوں کو فارسی میں منتقل کر کے اور معارج النبوة کی ترتیب فرما کر ہندی مسلمانوں پر جو احسان کیلئے وہ اسلامی تاریخ کا طالب علم بھی فراموش نہیں کر سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ سترہویں صدی میں مسلمانوں کی مذہبی سیاست، علمی اور سماجی اصلاح و تربیت کا سہرا حضرت مجدد الف ثانیؒ اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ہی کے سر ہے۔ ان دونوں بزرگوں نے اپنے زمانے کی مذہبی بے راہ روی کو دور کیا اور علوم اسلامی کے احیاء کے لیے پر خلوص جدوجہد کی۔ حضرت مجدد صاحبؒ سے متعلق پچھلے دنوں میں کچھ کام گو کسی حد تک نامکمل ہی سہی ہو چکے ہیں لیکن شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے

حالات زندگی اب تک تشنہ تفسیر و تبصیر تھے۔ مجھے خوشی ہے کہ اس کمی کو ایک ایسے شخص نے پورا کیا ہے جس سے بہتر اس کام کو کوئی دوسرا انجام نہیں دے سکتا تھا۔

میرے نوجوان دوست اور شریک کار خلیق احمد صاحب نظامی نے قرون وسطیٰ کے ذہنی اور تمدنی حالات زندگی کا بڑی گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے۔ اس میں مستقل انماک نے اُن کی نظر میں بڑی گیرائی اور خیالات میں بڑی وسعت پیدا کر دی ہے۔ پیش نظر کتاب پانچ حصوں پر مشتمل ہے۔ شروع میں ایک مقدمہ ہے اور آخر میں تعلیقات، مقدمہ میں مصنف نے شیخ محدثؒ سے قبل ہندوستان میں علوم اسلامی کے نشوونما کا جائزہ لیا ہے۔ اور اسلامی ہند کے مختلف زمانوں میں علوم دینی کی حالت پر بحث کی ہے۔ اس مقدمہ کے مطالعہ سے ہندوستان کی علمی اور دینی تاریخ میں شیخ محدثؒ کا صحیح مقام متعین کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ حصہ اول میں جو سوانح سے متعلق ہے چودہ باب ہیں جن میں شیخ کی زندگی کا ایک ایک گوشہ اجاگر کیا گیا ہے۔ اُن کے خاندان کے حالات، ابتدائی تعلیم و تربیت، حجاز میں تعلیم، ہندوستان میں قیام درس گاہ وغیرہ پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ اور خود شیخ کی تصانیف اور معاصرین کے تذکروں سے اُن کے حالات زندگی بڑی محنت سے جمع کیے گئے ہیں۔ حصہ دوم تصانیف سے متعلق ہے اور سولہ ابواب پر مشتمل ہے۔ ان میں شیخ کی ایک ایک تصنیف پر بحث کی گئی ہے۔ قلمی نسخوں کا پتہ لگایا گیا ہے اور مطبوعہ نسخوں کی تفصیل دی گئی ہے۔ کتاب کے تیسرے حصے میں شیخ محدثؒ کے اُن معاصرین سے تعلقات پر بحث کی گئی ہے۔ اور مجدد صاحبؒ، عبدالرحیم خان خاناں، فیضی وغیرہ سے ان کے تعلقات کی نوعیت بتائی گئی ہے۔ چوتھے حصے میں شیخ کی اولاد کا تذکرہ ہے۔ پانچویں باب میں مصنف نے شیخ محدثؒ کی علمی اور دینی خدمات کا جائزہ بڑی گہری نظر سے لیا ہے۔ اور شیخ کا ماحول بیان کرنے کے بعد اُن کی خدمت حدیث، فتنہ، تاریخ، ادب وغیرہ پر بحث کی ہے، آخر میں تعلیقات ہیں جن میں دو نادر اور نایاب علمی جواہر پائے درج ہیں۔ ایک شیخ محدثؒ کا وہ رسالہ جو انہوں نے مجدد صاحبؒ کے بعض نظریات

کی تردید میں لکھا تھا اور دوسرے فیضی کے وہ غیر مطبوعہ مکتوبات جو اس نے شیخ کے نام لکھے تھے یہ دونوں چیزیں پہلی مرتبہ شائع ہو رہی ہیں اور نظامی صاحب قابلِ مبارکباد ہیں کہ ان کی تشنگی طلب نے اُن کو ان نوا در تک پہنچایا۔

خلیق احمد صاحب نظامی نے شیخ محدثؒ کی اتنی مکمل اور جامع حیات طیبہ لکھ کر اسلامی ہند کی علمی اور ذہنی تاریخ کا ایک اہم پہلو اجاگر کر دیا ہے۔ ضیاء الدین برنی نے کہل ہے: ”نفاست علم تاریخ آفست کہ از دانش علم تاریخ شیم ناجیان و عادلان و نیکوکاران و نجات دہ درجات ایشان در دل می نشیند“

حقیقۃً نظامی صاحب نے یہی خدمت انجام دی ہے۔ شیخ محدثؒ کی طرح جن کے حالاتِ زندگی انہوں نے مرتب کیے ہیں، خود انہوں نے کمالِ غیر جانبداری اور غور و فکر کے ساتھ لکھا ہے۔ اور شیخ کے زمانے کے سماجی اور ذہنی ماحول کی ایسی مکمل اور جامع تصویر ہم پہنچائی ہے جو بلاشبہ عرصہ تک اپنے موضوع پر سب سے زیادہ مستند اور معتبر بھی جائیگی کہونکہ یہ ایسے شخص کے قلم سے نکلی ہوئی تصنیف ہے جس نے ہندی مسلمانوں کی علمی اور دینی تاریخ کا غائر نظر سے مطالعہ کیا ہے۔

شیخ عبد الرشید

۸۔ شبلی روڈ
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

مُقَدِّمہ

ہندوستان میں علوم اسلامی کا نشوونما
شیخ محدث سے قبل

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کو اسلامی ہند کی علمی اور مذہبی تاریخ میں ایک خاص اہمیت اور عظمت حاصل ہے۔ تقریباً نصف صدی تک دہلی میں اُن کی خانقاہ علم و فضل کا گہوارہ اور ارشاد و تلقین کا مرکز رہی ہے۔ ہزاروں تشنگان علم نے وہاں آکر اپنی پیاس بجھائی ہے اور سیکڑوں گم گشتگان علم نے وہاں آکر روشنی حاصل کی ہے۔

سلسلہ گوش جہاں زمزمہ زا خواہد بود
زین نواہا کہ دریں گنبد گردوں زدہ است

یہ زمانہ وہ تھا جب دنیا پرستی کی لعنت نے عزم و راستی کی روح کو مردہ کر دیا تھا۔ مذہبی گمراہی کے سوت، مخلوں سے پھوٹ کر جھونپڑوں میں بہہ رہے تھے۔ مذہب ”کر مک شب تاب“ کی صورت ہو چکا تھا، شریعت و سنت سے بے اعتنائی بڑھ رہی تھی۔ علماء کے دامن ہوا و حرص میں آلودہ تھے، صوفیہ دنیا پرستی میں غرق تھے۔ سرمایہ ملت منتشر ہو رہا تھا۔ قرآن و حدیث سے رابطہ ٹوٹ چکا تھا۔ الحاد و زندقہ حکمت و اجتہاد کے دل فریب عنوان سے پھیلایا جا رہا تھا۔

غرض فتنوں کی شوریدہ سری ایک رنگ لائی تھی

کہ حجاز کے ایک خضر طریقت اور منبع علم و فضل بزرگ حضرت شیخ عبدالوہاب متقیؒ نے اپنے حلقہ تلامذہ سے ایک ہونہار ہندوستانی طالب علم کو یہ کہہ کر کھڑا کر دیا :-

۱۰ مکتوبات مجدد الف ثانی

”برہدہلی واپس باید رفت زیرا کہ دہلی بہ دہلی واپس جانا چاہیے کیونکہ دہلی تمہاری
فراق شمانالاں است“
جہانی میں نالاں ہے۔

اس شخص کا ہندوستان آنا گویا ایک علمی انقلاب کا رونما ہونا تھا۔ علوم دینی جن پر عرصہ سے
مردنی چھائی ہوئی تھی اس کی میحائی سے جلاپاگئے۔ کتاب وسنت کی روشنی میں دعوت
واصلاح کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ خود اس نے اپنی زندگی کا واحد مقصد احیاء علوم
دین اور ترویج شریعت کو قرار دیا اور پکار کر اعلان کیا —

”ایں بندہ مامور است کہ جز در ابواب دین و ملت کہ باعث ترویج و تجدید شریعت
و موجب حفظ عقائد و احکام سنت باشد تکلم نکند و از دائرہ اعتدال و حیطہ احتیاط
بیرون نیفتد“ لے

لے یہاں لفظ مامور میں وہی اعلان اور ایقان نظر آتا ہے جو مجدد صاحب کے اس جملے :
”لے فرزند! باوجود ایں معاملہ کہ بہ خلقت من مربوط بودہ است کارخانہ عظیم دیگر
من حوالہ فرمودہ اند“ مکتوب ۱۷ دفتر دوم ص ۱۷۔
یا شاہ ولی اللہ صاحب کے اس ارشاد:

”بہ سرم درد اند کہ ایں حقیقت بہ مردم برساں، امروز وقت وقت تست در زمان زمان تو“
میں مضمر ہے۔ حقیقت میں توفیق الہی بھی بعض صلاحیتوں کے لیے ان کا دائرہ عمل متعین کرتی ہے۔
مولانا ابوالکلام آزاد نے ”دعوت“ اور ”غزیت دعوت“ پر تذکرہ (ص ۲۳۹-۲۴۴) میں جو بصیرت افروز
بحث کی ہے اس کی روشنی میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے اس اعلان کو دیکھا جائے تو اسلامی
ہند کی علمی تاریخ میں ان کا صحیح مقام متعین ہو جاتا ہے۔

شاہ صاحب نے دوسرے جملے میں گویا اپنے طریقہ کار کا پورا اندازہ بتا دیا ہے — ”از دائرہ
اعتدال و حیطہ احتیاط بیرون نیفتد“۔ ان کا کام احیاء علوم تھا۔ اس میں احتیاط اور اعتدال کی راہ سب
سے زیادہ مستحسن تھی۔ زندگی کے پورے نظام کو از سر نو ترتیب دینے اور حالات کا رخ بدینے کے لیے
جس ”مجاہدانہ بے باکی“ اور ”سرفروشی“ کی ضرورت اس کے لیے فطرت نے حضرت مجدد صاحب کا انتخاب
کیا تھا۔

لے کتاب المکاتیب والرسائل ص ۲۔

چورانوے سال کی عمر میں جب داعی اجل کو لبیک کہنے کا وقت آیا تو اس کی تصنیف کے ہزاروں صفحات اس اعلان کی پابندی میں اُس کے ذوق و انہماک کی شہادت دے رہے تھے۔ ہزاروں انسان جن کے قلوب شریعت و سنت کے احترام سے معمور تھے اُس کے احسان کی گرانباری کو محسوس کر رہے تھے۔ درس و تدریس کا ایک نیا سلسلہ شمالی ہندوستان میں پھیل چکا تھا اور فضاؤں میں یہ آواز سنائی دے رہی تھی ۶
جہانے را درگوں کرد یک مرد خودا گاہے

اسلامی ہند کی تاریخ میں ان کا صحیح مقام متعین کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اُن سے قبل ہندوستان میں علوم دینی کے نشوونما کا مطالعہ کیا جائے۔

عرب و ہند کے تعلقات کی ابتداء | عرب اور ہندوستان کا تعلق بہت قدیم ہے
ظہور اسلام سے صدیوں پہلے سے عرب

کے تاجر سواحل ہند سے تجارت کرتے تھے۔ اور ان دونوں ملکوں میں تجارتی تعلقات کا ایک مضبوط رشتہ قائم تھا۔ پیغمبر اسلام کی بعثت کے بعد بھی یہ تعلقات بدستور قائم رہے۔ مسلمان عربوں نے سواحل ہند پر اپنی نو آبادیاں بنالی تھیں اور وہاں اپنا کاروبار کرتے تھے ان مسلمان تاجروں کو تبلیغ و اشاعت کے کام سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ ممکن ہے کہ تجارت کے سلسلہ میں انہوں نے چند عربی الفاظ ہندوستان کو دیے ہوں اور کچھ ہندوستانی الفاظ قبول کر لیے ہوں لیکن مجموعی طور پر وہ ہندوستان کی تمدنی زندگی پر اثر انداز نہ ہو سکے۔ پروفیسر محمد حسین نینار کا خیال ہے کہ ان تاجروں نے ایک ہندو کو بھی حلقہ بگوش اسلام نہیں بنایا۔

۱۰ مولانا سید سلیمان ندوی نے عرب و ہند کے تعلقات (الہ آباد۔ ہندوستانی اکاڈمی۔ یو۔ پی۔ ۱۹۳۹ء) میں اس پر تفصیلی بحث کی ہے۔

۱۱ پروفیسر نینار نے دسویں صدی کے ایک عرب سیاح کا قول نقل کیا ہے۔

Arab Geographer's Knowledge of South India

سندھ میں اسلامی حکومت کا قیام | عربوں کا ہندوستان سے دوسرا رابطہ اُس
وقت قائم ہوا جب ۱۱-۱۲ھ میں محمد بن قاسم

نے سندھ پر عربی حکومت کا پرچم لہرایا۔ یہ زمانہ وہ تھا جب اسلامی دنیا بنی امیہ کے زیرِ نگین
تھی۔ مسلمانوں کی فتوحات کا سیلاب ایک طرف اسپین، اور دوسری طرف وسط ایشیا
تک پہنچ چکا تھا اور اسلامی علوم کی دماغ بیل ڈالی جا رہی تھی۔ مکہ، مدینہ، بصرہ اور کوفہ
میں بڑی علمی سرگرمی کے مظاہرے ہو رہے تھے۔

بصرہ ایران سے متصل تھا اور وہیں سے خراسان پر حکومت کی جاتی تھی۔ اس لیے
عجمی اقوام سے تعلقات قائم کرنے کی دشواریوں کا احساس سب سے پہلے بصرہ والوں
کو ہوا۔ عجمی قوموں کو عربی زبان سے کس طرح آشنا کیا جائے؟ قرآن پاک کی تعلیم عجمی مسلمانوں
کو کس طرح دی جائے؟ — ان سوالات کا جواب محلِ تصّاع کی بنا پر بصرہ ہی کو دینا
تھا اور اسی نے دیا۔ ابوالاسود بصری (المتوفی ۶۸ھ) نے عربی قواعد کو ترتیب دے کر عربی
زبان کے نشوونما اور ترقی کی راہیں کھول دیں۔ اس کے بعد انجیل بن احمد بصری (المتوفی
۸۶ھ) نے عربی زبان کی سب سے پہلی قواعد الکتاب لکھی۔ پھر اسی زمانہ میں احادیث
کے جمع کرنے اور تدوین فقہ کا خیال پیدا ہوا۔ اور کوفہ و بصرہ میں سیکڑوں کی تعداد میں علماء
نے علم حدیث کی طرف توجہ کی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود، امام حسن بصری، امام زہری،
مسروق بن الاعدع، عبیدہ بن عمر، اسود بن یزید، ابو عمر النخعی، ذر بن حبیش، ربیع بن خثیم،
عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ، ابو عبد الرحمن اسلمی، شریح بن ہانی، قیس بن ابی حازم، محمد بن
سیرین، شعبہ بن حجاج، قتادہ بن دعامہ، امام شعبی، سلمہ بن کہیل، عمار بن قنار، ابوالحسن
سبعی، عون بن عبداللہ، سماک بن حرب، عمرو بن مرة، منصور بن المعمر اور ابراہیم بن محمد
کی بدولت ہر جگہ حدیث و روایت کے چرچے پھیل گئے تھے۔ اور کوفہ و بصرہ کا ایک ایک گھر
حدیث و روایت کی درس گاہ بن گیا تھا۔

یہ کیسے ممکن تھا کہ عربی ممالک کی ان علمی اور دینی تحریکات کی صدائے بازگشت سندھ میں نہ سنی جاتی! فتح سندھ کے بعد علماء و مشاہیر کی ایک کثیر تعداد ہندوستان کی طرف متوجہ ہو گئی اور منصورہ، بھکر، دیبل وغیرہ میں علوم اسلامی کا چرچہ شروع ہو گیا۔

علامہ سمعانی نے اپنی مشہور تصنیف کتاب الانساب میں بہت سے ایسے علماء و محدثین کا ذکر کیا ہے

جن کی نسبت منصورہ، دیبل وغیرہ کی طرف ہے۔ دیبل میں محمد بن ابراہیم، شعبہ بن محمد، ابوالعباس، محمد بن محمد، محمد بن حسن، احمد بن عبد اللہ وغیرہ کا شمار اعلیٰ محدثین میں ہوتا تھا۔ اور ان بزرگوں نے وہاں کی علمی فضا کو چار چاند لگا دیے تھے۔

مولانا ابو حفص ربیع بن صبیح بصرہ کے رہنے والے تھے ربیع تابعین میں ان کا شمار تھا۔ وطن سے ہجرت کر کے سندھ آ گئے تھے اور وہیں ۱۶۰ھ مطابق ۷۷۷ء میں وصال فرمایا تھا۔ حدیث کے متبحر عالم تھے۔ تذکرہ علماء ہند میں لکھا ہے:

”گویندے اول مصنفین در امت اسلام یہاں است...“

ابو معشر نجیح بن عبد الرحمن سندھی حدیث، معاذی اور فقہ میں بڑی شہرت رکھتے تھے۔ سمعانی نے بڑی عزت سے ان کا ذکر کیا ہے۔ ان کے اساتذہ میں محمد بن کعب قرطبی، ہشام بن عروہ، نافع وغیرہ تھے اور تلامذہ میں محمد بن ابی معشر، ابو نعیم، وکیع، محمد بن عمرو اقدی، امام سفیان ثوری وغیرہ جیسے مشاہیر شامل تھے۔ بغداد میں سکونت اختیار کر لی تھی اور وہاں حدیث کا درس دیتے تھے۔ رمضان ۱۷۰ھ مطابق ۷۸۶ء میں وصال فرمایا اور بغداد کے نقبرہ کبیر میں سپرد خاک کیے گئے۔ ۳۰

(حاشیہ صفحہ ۶) ۱۰۰ تفصیل کے لیے فتوح البلدان، معجم البلدان، فتح المغیث، تذکرۃ الحفاظ علامہ ذہبی، مرآۃ الجنان یاقعی، تہذیب التہذیب کا مطالعہ ضروری ہے۔

حاشیہ صفحہ ۱۰، ۱۰۰ سبۃ المرجان - ۲۶، ۲۷ ۱۰۰ تذکرہ علماء ہند - ص ۳۔

۱۰۰ تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص ۲۱۲۔

سندھ کے چند اور مشہور علماء و فضلاء جن کا ذکر تذکروں میں ملتا ہے :-

(۱) ابو نصر سندھی

(۲) ابو العطا سندھی

(۳) ابو ضلع سندھی

(۴) ابو نصر فتح بن عبد اللہ سندھی

ابوالقاسم مقدسی دسویں صدی عیسوی میں ہندوستان آیا تو اس نے محدثین کی ایک کثیر جماعت اس ملک میں دیکھی۔ ابو محمد منصوری سے اس کی ملاقات ہوئی۔ لکھتا ہے کہ ان کی بہت سی عمدہ تصانیف ہیں۔ سندھ میں اسلام کی حالت کے متعلق قمر طراز ہے : ”..... اسلام کو تازگی حاصل ہے اور علم اور اہل علم یہاں بہت ہیں“ اس میں شک نہیں کہ سندھ میں علوم اسلامی نے کافی ترقی کر لی تھی اور سندھ کے بعض علماء عربی دنیا میں بڑی عزت اور وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے لیکن حقیقت بھی اپنی جگہ ہے کہ سندھ سے اسلامی علوم کا قافلہ ملک کے دوسرے حصوں میں نہ جاسکا ہندوستان کی یہ ایک بدقسمتی بھی تھی کہ مسلمانوں کے سیاسی ادارے اور دینی علوم جو یہاں آئے وہ براہ راست عرب سے نہ آ سکے بلکہ عجمی ممالک میں طویل مسافت طے کرنے کے بعد یہاں پہنچے۔ اور وہ بھی اُس وقت جب دیار عجم میں اسلامی علوم پر مردنی چھا رہی ہوئی تھی۔

عہد غزنوی میں علوم اسلامی کا نشوونما | غزنوی فتوحات سے ہندوستان میں

نئے دور کا آغاز ہوتا ہے سلطان محمود نے ۹۹۹ء سے ۱۰۲۷ء تک ہندوستان کو اپنی جہانگیرانہ بہت کا بازو بچہ بنا لے رکھا اور کم و بیش سترہ بار اس کو زیر و زبر کیا۔ جہاں تک مستقل سیاسی اقتدار جانے کا تعلق ہے محمود نے پنجاب سے باہر کسی علاقہ کو اپنی

حکومت میں شامل نہیں کیا۔ لیکن پنجاب میں ایسی مستحکم حکومت کی بنیاد ڈال دی کہ غزنی کی تباہی و بربادی کے بعد بھی پنجاب پر اس کے خاندان کا قبضہ رہا۔

جس وقت پنجاب پر غزنویوں کا تسلط قائم ہوا تھا اس وقت تمام اسلامی علوم مثلاً تفسیر، حدیث، فقہ اور تصوف اچھی طرح نشوونما پا چکے تھے خصوصیت کے ساتھ جو بات ذہن میں رکھنے کی ہے وہ یہ ہے کہ ان سب علوم نے عجمی ممالک میں ترقی کی تھی۔ غزنی جو محمود کے زمانے میں اسلامی عجم کا سب سے بڑا علمی مرکز تھا ان سب علوم کا گہوارہ بن گیا تھا۔ جب پنجاب سلطنت غزنی کا ایک ٹکڑا ہو گیا تو ناممکن تھا کہ وہ دارالحکومت کے ماحول سے متاثر نہ ہوتا!

قرآن پاک کی سب سے مشہور تفسیر کشاف کے مصنف ابوالقاسم محمود بن عمر زعفری (۱۰۴۵-۱۱۳۳ء) خوارزم میں پیدا ہوئے تھے اور وہیں وفات پائی۔ حدیث کی مندرجہ ذیل چھ مستند کتابوں۔

صحیح بخاری: امام محمد بن اسماعیل بخاری (ش ۲۵۶ء)

صحیح مسلم: مسلم بن الحجاج نیشاپوری (ش ۲۶۱ء)

سنن ابوداؤد: ابوداؤد البصری (ش ۲۴۸ء)

جامع ترمذی: ابو عیسیٰ محمد الترمذی (ش ۲۵۵ء)

سنن ابن ماجہ: ابن ماجہ قزوینی (ش ۲۴۱ء)

سنن نسائی: ابو عبد الرحمن نسائی (ش ۲۴۱ء)

کے جمع کرنے والے بزرگوں کی وطنی نسبت پر غور کیجیے۔ سب عجم سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہی حال فقہاء کا تھا۔ بیشتر فقیہ عجمی ممالک میں پیدا ہوئے اور وہیں اپنے علوم کو ترقی دی۔ تصوف تو ایک حد تک عجم ہی کی پیداوار تھا۔ اس کی بیشتر تصانیف غزنی اور اس کے ارد گرد کے علاقہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ صوفیاء شاعری غزنی میں پیدا ہوئی۔ حکیم سنائی جو بظول مولانا روم

تصوف کی آنکھ کی مانند ہیں، غزنی ہی کے تھے۔ — ان حالات میں سلطنت غزنی کا ایک اہم حصہ پنجاب کس طرح ان علوم سے نابلد اور نا آشنا رہ سکتا تھا؟ — یہ سب علوم وہاں پہنچے اور حالات کی مناسبت سے نشوونما پایا۔

غزنویوں کے دور میں پنجاب کے جس شہر نے علمی اور تمدنی **لاہور کا علمی ماحول** اعتبار سے سب سے زیادہ ترقی کی وہ لاہور تھا۔ فتوحات

غزنویہ کے بعد علماء و مشائخ کے قافلے اس طرف رجوع ہو گئے۔ ان میں سے فضل تقدم شيخ اجمیل بخاریؒ کو حاصل ہے۔ تذکرہ علمائے ہند میں ان کے متعلق لکھا ہے:

”از علمائے محمد ثنیں و مفسرین بود، اول کسے است کہ علم حدیث و تفسیر بہ لاہور آوردہ“ ۱

اُن کی زندگی کے آخری سالوں میں خواجہ حسین زنجانیؒ اس شہر میں اُن کے معاصر تھے۔

فوائد الفوائد میں ہے:

”شیخ حسین زنجانی و شیخ علی ہجویری ہر دو مرید یک پیر بودند و اُن پیر قطب عہد بودہ است، حسین زنجانی دیر بار ساکن لہا و رہا بود، بعد از چند گاہ پیرایشاں خواجہ علی ہجویری عرضداشت کرد کہ شیخ حسین زنجانی آنجا ہست، فرمود کہ تو برو، وچوں علی ہجویری حکم اشارت در لہا و رہا شد شب بود، بامداداں جنازہ شیخ حسین را بیرون آوردند“ ۲

شیخ علی ہجویری المعروف بہ حضرت داتا گنج بخش (المتوفی ۷۸۰ھ) غزنی کے ایک گاؤں ہجویر کے رہنے والے تھے۔ علم و فضل از ہد و ورع میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ اپنے عہد کے مشہور علماء مثلاً حضرت ابوالعباس بن محمد الاشقانیؒ، شیخ ابو جعفر محمد بن المصباح الصیدلانی وغیرہ سے تلمذ کیا۔ باطنی اصلاح و تربیت کے لیے شام، عراق، بغداد، آذربائیجان، طبرستان

کرمان، خراسان، ماوراءالنہر اور ترکستان وغیرہ کا سفر کیا تھا اور مشاہیر صوفیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، لاہور پہنچ کر انہوں نے علم و عرفان کی شمع روشن کی اور تصوف کی تعلیمات کو عام کر دیا۔ انہوں نے متعدد کتابیں بھی تصنیف کی تھیں، لیکن اب صرف کشف المحجوب دستیاب ہوتی ہے، داراشکوہ اس کے متعلق لکھتا ہے :

”پیچ کس را برآں سخن نیست، و مرشدے ست کامل، در کتب تصوف
بخوبی آن در زبان فارسی کتاب تصنیف نہ شدہ“

ان علماء و مشائخ کی کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ لاہور نہ صرف ”مرکز اسلام ہند“ شمار کیا جانے لگا بلکہ اس کو ”ثانی دارالملک غزنویہ“ کا رتبہ حاصل ہو گیا۔ تاج المآثر کے مصنف حسن نظامی نے اس کو قبلہ احرار و ابرار ”کعبۂ انشراح“ ”مرکز اہل تقویٰ“ ”امن زہاد و عباد“ اور مسکن اقطاب و اوتاد“ لکھا ہے۔ علمی اور دینی فن کے متعلق اس کا یہ اعلان ہے :

بنیاد شریعت اندر و محکم بنیاد ضلالت اندر و دیراں
از ہر صدقن نو در دوزخ عالم از ہر زہ نہ مفسر و تیراں

وہاں کتب قانون کی یہ حالت تھی کہ محمد الدین مبارک شاہ نے جب بحر الانساب کی تصنیف شروع کی تو نسب جیسے موضوع پر ایک ہزار کتابیں اُس کو مل گئیں۔ خود لکھتا ہے :

”کم و بیش ہزار پارہ کتاب مطالعہ افتادہ“

غوریوں کی فتوحات سے قبل اسلامی	عموماً یہ خیال کیا جاتا ہے کہ شمالی ہندوستان
علوم کی حالت شمالی ہندوستان میں	میں مسلمانوں کی آبادی، ان کے مذہبی اور
	ہندوئی ادارے غوریوں کی فتوحات کے

بعد وچھوڑ دیئے لیکن یہ خیال حقیقت کے خلاف ہے۔ شمالی ہندوستان میں مسلمانوں کا

۱۔ سفینۃ الاولیاء۔ ص ۱۶۴۔ (نو لکھنؤ ۱۳۸۸ء) ۲۔ تاریخ محمد الدین مبارک شاہ۔ ص ۳۰۔
۳۔ تاج المآثر دہلی نسخہ ۴۔ تاریخ محمد الدین مبارک شاہ۔ ص ۶۶۔

سیاسی اقتدار قائم ہونے سے قبل مسلمان یہاں آباد ہو گئے تھے اور انہوں نے اپنی خانقاہیں مدرسے اور مسجدیں قائم کر لی تھیں۔ ہندوستان کی سب سے بڑی خانقاہ اور ہندی مسلمانوں کا سب سے بڑا روحانی مرکز — اجمیر — پر تقوی راج کے عہد حکومت میں قائم ہوا حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ پر تقوی راج کے زمانہ میں ہندوستان آئے اور اجمیر کو اپنا مستقر بنا کر چشتیہ سلسلہ کی نشر و اشاعت میں مصروف ہو گئے۔
 اجمیر کے علاوہ بدایوں، ناگور، قنوج، ہڑپچ اور بہار کے بعض اضلاع میں محمد غوری کی فتوحات سے قبل مسلمانوں کی نوآبادیات قائم ہو گئی تھیں۔ مولانا رضی الدین حسن صغانی صاحب مشارق الانوار کے متعلق شیخ نظام الدین اولیاء کا بیان ہے:

”اواز بدایوں بود“

شیخ رضی الدینؒ مطابقت ۱۱۸۱ھ میں پیدا ہوئے تھے، ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ ۱۱۸۵ھ مطابق ۱۲۱۸ء میں ہندوستان کا یہ مایہ ناز فرزند جب بغداد پہنچا تو بڑے بڑے عالموں کی گردنیں اس کے سامنے جھک گئیں — ظاہر ہے کہ ان کی تعلیم نہایت اعلیٰ پیمانے پر ہوئی ہوگی اور یقیناً بدایوں میں اُس وقت اچھے علمی ادارے موجود ہونگے۔

سلطنت دہلی کا قیام اور	ہندوستان میں مسلمانوں کی علمی اور ادبی
ہندوستان میں علوم دینی کا نشوونما	زندگی کا آغاز حقیقت میں سلطنت دہلی

کے قیام سے ہوتا ہے۔ سلطنت دہلی کی بنیاد ایسے زمانہ میں رکھی گئی تھی جب وسط ایشیا میں

۱۱۸۵ سیرالاولیاء ص ۳۶۔ ۱۱۸۵ فوائد البزار ص ۱۰۳۔ شیخ نظام الدین اولیاء کا بیان ان وجوہات کی بنا پر ان سب لوگوں سے زیادہ قابل اعتبار ہے جنہوں نے ان کا وطن لاہور بتایا ہے۔ شیخ نظام الدین اولیاءؒ خود بدایوں کے تھے اور بدایوں کے متعلق اچھی معلومات رکھتے تھے، (۲) ان کے استاد مولانا کمال الدینؒ زاہد مولانا بہرمان الدینؒ بنی تلمیذ شیخ رضی الدین حسن صغانیؒ تھے اس بنا پر اسناد الازاد کے متعلق ان کا بیان زیادہ معتبر ہے۔

مسلمانوں کے علم و فضل کے سائے مرکز تباہ و برباد ہو رہے تھے۔ نرکان غزا اور منگولوں کے حملوں نے سائے سیاسی اور سماجی نظام کو درہم برہم کر دیا تھا۔ اور علماء و فضلاء کی کثیر تعداد اپنے وطن کو خیر باد کہنے پر مجبور ہو گئی تھی۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ ۶

خدا شرے برانگیزد کہ خیر ما دران باشد

بغداد و بخارا کے یہ ٹوٹے ہوئے تائبے ہندوستان کی فضا کے علم پر آفتاب ماہتاب بن کر نمودار ہوئے۔ اور اسلامی ہند کو اپنے ابتدائی دور میں علماء و مشائخ کی ایک ایسی کثیر تعداد مل گئی جس نے سائے ملک کو اپنی نوا سنجیوں سے پر شور کر دیا۔ منہاج السراج نے لکھا ہے:

”خلایق اطراف گیتی را بہ حضرت دہلی کہ دارالملک ہندوستان است و مرکز دائرہ اسلام و محیط او امر و نواہی شریعت و حوزہ دین محمدی و بیضہ ملت احمدی و قبة الاسلام مشارق گیتی صفا ہنا اللہ عن الآفات و احصرہا السادات جمع آورد و این شہر بکثرت انعامات و شمول کرامات آن بادشاہ دیندار محط رجال آفاق گشت و ہر کہ از جہائل حوادث بلاد غم و نکبات کفار مغل بفضل ایزدی خلاص یافت ملاذ و لہجہ و مہرب و مامن حضرت جہاں پناہ آن بادشاہ (ملکتش) ساخت“ ۷

عصامی نے عہد شمسی کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے ۸

بہ دہلی چناں تخت گاہے ساخت	سپاہش در اقصائے آن ملک ساخت
دراں شہر یک رونق شد پدید	بلے لذتے باشند و جہد پدید
بے سیدان صحیح النسب	رسیدند دروے ز ملک عرب
بے کاسبان حسد و اسار زیں	بے نقشبندان اقلیم چین

۷ طبقات ناصری۔ ص ۱۶۶۔

بے عالمانِ بخارا نژاد بے زائد و عابد از ہر بلاد
 زہر ملک و ہر جنس صنعت گراں زہر شہر و ہر اصل سمیں براں
 بے ناقدانِ جواہر شناس جواہر فروشاں بروں از قیاس
 حکیمانِ یوناں، طبیبانِ روم بے لہل دانش زہر مرز بوم
 دراں شہر فرخندہ جمع آمدند چوپروانہ ہر نور شمع آمدند

کے کعبہ ہفت اقلیم شد
 دیارِ ہند دارِ سلیم شد

اس قافلہ کا جو فرد ہاں ٹھہر گیا دہاں ایک علمی مرکز کی داغ بیل پڑ گئی۔ بغداد و بخارا کے علمی خزانے سر زمین ہند میں ہر خاص و عام کے لیے کھول دیے گئے اور ملک کا گوشہ گوشہ جگمگا اٹھا۔

سلطان شمس الدین ایبتمش علماء و مشائخ کی صحبت کا بڑا شوقین تھا جب کسی بزرگ یا عالم کی آمد کی خبر سنتا تو میلوں تک استقبال کے لیے نکل جاتا اور نہایت عزت و احترام سے محل شاہی میں جہان رکھتا۔ اس کی علم دوستی سے متاثر ہو کر صد ہا علماء و مشائخ، شعراء اور ادیب اس ملک میں آکر بس گئے۔ سرور الصدور میں لکھا ہے:

”دراں وقت کہ شیخ نجیب الدین بخشی شیخ الاسلام دہلی بود، او ہم از یاراں شیخ معین الدین بودہ است ایشان چہل یار در وقت سلطان شمس الدین میگویند کہ ہر یکے را جانبرہ گراں بداد.... سلطان شمس الدین اور اپد خواند و شیخ الاسلام

دہلی خطاب داد“

۱۰-۱۱۔ ۱۰۹۔ ۱۰۸۔ ۱۰۷۔ ۱۰۶۔ ۱۰۵۔ ۱۰۴۔ ۱۰۳۔ ۱۰۲۔ ۱۰۱۔ ۱۰۰۔ ۹۹۔ ۹۸۔ ۹۷۔ ۹۶۔ ۹۵۔ ۹۴۔ ۹۳۔ ۹۲۔ ۹۱۔ ۹۰۔ ۸۹۔ ۸۸۔ ۸۷۔ ۸۶۔ ۸۵۔ ۸۴۔ ۸۳۔ ۸۲۔ ۸۱۔ ۸۰۔ ۷۹۔ ۷۸۔ ۷۷۔ ۷۶۔ ۷۵۔ ۷۴۔ ۷۳۔ ۷۲۔ ۷۱۔ ۷۰۔ ۶۹۔ ۶۸۔ ۶۷۔ ۶۶۔ ۶۵۔ ۶۴۔ ۶۳۔ ۶۲۔ ۶۱۔ ۶۰۔ ۵۹۔ ۵۸۔ ۵۷۔ ۵۶۔ ۵۵۔ ۵۴۔ ۵۳۔ ۵۲۔ ۵۱۔ ۵۰۔ ۴۹۔ ۴۸۔ ۴۷۔ ۴۶۔ ۴۵۔ ۴۴۔ ۴۳۔ ۴۲۔ ۴۱۔ ۴۰۔ ۳۹۔ ۳۸۔ ۳۷۔ ۳۶۔ ۳۵۔ ۳۴۔ ۳۳۔ ۳۲۔ ۳۱۔ ۳۰۔ ۲۹۔ ۲۸۔ ۲۷۔ ۲۶۔ ۲۵۔ ۲۴۔ ۲۳۔ ۲۲۔ ۲۱۔ ۲۰۔ ۱۹۔ ۱۸۔ ۱۷۔ ۱۶۔ ۱۵۔ ۱۴۔ ۱۳۔ ۱۲۔ ۱۱۔ ۱۰۔ ۹۔ ۸۔ ۷۔ ۶۔ ۵۔ ۴۔ ۳۔ ۲۔ ۱۔

۱۰۹۔ ۱۰۸۔ ۱۰۷۔ ۱۰۶۔ ۱۰۵۔ ۱۰۴۔ ۱۰۳۔ ۱۰۲۔ ۱۰۱۔ ۱۰۰۔ ۹۹۔ ۹۸۔ ۹۷۔ ۹۶۔ ۹۵۔ ۹۴۔ ۹۳۔ ۹۲۔ ۹۱۔ ۹۰۔ ۸۹۔ ۸۸۔ ۸۷۔ ۸۶۔ ۸۵۔ ۸۴۔ ۸۳۔ ۸۲۔ ۸۱۔ ۸۰۔ ۷۹۔ ۷۸۔ ۷۷۔ ۷۶۔ ۷۵۔ ۷۴۔ ۷۳۔ ۷۲۔ ۷۱۔ ۷۰۔ ۶۹۔ ۶۸۔ ۶۷۔ ۶۶۔ ۶۵۔ ۶۴۔ ۶۳۔ ۶۲۔ ۶۱۔ ۶۰۔ ۵۹۔ ۵۸۔ ۵۷۔ ۵۶۔ ۵۵۔ ۵۴۔ ۵۳۔ ۵۲۔ ۵۱۔ ۵۰۔ ۴۹۔ ۴۸۔ ۴۷۔ ۴۶۔ ۴۵۔ ۴۴۔ ۴۳۔ ۴۲۔ ۴۱۔ ۴۰۔ ۳۹۔ ۳۸۔ ۳۷۔ ۳۶۔ ۳۵۔ ۳۴۔ ۳۳۔ ۳۲۔ ۳۱۔ ۳۰۔ ۲۹۔ ۲۸۔ ۲۷۔ ۲۶۔ ۲۵۔ ۲۴۔ ۲۳۔ ۲۲۔ ۲۱۔ ۲۰۔ ۱۹۔ ۱۸۔ ۱۷۔ ۱۶۔ ۱۵۔ ۱۴۔ ۱۳۔ ۱۲۔ ۱۱۔ ۱۰۔ ۹۔ ۸۔ ۷۔ ۶۔ ۵۔ ۴۔ ۳۔ ۲۔ ۱۔

۱۰۹۔ ۱۰۸۔ ۱۰۷۔ ۱۰۶۔ ۱۰۵۔ ۱۰۴۔ ۱۰۳۔ ۱۰۲۔ ۱۰۱۔ ۱۰۰۔ ۹۹۔ ۹۸۔ ۹۷۔ ۹۶۔ ۹۵۔ ۹۴۔ ۹۳۔ ۹۲۔ ۹۱۔ ۹۰۔ ۸۹۔ ۸۸۔ ۸۷۔ ۸۶۔ ۸۵۔ ۸۴۔ ۸۳۔ ۸۲۔ ۸۱۔ ۸۰۔ ۷۹۔ ۷۸۔ ۷۷۔ ۷۶۔ ۷۵۔ ۷۴۔ ۷۳۔ ۷۲۔ ۷۱۔ ۷۰۔ ۶۹۔ ۶۸۔ ۶۷۔ ۶۶۔ ۶۵۔ ۶۴۔ ۶۳۔ ۶۲۔ ۶۱۔ ۶۰۔ ۵۹۔ ۵۸۔ ۵۷۔ ۵۶۔ ۵۵۔ ۵۴۔ ۵۳۔ ۵۲۔ ۵۱۔ ۵۰۔ ۴۹۔ ۴۸۔ ۴۷۔ ۴۶۔ ۴۵۔ ۴۴۔ ۴۳۔ ۴۲۔ ۴۱۔ ۴۰۔ ۳۹۔ ۳۸۔ ۳۷۔ ۳۶۔ ۳۵۔ ۳۴۔ ۳۳۔ ۳۲۔ ۳۱۔ ۳۰۔ ۲۹۔ ۲۸۔ ۲۷۔ ۲۶۔ ۲۵۔ ۲۴۔ ۲۳۔ ۲۲۔ ۲۱۔ ۲۰۔ ۱۹۔ ۱۸۔ ۱۷۔ ۱۶۔ ۱۵۔ ۱۴۔ ۱۳۔ ۱۲۔ ۱۱۔ ۱۰۔ ۹۔ ۸۔ ۷۔ ۶۔ ۵۔ ۴۔ ۳۔ ۲۔ ۱۔

الہتمش کے عہد میں جو علماء و مشائخ ہندوستان آئے ان میں سے چند بزرگوں کے نام یہ ہیں۔

(۱) شیخ قطب الدین بختیار کاکی اوشیؒ (۲) سید نور الدین مبارک غزنویؒ

(۳) قاضی حمید الدین ناگوری (۴) شیخ جلال الدین تبریزیؒ

(۵) شیخ نظام الدین ابوالمویدؒ (۶) مولانا محمد الدین حاجیؒ

(۷) شیخ بدر الدین غزنویؒ (۸) شیخ محمد ترک مارنولیؒ

قاضی حمید الدین ناگوریؒ صاحب تصانیف بزرگ تھے۔ انہوں نے تصوف میں کئی اعلیٰ کتابیں رسالہ عشقہ، طوابع الشمس، لوانح اور شرح اسمائے حسنی تصنیف کی تھیں۔ مطالعہ نہایت وسیع تھا اور تصوف کے لٹریچر پر بہت گہری نظر رکھتے تھے۔ پروفیسر لوئی میسی نیوں (Massignon) نے خاکسار کو ایک دھچپ مکتوب میں لکھا تھا کہ منصور حلاج کی کتاب اخبار کے حوالے ان کی تصانیف میں دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ اس بنا پر کہ اس زمانے میں یہ کتاب تقریباً نایاب تھی۔ پروفیسر موصوف نے ثابت کیا ہے کہ ادیش حلاجیوں کا اہم مرکز تھا۔ اس لیے ممکن ہے کہ خواجہ بختیار کاکیؒ اور قاضی حمید الدین ناگوریؒ پر ماحول کا اثر پڑا ہو۔ غالباً ہندوستان میں منصور حلاج کا نام اور تصانیف قاضی ناگوری ہی کے ذریعے آئیں۔

وعظ و تذکیر | وعظ و تذکیر علماء کا محبوب مشغلہ تھا۔ بادشاہوں کو بھی ان میں خاص دلچسپی تھی۔ الہتمش کے یہاں داعظ ملازم تھے اور سیاسی مشکلات کے

وقت وعظ و تلقین سے رعایا کو ہموار کیا کرتے تھے۔ جنگ کے زمانے میں بھی یہ داعظ لشکر کے ہمراہ ہوتے تھے۔ عموماً ہفتہ میں تین بار مجلس وعظ منعقد ہوتی تھی۔ لیکن ماہ رمضان

۱۰۰۰ ان بزرگوں کے حالات کے لیے فوائد الفوائد، سیرالاولیاء، سیرالعارفین اور اخبار الاخیار کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ ۱۰۰۰ طبقات ناصری (مترجمہ ریورٹی) ص ۶۱۵ ۱۰۰۰ ایضاً۔ ص ۶۱۹۔

میں روزانہ وعظ کا انتظام ہوتا تھا۔^۱ التتمش نماز جمعہ کے بعد ایک مجلس منعقد کیا کرتا تھا جس میں اکابر و اشراف و مشائخ شرکت کرتے تھے۔ سلطان بلبن کہا کرتا تھا کہ علماء کا جو هجوم دربار التتمشی میں دیکھا تھا کبھی دیا کسی دوسری جگہ دیکھنے میں نہیں آیا۔ سید نور الدین مبارک غزنوی نے ایک بار لوازم امور بادشاہی پر التتمش کے دربار میں تنہا پر زور خطبہ پڑھا۔ اور صاف الفاظ میں اعلان کیا :

”ہر چہ پادشاہان از لوازم امور پادشاہی میکنند و طریقہ کہ طعام و شراب میخورند و جامہ می پوشند و شکلی کہ می نشینند و می خیزند و سوار می شوند و سجدہ میکنند در رسم و رسوم اکامیر باغی و طاعی خدا بدل و جان مراعات می نمایند و بایندگان خدا در جمیع معاملات خود فردی و رتند ہم برخلاف مصطفی است و اشراک است۔“

مولانا مہناج السراج صاحب طبقات ناصری کا وعظ بہت پُر تاثیر ہوتا تھا۔ شیخ نظام الدین اولیا ہر سو موارد کو ان کا وعظ سننے جایا کرتے تھے۔ فرماتے تھے ”چہ راحت بود در تذکیر او“^۲ ایک مرتبہ دوران وعظ میں یہ رباعی پڑھی ۔

لب برب لعل دلبراں خوش کردن و آہنگ سر زلف مشوش کردن
امروز خوش است لبیک فردا خوش نیست خود را چو خست طعم آتش کردن

تو حضرت محبوب الہی پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ سرور الصدور میں لکھا ہے کہ قاضی مہناج کہا کرتے تھے :

”من با این ہمہ کہ در تذکیر چنین سرآمدہ و عالم آمانا سہ چیز بر خویش راست نکتم ہرگز پائے

بر منبر نہ نهم یکے نعت ۔ دوم تسمیہ ۔ سوم تبکیہ“^۳

شیخ نظام الدین ابوالمؤید^۴ بھی وعظ کہا کرتے تھے۔ ایک شخص قاسم پہلے تلاوت کرتا

^۱ طبقات ناصری۔ ص ۶۱۹۔ ^۲ سیر العارنین رقلی نسخہ ص ۱۱۲۔ ^۳ تاریخ فیروز شاہی۔ صفحہ ۹۲۔

^۴ ایضاً ص ۴۱۔ ^۵ نوائد الفوائد۔ ص ۲۵۳۔ ^۶ ایضاً ص ۲۵۳۔ سرور الصدور (رقلی) ص ۲۵۔

^۷ حالات کے لیے ملاحظہ ہو اخبار لاخبر۔ ص ۳۵۔

تھا۔ پھر شیخ وعظ شروع کرتے تھے شیخ بدرالدین غزنوی کو بھی تذکیر کا بڑا شوق تھا۔ بابا فریدؒ نے اُن کی مجلسوں میں شرکت کی تھی۔ شیخ عبدالحقؒ نے ان کے متعلق لکھا ہے:-
 ”بیشتر سخن از محبت گفتے“ ۱۷

ان علماء کے وعظ و تذکیر نے ایک دھچپ علمی فضا تو یقیناً پیدا کر دی ہوگی۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ ان کی کوششیں اخلاقی سطح کو بلند کرنے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔ اس کا ایک بڑا سبب یہ تھا کہ حکومت وقت سے انہوں نے اپنا دامن وابستہ کر لیا تھا۔ اور دربار داری کی زندگی کے ساتھ ”تذکیر“ میں ”تاثیر“ کہاں پیدا ہو سکتی تھی! سرورالصدورؒ میں حسام درویش کے متعلق لکھا ہے کہ وعظ نہایت اچھا کہتے تھے لیکن دنیا کی محبت میں معزالدین بہرام شاہ کے دربار میں آمد و رفت شروع کر دی اور

دنیا اور از راہ بسر ۱۸

مہناج السراج کا یہ حال تھا کہ بلین کہا کرتا تھا کہ وہ نہ خدا سے ڈرتا ہے نہ مجھ سے یہ سید مبارک غزنوی؟ ایک طرف تو بادشاہ کے تمام اطوار و عادات کو سنت کے خلاف قرار دیتے تھے، دوسری طرف دہلی سے طوائفوں کو نکال دینے کے خلاف تھے اور کہتے تھے کہ اگر ایسا کیا گیا تو آوارہ لوگ شرفاء کے گھروں میں کود پڑا کر بیٹھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے مولانا نظام الدین ابوالمویدؒ سے التمش کے دربار میں امتیازی جگہ پر بیٹھنے پر جھگڑا کیا۔
 — ان حالات میں وعظ و تذکیر ایک بے معنی رسم ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کے ذریعہ علمی و روحانی ترقی کی راہیں کھلنا ممکن نہ تھا۔

تعلیمی درس گاہیں ابتدائی دور میں اسلامی ہند کے ابتدائی دور میں مندرجہ ذیل قسم کی درس گاہیں ملتی ہیں:-

۱۷ اخبار الاخیار، ص ۵۰
 ۱۸ تاریخ فیروز شاہی، ص ۲۳۔

۱۹ ایضاً

۱۷ سرورالصدور (قلمی)
 ۱۸ سرورالصدور (قلمی)
 ۱۹ فوائد القواد۔ ص ۱۹۳۔

(۱) حکومت کی قائم کی ہوئی

(۲) خانقاہوں سے ملحق

(۳) مسجدوں سے ملحق

(۴) مزارات سے ملحق

(۵) انفرادی۔

حکومت کی قائم کی ہوئی درس گاہوں میں معری مدرسہ اور ناصری مدرسہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ناصریہ مدرسہ ناصر الدین محمود کی یاد میں سلطان التمش نے بنوایا تھا۔ نہج السراج رضیہ کے عہد میں اس مدرسہ کے پرنسپل تھے۔

”دراہ شعبان سنہ خمس وثلثین وست مائتہ سلطان رضیہ مدرسہ ناصریہ در حضرت منظم باقصائے کالیوربدیں داعی مفوض فرمود“

بختیار خلجی نے جب بہار کو فتح کیا تو وہاں بہت سے مدرسے قائم کیے یہ

ایک اور التمش کے زمانہ میں ہندوستان میں چشتیہ اور سروردیہ سلسلہ کی خانقاہیں قائم ہوئیں۔ سروردیہ سلسلہ کی خانقاہوں کے ساتھ مدارس کا ذکر نہیں ملتا لیکن اس سلسلہ کے مشہور بزرگ شیخ بہار الدین زکریا ملتانیؒ کو تعلیم کا بڑا شوق تھا اور انہوں نے اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے نہایت قابل اساتذہ متعین کیے تھے اور ان کو معقول تنخواہیں دیتے تھے۔ چشتیہ سلسلہ کی خانقاہوں میں اعلیٰ مریدوں کی تعلیم کا انتظام رہتا تھا۔ بابا فریدؒ نے حضرت محبوب الہیؒ کو قرآن پاک کے چند پارے، تمبیرا بوشکور سالمی اور عوارف المعارف کا درس دیا تھا۔ دیگر مشائخ سلسلہ بھی تعلیم کا کچھ نہ کچھ اہتمام کرتے تھے۔

مسجدوں سے ملحق مدرسے اس زمانہ میں بڑی کثرت سے ہوتے تھے۔ تذکروں، ملفوظات اور تاریخوں میں اکثر جگہ ایسے مدرسوں کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت شیخ قطب الدین

بختیار کاکیؒ جب ملتان پہنچے تو دیکھا کہ بابا فریدؒ مولانا مہناج الدین ترمذی کی مسجد میں کتاب
نافع کا مطالعہ کر رہے ہیں۔

صاحب مزار کی روح کو ایصالِ ثواب کے لیے مدرسے مزارات کے قریب بھی قائم
کیے جاتے تھے۔

کچھ مدرسے ایسے بھی تھے جو علمائے انفرادی طور پر قائم کیے تھے اور جہاں درس
تدریس کا کام اعلیٰ پیمانے پر انجام دیا جاتا تھا۔ مولانا شادی مفری اور مولانا علار الدین
اصولی کے مدرسے بدایوں میں، مولانا شمس الدین ملک اور مولانا کمال الدین زاہد کے
مدرسے دہلی میں نہایت اعلیٰ تھے اور وہاں بعض مشاہیر نے تعلیم حاصل کی تھی۔

ملتان اسلامی ہند کے قدیم ترین علمی مرکزوں میں تھا

۱۳۰۰ء میں جب محمد بن قاسم نے ملتان کو فتح کیا

تو حجاج نے ایک خط لکھا:

مِلّتَان

علوم اسلامی کے مرکز کی حیثیت سے

”اپنی فتوحات کا دائرہ ہمیشہ وسیع کرتے رہو اور اشاعت اسلام کا خاص خیال

رکھو، جو بڑا یا قدیم شہر ہو وہاں مسلمانوں کے لیے مسجد ضرور تعمیر کرو“

رفتہ رفتہ ملتان اسلامی علوم کا شاندار مرکز بن گیا۔ ابن حوقل نے لکھا ہے کہ چوتھی صدی

ہجری میں ملتان اور منصورہ کے لوگ مقامی زبان اور عربی زبان میں گفتگو کرتے تھے

۳۰۰ھ میں جب بشاری ملتان پہنچا تو اس نے فارسی زبان کو کافی مقبول پایا۔

یہاں کے مدارس نہایت اعلیٰ تھے اور تعلیم کا انتظام بہت عمدہ تھا۔ بابا فرید گنج شکر

نے ۱۱۹۳ء میں وہاں فقہ کی تعلیم حاصل کی تھی۔ سیر الاولیاء میں لکھا ہے:

”دریں ایام ملتان قہۃ الاسلام عالم بود، فحول علماء آنجا بودند“

۱۔ غیر المجالس دقلی نسخہ ۲۵ فتوح البلدان (مطبوعہ لیڈن) ص ۲۳۰ ۲۵ سفرنامہ ابن حوقل

(لیڈن) ص ۲۲۶ ۲۵ بشاری (لیڈن) ص ۲۸۱ ۲۵ سیر الاولیاء ص ۶۰

جب غوریوں نے ہندوستان پر اپنا تسلط قائم کر لیا تو ملتان کی اہمیت میں اور اضافہ ہو گیا۔ ممالک اسلامی سے جو علمی قافلے ہندوستان میں داخل ہوتے تھے اُن کی پہلی منزل ملتان ہوتا تھا۔ پھر قباچہ کی علم دوستی نے بہت سے علماء کو وہاں کھینچ لیا۔ منہاج نے لکھا ہے:

”وچوں ممالک سندھ و بے قرار گرفت، در حوادث کفار چین، اکابر خراسان و غورو

غزنین بسیار بخدمت او پیوستند و او در حق ہنگناں انعام و اکرام وافر فرمودہ“ ۱۴

لب اللہ باب میں محمد عوفی نے بعض شعراء و علماء کا ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ملتان کا علمی ماحول بے مثال تھا۔ شمس الدین محمد بلخی اعلیٰ درجے کے شاعر اور خطاط تھے۔ عوفی نے ان کو تلح الفضل کے لقب سے یاد کرنے کے بعد لکھا ہے:

”در شعر عدیل انوری و در خط عطار دش مشتری“ ۱۵

ایک اور بزرگ اور عالم تھے جن کا نام فضلی ملتان تھا۔ اُن کو جامع الصغیر حفظ یاد تھی عوفی نے لکھا ہے۔

”جامع الصغیر قاضی امام فخر الدین ... راتنام یاد می دارد“ ۱۶

قباچہ کے امام سدید الدین محمد عوفی تھے، عربی کے فاضل تھے۔ اُن کا عربی خطبہ لب اللہ باب میں نقل کیا گیا ہے۔ انہوں نے سمرقند، خوارزم، نیشاپور، ہرات، غزنی وغیرہ کی سیاحت کی تھی۔ ان کا مطالعہ بہت وسیع اور نظر بہت عمیق تھی۔

ایلیتمش نے جب ملتان پر قبضہ کر لیا تو وہاں کی پہلی علمی رونق ختم ہو گئی لیکن جب سلطان غیاث الدین بلبن نے اپنے بیٹے شہزادہ محمد کو وہاں بھیجا تو پھر ایک بار پرانی محفلیں گرم ہو گئیں۔ شہزادہ محمد مکارم اخلاق اور محاسن اوصاف میں اپنا نظیر نہ رکھتا تھا۔ علم و فضل

۱۴ طبقات ناصری۔ ص ۱۴۳ ۱۵ لب اللہ باب جلد دوم۔ ص ۲۲۱۔ ۱۶ ایضاً ص ۲۲۳

۱۷ لب اللہ باب جلد اول ص ۱۱۵-۱۱۶۔

میں بے مثل شخص تھا۔ اس نے ملتان کو علماء و فضلاء کا مرکز بنا دیا۔ حضرت امیر خسروؒ، خواجہ حسن بھڑیؒ سب سے پہلے اُسی کے دربار سے منسلک ہوئے اور اپنے شاعرانہ کمالات کی داد پائی۔ شہزادہ محمد کی مجلس میں زیادہ تر شاہنامہ، دیوان خاقانی و انوری، خمسہ نظامی پڑھے جاتے تھے۔ اُس نے دوبار اپنے خاص آدمی اور قیمتی مخالف شیخ سعدیؒ کے پاس بھیج کر ملتان آنے کی درخواست کی لیکن شیخ نے پیرانہ سالی کا غذر کیا۔

عہد بلبلی کے علماء | سلطان غیاث الدین بلبن کے زمانہ میں جب ہلاکو کی خون آشام فوجوں نے بغداد میں آگ اور خون کا ہنگامہ برپا کیا تو اس علاقہ کے باقی ماندہ علماء بھی وہاں سے نکل کھڑے ہوئے۔ بلبن نے اس پر گشتہ قسمت علمی قافلہ کو خوش آمدید کہا اور اس طرح ہندوستان کی علمی دنیا کی رونق دوبالا ہو گئی۔ دہلی، بغداد اور قرطبہ کی ہمسری کا دعویٰ کرنے لگی۔ ضیاء الدین برنی نے لکھا ہے:

”ہم در عصر بادشاہی سلطان بلبن چندیں علماء سرآمدہ کہ از نواد راستا ذراں بودند بر سرافادت سبق می گفتند.... ہر یکے از ایشان اقلیمے را بپاراید پیراستہ بودند“ لے برنی نے بالخصوص ان علماء کے نام گناے ہیں۔

- | | |
|----------------------------------|----------------------------|
| (۱) مولانا برہان الدین بلخ | (۷) قاضی شمس الدین مراحمی |
| (۲) مولانا برہان الدین بزاز | (۸) قاضی رکن الدین سامانہ |
| (۳) مولانا نجم الدین دمشقی شاگرد | (۹) قاضی جلال الدین کاشانی |
| مولانا فخر الدین رازی | پسر قاضی قطب کاشانی |
| (۴) مولانا سراج الدین سجری | (۱۰) قاضی سید الدین |
| (۵) مولانا شرف الدین دلوامچی | (۱۱) قاضی ظہیر الدین |
| (۶) قاضی رفیع الدین گازرونی | (۱۲) قاضی جلال الدین |

ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ علوم دینی کا ستون تھا لیکن افسوس ہے کہ ان علمائے تفصیلی کا رول کسی تذکرہ میں نہیں ملتے۔

عہدِ بلبنی کے ایک مشہور عالم اور بزرگ مولانا کمال الدین زاہد تھے۔ شیخ نظام الدین اولیاءؒ نے اُن سے مشارق الانوار کا درس لیا تھا۔ مولانا کے زہد و وسع، تقویٰ و دیانت کی شہرت سن کر بلبن نے ان سے امامت قبول کرنے کی درخواست کی۔ مولانا نے جواب دیا:-

”برما جز نماز چیرے دیگر نمازہ است، اکنوں بادشاہ چرمی خواہ کہ ابی ہم از ما برود“

بلبن مولانا کا یہ جواب سن کر دم بخود رہ گیا۔

اسی عہد کے ایک اور بزرگ شیخ نور الدین ملک یار پراں تھے۔ اُن کا حال شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اخبارالآخیاںؒ میں لکھا ہے

ہندوستان میں علوم اسلامی کا عہدِ نرین | سلطان علاء الدین خلجی کا عہد
حکومت، اسلامی ہند کی

سیاسی، علمی اور تمدنی تاریخ کا سب سے زیادہ تابناک باب ہے۔ اس زمانہ میں مسلمانوں کے سیاسی، مذہبی اور تمدنی ادارے مشکلات و مصائب کے ابتدائی منازل طے کرنے کے بعد اپنے پورے شباب پر پہنچ گئے تھے۔ معاصر مورخ ضیاء الدین برنی کا بیان ہے کہ اس زمانہ میں دارالملک دہلی میں بسے علماء اور ماہرین فن موجود تھے کہ بخارا، سمرقند، بغداد، مصر، خوارزم، دمشق، تبریز، رے، روم وغیرہ میں ان کا ثانی تلاش کرنا ممکن نہ تھا۔ علوم اسلامی کا ہر گوشہ منفذات و معقولات کا ہر پہلو — تفسیر، فقہ، اصول فقہ، اصول دین

۱۔ سیرالاولیا، ص ۱۰۶، اخبارالآخیاں۔ ص ۷۱۔ ۲۔ اخبارالآخیاں۔ ص ۷۱-۷۲۔
ضیاء الدین برنی نے ان کا نام عہدِ بلبنی کے مشہور مشائخ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ۔ شیخ صدر الدین شیخ بدر الدین غزنویؒ، دیوبی سام، سیدی مولائے ساتھ لکھا ہے۔

نحو، لغت، بیان، کلام، منطق — اُن پر روشن تھا۔ اور

”ہر سالے چندیں طالبان علم ازاں استادان ہرآمدہ بدرجہ افادت می رسیدند

و مستحق جواب دادن فتویٰ می شدند“ ۱۵

برنی کا کہنا ہے کہ ان میں بعض استاد تو ایسے تھے کہ حضرت امام غزالی اور امام فخر الدین رازی کے مرتبہ کو پہنچے تھے۔ ان کے کمالات اگر درج کیے جائیں تو

”ہر یکے بجلد بہ نو سم مقصیر باشم“ ۱۶

حدیہ ہے کہ بجاں سمرقند، خوارزم اور عراق کے علماء کی تصانیف اس وقت مقبّر بھی جاتی تھیں جب ہندوستان کے علماء ان پر ہر توثیق ثبت کر دیتے تھے لکھا ہے :

”اگر استادان شہر ماں تصنیف را استخوان و اعتبارے کردندے مقبّر شدے

والا فہجور ماندے“ ۱۷

دہلی میں ہر روز وعظ و تذکیر کا ہنگامہ گرم رہتا تھا۔ مولانا عطاء الدین حسام درویش کی ”الحان جاں نواز“ کا یہ حال تھا کہ —

نہ چشمے دیدہ نہ گوشے شنیدہ“ ۱۸

بیس سال تک اُن کی مجلسوں میں دانشمندوں، کاملوں، فاضلوں اور شاعروں کے ہجوم لگے رہے۔ اسی زمانہ میں مولانا حمید، مولانا لطیف مفری اور ان کے بیٹوں نے

تذکیر کی محفلیں سجاائیں۔ مولانا لطیف کی قرآن خوانی کا یہ عالم تھا کہ

”مُمرغ از آسمان فرود آمدے“ ۱۹

و دیگر مذکرین میں مولانا ضیاء الدین ستامی، مولانا شہاب الدین خلیلی، مولانا کریم الدین

۱۵ تاریخ فیروز شاہی - ص ۳۵۳ ۱۶ ایضاً ص ۳۵۴ ۱۷ ایضاً ص ۳۵۵ ۱۸ ایضاً ص ۳۵۵-۳۵۶

۱۹ ایضاً ص ۳۵۵-۳۵۶ ۲۰ انہوں نے ایک کتاب ”نصاب الاحساب“ لکھی تھی۔ شیخ نظام الدین

اولیاء کے مخالف تھے۔ سماع پر اعتراض کیا کرتے تھے۔ جب مرض موت میں مبتلا ہوئے تو شیخ نظام الدین

اولیاء ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ مولانا کو اطلاع ہوئی تو اپنا دستار چھ (بقیہ بر صفحہ ۲۴)

مولانا جلال حسام درویش، اور مولانا بدرالدین پنہو کھودی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ عہد علائی کے مذکرین و علماء حکومت وقت سے بے تعلق ہے۔ اور نیک نیتی کے ساتھ عوام کی اصلاح و تربیت کے لیے کوشش کرتے رہے۔

ضیاء الدین برنی نے اپنے عہد کے مندرجہ ذیل علماء کی فہرست دی ہے :-

عہد علائی کے علماء

- | | |
|-------------------------------|---------------------------------|
| (۱) قاضی فخر الدین ناقلہ | (۱۴) مولانا نظام الدین کلاہی |
| (۲) قاضی شرف الدین سراہی | (۱۵) مولانا نصیر الدین کٹرہ |
| (۳) مولانا نصیر الدین غنی | (۱۶) مولانا نصیر الدین صابونی |
| (۴) مولانا تاج الدین مقدم | (۱۷) مولانا علار الدین تاجر |
| (۵) مولانا ظہیر الدین لنگ | (۱۸) مولانا کریم الدین جوہری |
| (۶) قاضی منیث الدین بیانہ | (۱۹) مولانا حجت ملتانی |
| (۷) مولانا رکن الدین سناسی | (۲۰) مولانا حمید الدین مخلص |
| (۸) مولانا تاج الدین کلاہی | (۲۱) مولانا برہان الدین بھکری |
| (۹) مولانا ظہیر الدین بھکری | (۲۲) مولانا افتخار الدین برنی |
| (۱۰) قاضی محیی الدین کاشانی | (۲۳) مولانا حسام الدین سرخ |
| (۱۱) مولانا کمال الدین کولی | (۲۴) مولانا وحید الدین طہو |
| (۱۲) مولانا وجیہ الدین پائلی | (۲۵) مولانا علار الدین کرٹک |
| (۱۳) مولانا مہناج الدین قاینی | (۲۶) مولانا حسام الدین ابن شادی |

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۳) راستہ میں پھوڑا دیا۔ شیخ نظام الدین اولیاء نے دستار چہ کو اٹھا کر آنکھوں سے لگالیا جب مولانا ضیاء الدین کا انتقال ہو گیا تو نہایت رنج کے ساتھ فرمایا۔

”یک ذات بود حامی شریعت حیف آن نیز نماند“ (اجار الاخیاء۔ ص ۱۰۸)

- (۲۷) مولانا حمید الدین بنیانی
 (۲۸) مولانا شہاب الدین ملتانی
 (۲۹) مولانا فخر الدین ہانسوی
 (۳۰) مولانا فخر الدین سقاقل
 (۳۱) مولانا صلاح الدین سترکی
 (۳۲) قاضی زین الدین ناقلہ
 (۳۳) مولانا وجیہ الدین رازی
 (۳۴) مولانا علاء الدین صدر الشریعہ
 (۳۵) مولانا میراں ماریکلہ
 (۳۶) مولانا نجیب الدین ساری
 (۳۷) مولانا شمس الدین تم
 (۳۸) مولانا صدر الدین گندہک
 (۳۹) مولانا علاء الدین لوہوری
 (۴۰) مولانا شمس الدین بھٹی
 (۴۱) قاضی شمس الدین گاندوئی
 (۴۲) مولانا صدر الدین تاوی
 (۴۳) مولانا معین الدین لوئی
 (۴۴) مولانا افتخار الدین رازی
 (۴۵) مولانا معز الدین اندہنی
 (۴۶) مولانا نجم الدین انتشار

اس فہرست میں علماء کی وطنی نسبت پر غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ ان میں سے کتنے بزرگ بیاض، بھکر، کول، کٹرہ، ملتان، برن، ہانسی، سترکھ، لاہور، وغیرہ سے تعلق رکھتے تھے! اب سرزمین ہند کی علمی فضا اس قابل ہوگئی تھی کہ رازی و غزالی کے پایہ کے عالم پیدا کر سکے!

عہدِ خلیجی کا نصاب تعلیم اور مروجہ کتابیں
 مولانا سید عبدالحی مرحوم نے دور اول کا مندرجہ ذیل نصاب بتایا ہے :-
 نحو: کافیہ، لبّ الالباب مصنفہ قاضی ناصر الدین بیضاوی

فہرہ: ہدایہ

اصول فقہ: منار، اصول ہزدوی
 تفسیر: مدارک، بیضاوی، کشاف

لے رسالہ الندوہ - فروردی ۱۹۰۹ء - ص ۷ - ۸

نصوف، غوارف، فصوص

حدیث: مشارق الانوار، اور مصابیح السنہ

ادب: مقالات حریری۔

منطق: شرح شمسہ

فن کلام: شرح صحائف، تمہید ابوشکور سالمی۔

لیکن یہ فرست مکمل نہیں ہے۔ ان کتابوں کے علاوہ بہت سی اور کتابیں بھی اس زمانے میں لوگوں کے مطالعہ میں رہتی تھیں، گو باقاعدہ طریقے پر نصاب میں شامل نہ تھیں۔ معاصر تذکروں، تاریخوں اور ملفوظات کی بنیاد پر ہم مندرجہ ذیل فرست پیش کرتے ہیں تاکہ اس عہد کے مسلمانوں کے عام دینی اور علمی رجحانات کا اندازہ ہو سکے۔

- | | |
|-------------------------------------|-------------------------------|
| (۱) قوت القلوب | (۱۳) کیمیائے سعادت |
| (۲) احیاء العلوم | (۱۴) تحفۃ الشباب |
| (۳) رسالہ قشیری | (۱۵) تفسیر مدارک |
| (۴) مکتوبات عین القضاة | (۱۶) نخب البلاغۃ |
| (۵) مرصاد العباد | (۱۷) کنز الادب |
| (۶) لوائح، قاضی حمید الدین ناگوری | (۱۸) تفسیر حقائق |
| (۷) تفسیر امام ناصری۔ | (۱۹) فقہ معقول |
| (۸) نوادر الاصول۔ مولانا علاء الدین | (۲۰) اخبار الاثمار |
| ترمذی۔ | (۲۱) مصباح الدجی |
| (۹) روح الارواح | (۲۲) سیر المملوک |
| (۱۰) مقصد الاقصیٰ | (۲۳) تعرف |
| (۱۱) اسناد حلیہ شیخ عبداللہ تشری | (۲۴) مکتوبات مولانا فخر الدین |

(۲۷) تذکرۃ الاولیاء

(۲۵) قدوری

(۲۸) خمسہ نظامی

(۲۶) مجمع البحرین

عہدِ تغلق میں سلامی علوم کی لحاظ سے شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے عہدِ تغلق میں علمی معیار کے گرجانے کی شکایت کی ہے اور لکھا ہے

کہ گو اس زمانے میں بہت سے علماء موجود تھے لیکن عہدِ علانی کی سی رونق نہ تھی۔ اس انحطاط کے باوجود دہلی کا جو علمی ماحول تھا وہ کسی طرح ایسا نہ تھا کہ اس پر فیس کیا جائے۔ عرب سیاحوں کا بیان ہے کہ محمد بن تغلق کے زمانے میں صرف دہلی میں ایک ہزار مدرسے تھے۔ فیروز شاہ کا مدرسہ مشرق کی اعلیٰ ترین درس گاہوں میں تھا۔ دور دور سے لوگ اس کو دیکھنے کے لیے آتے تھے۔ سیرت فیروز شاہی میں لکھا ہے

اپنے نظارہ دیدار اور شرق و غرب

کارواں درکارواں و قافلہ در قافلہ سے

طلباء کے قیام و طعام کا نہایت عمدہ انتظام تھا۔ جید علماء درس و تدریس کا کام انجام دیتے تھے۔ مطر حوض خاص کی سیر کے بعد جب مدرسہ کے باغ میں پہنچتا ہے تو دیکھتا ہے کہ

صحن اور فح فرا ساحت اوجاں پروں خاک اور مشک فشاں نکست او غیر بار

سبز و سنبل و ریحاں و گل لالہ درو رستہ و آراستہ چنداں کہ کند چشم تو کار

بام و برجش بزرگ آراستہ چوں روئے بام درو دیوار بعلادادہ بطلق آئینہ وار

مدرسہ میں جب داخل ہوتا ہے تو دیکھتا ہے :-

چوں درآمد ز درش دید دریاں جنت خلد قاصداں (فاضلاں) صفِ ردہ پر سکو ملائک کردار

عائمان عربی لفظ و عربی دانش ہمہ درجہ شامی و بمصری دستار

۱۔ فرس التوالیف (قلمی) ۲۔ صبح الاعشی

۳۔ سیرت فیروز شاہی (قلمی نسخہ) نیز ملاحظہ ہو تاریخ فیروز شاہی - ص ۵۶۴ - ۵۶۵ -

ہر یکے نادرہ دہر در انواع ہنسہ
 ہر یکے واسطہ عقل در اطراف دیار
 در فقاہت بخارا و سمرقند نشان
 در بلاغت بجزا و دین و نجد و منار
 صدر آں محفل سر دفتر آں استاد
 کہ ز سر تا بقدم صورت عقلست و وقار
 گفتیم ایں عالم آفاق جلال الدین است
 روحی آں کو تسبیح سے کند ورم فحار
 راوی ہفت قرات سند چارہ علم
 شارح پنج سنن مفتی مذہب ہر چار
 پس شنیدیم ز گفتار شیخ انواع علوم
 اخذ کردیم ز تفسیر و اصول و اخبار
 اس کے بعد کھانے کا حال لکھا ہے کہ
 ہمہ دراج و کبوتر بچہ و کبک و کلنگ
 ماہی و مرغ مسمن برہ کوہ و قنار

عہد تعلق کے علماء | عہد تعلق میں بعض نہایت مشہور علماء اور شعراء موجود تھے جن کی علمی کاوشوں نے اس دور کو بڑی رونق بخش دی تھی۔

مولانا معین الدین عمرانی اس زمانہ کے جید عالم تھے۔ شیخ محدث نے ان کے متعلق لکھا ہے:

”دانشمند عظیم و استاد شہر بود“ ۱۷

انہوں نے کنز، حسامی، مفتاح وغیرہ پر حواشی لکھے تھے۔ محمد بن تعلق نے ان کو شیراز قاضی عصند کے پاس بھیجا تھا اور ہندوستان آنے کی دعوت دی تھی اور متن مواقف کو اپنے نام معنون کرنے کی درخواست بھی کی تھی۔

اس دور کے ایک اور مشہور عالم مولانا ضیاء الدین بخشیش تھے۔ انہوں نے بدایوں کے ایک گوشہ میں اپنی زندگی گزار دی اور کبھی عزت و شہرت کے خواہاں نہ ہوئے۔ انہوں نے اپنے دل کی دنیا ”سوز و مستی، جذب و شوق“ سے تعمیر کی تھی۔ ان کی دعا تھی یہ

۱۷ دیوان مطہر۔ اورشیل کالج میگزین۔ مئی ۱۹۳۵ء۔ ص ۱۳۷-۱۳۸۔

۱۸ اخبار الاخبار۔ ص ۱۴۲۔

۱۹ ملاحظہ ہو خاکسار کا مضمون ”مولانا ضیاء الدین بخشیش“ ”مطبوعہ بریلان“ نومبر ۱۹۵۱ء

خدایا اہل دل را ذوق دل دہ ضیائے بخشی را شوق دل دہ

انہوں نے مندرجہ ذیل تصانیف چھوڑی ہیں —

(۱) طوطی نامہ (۲) شرح دعلے ثریانی

(۳) چل ناموس (۴) سلک السلوک

(۵) گلرین (۶) لذات النساء

ان کتابوں سے اُن کی معلومات کی وسعت، مذہبی معاملات میں ان کی بالغ

نظری اور بیدار احساس کا اندازہ ہوتا ہے۔

مولانا احمد تھانیسری اس دور کے ایک اور جید عالم ہیں۔ وہ حضرت چرخِ دہلوی

کے مرید تھے۔ جب تیمور نے حملہ کیا تو وہ گرفتار ہو کر تیمور کے پاس پہنچے۔ وہاں شیخ الاسلام

نبیرہ مولانا برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ سے سخت گفتگو ہوئی اور مولانا تھانیسری

نے اپنے شاگردوں سے صاحب ہدایہ کی غلطیوں پر تقریر کرائی۔ یہ عربی زبان پر اُن کو بڑا

اچھا عبور حاصل تھا۔ ایک قصیدہ لغتِ رسول میں لکھا تھا جو فصاحت و بلاغت میں

لاجواب ہے۔

مولانا تھانیسری کے ایک مشہور ہم عصر مولانا خواجگی تھے۔ اُن کو مولانا معین الدین

عمرانی سے تلمذ تھا۔ ان کے شاگرد قاضی شہاب الدین دولت آبادی تھے جنہوں نے

بدائع البیان، حاشیہ کافیہ، شرح بزودی، تفسیر بحرِ موانع وغیرہ تصنیف فرمائی تھیں۔

عہدِ تعلق کے مورخین میں مولانا ضیاء الدین برنی اور عصامی خاص طور پر قابل

ذکر ہیں۔ شعراء میں مطہر، یوسف گدا، بخشی، بدر چاچ، مسعود بک وغیرہ امتیازی شان

۱۱ اخبار الاخبار۔ ص ۱۲۲-۱۲۳ ۱۲ مصنف تاریخ فیروز شاہی، فتاویٰ جہانگیری، حسرت نامہ

ثنائے محمدی وغیرہ۔ ۱۳ مصنف فتوح السلاطین (مرتبہ ڈاکٹر محمدی جن آگرہ، نیز محمد یوشع بداس)

۱۴ دیوان۔ اور نیلِ گالچ میگزین ۱۹۳۵ء ۱۵ مصنف تحفۃ النصائح (مطبع نور لاہور ۱۳۸۵ھ)

۱۶ قصائد بدر چاچ (لاکھنؤ ۱۳۸۵ھ) ۱۷ حالات کے لیے ملاحظہ ہو اخبار الاخبار۔ ص ۱۶۴-۱۶۵۔

کے مالک تھے۔

محمد بن تغلق کے زمانہ میں حمالک اسلامی سے علماء و شعرا کثیر تعداد میں ہندوستان آئے۔ امام ابن تیمیہ کے شاگرد امام عبد الغزیز اردبیلی نے محمد بن تغلق کے دربار میں احادیث نبوی بیان کیں۔ قاموس کے مصنف مولانا مجد الدین فیروز آبادی اسی زمانے میں ہندوستان آئے۔

مشائخ کے ملفوظات کے بعض مستند اور قابل قدر مجموعے اسی زمانے میں مرتب ہوئے امیر خورونے سیرالاولیاء، حمید قلندر نے خیر المجالس، شیخ عزیز نے سرور الصدور، حماد کاشانی نے احسن الاقوال اسی زمانے میں ترتیب دیں۔

لودیوں کے عہد میں علوم اسلامی کی نوعیت | تیمور کے حملے (۱۳۹۹ء) نے شمالی ہندوستان بالخصوص دہلی کی بڑی

مجلسوں کو درہم برہم کر دیا۔ علماء و مشائخ دہلی کو چھوڑ کر مختلف صوبوں میں چلے گئے سکندر لودی نے اس اجمڑی بزم کو از سر نو سنوارنے کی کوشش کی اور مشاہیر علماء کو درود سے بلا کر یہاں بسایا شیخ عبدالحق محدثؒ لکھتے ہیں۔

”.... اس قدر یہ کہ زمان صلح و تقوی و ورع و دیانت و صیانت بود و بیکار

از اکابر و علماء از اطراف و اکناف عالم از عرب و عجم دراں زماں تشریف آورده

دریں دیار توطن فرمودند“ ۱۷

سکندر لودی کے زمانہ میں ملتان میں جب لنگا خاندان برسر اقتدار آیا تو وہاں کے بہت سے علماء اس طرف رجوع ہو گئے۔ شیخ عبد اللہ اور شیخ عزیز اللہ نے سنبھل میں قیام کر لیا تھا۔ سکندر لودی شیخ عبد اللہ کا بیڑا احترام کرتا تھا اور ان کے حلقہ درس میں شریک

۱۷ ابن بطوطہ۔ (عجائب الاسفار۔ ص ۱۲۰)

۱۸ اخبار الاخبار۔ ص

ہوتا تھا۔ ان دونوں بزرگوں نے علم معقول کو بہت ترنی دی اور معیار فضیلت کو بلند کرنے کے لیے قاضی عسکری تصانیف مطلع و موافق اور سکاکی کی مفتاح العلوم کو درس میں شامل کیا۔ اس کے بعد یہ کتابیں نصاب کا خاص جز بن گئیں۔

اسی زمانہ میں مولانا رفیع الدین صفوی شیرازی دہلی تشریف لائے اور عرصہ دراز تک درس تدریس کا ہنگامہ برپا رکھا۔ شیخ عبدالحق ان کے متعلق لکھتے ہیں: دانشمند بود و محدث "وہ معقولات میں مولانا جلال الدین دوانی کے اور حدیث میں شیخ سخاوی کے شاگرد تھے۔ مولانا جمالی لودیوں کے زمانے میں بیشتر اسلامی ممالک کی سیاحت کے بعد ہندوستان واپس آئے اور مشائخ ہند کے حالات میں سیر العارفین تصنیف فرمائی۔ جو سیر الاولیاء اور اخبار الاخبار کے درمیان ایک اہم اور معتبر کڑی سمجھی جاتی ہے۔ جمالی کے مرشد مولانا سماء الدین بھی جید عالم تھے شیخ فخر الدین عراقی کی لمعات پر فاضلانہ حاشیہ لکھا تھا۔ ان کی ایک اور تصنیف مفتاح الاسرار ہے۔

شیخ عبد الوہاب بخاری ملتان کے مشہور عالم تھے۔ سکندر لودی کے عہد میں دہلی آکر بس گئے تھے۔ سلطان کو ان سے بڑی عقیدت تھی۔ انہوں نے ایک تفسیر بھی لکھی تھی جس کے متعلق شیخ محدث کا بیان ہے :-

"... تفسیر بیت کہ اکثر قرآن بلکہ تمام آئرا رجاع بنعت پیغمبر ذکر او کردہ صلی اللہ علیہ وسلم و بسیارے از دقایق عشق و اسرار محبت در انجا درج کردہ است غالباً وقوع آن در غلبہ حال و استغراق وقت بودہ است و ہذاں جہت در بعض مواضع جانب ظاہر لفظ و عبارت نامرعی ماندہ است"

سکندر لودی کے زمانہ میں شاہ جنال شیرازی کہ معظمہ سے آکر دہلی میں مقیم ہو گئے۔ انہوں نے

گلشنِ راز پر نہایت اعلیٰ شرح لکھی تھی۔ ثنوی مولانا روم کے اسرار و خواص و لکھنؤ میں بیان کرتے تھے۔

لودیوں کے زمانہ کے چند اور بزرگ بھی قابل ذکر ہیں۔ مثلاً شیخ ادہن دہلوی جو شیخ عبدالحق کے نانا تھے اور علم و فضل، زہد و ورع میں ممتاز تھے۔ اور مولانا شعیب جن کے متعلق شیخ محدث کا بیان ہے —

”در وعظ و تذکیر بے نظیر زماں خود.... جمیع اکابر و علمائے شہر در پائے وعظ او حاضر

شدند و اکثر از موالی و اہالی شہر در ابتداء شاگرد او بودند“

گزشتہ صفحات میں ہم نے اسلامی ہند کے عام علمی ماحول کا ایک سرسری جائزہ لیا ہے۔ کیا قرون وسطیٰ کے اس تعلیمی نظام میں قرآن و حدیث کے لیے کوئی جگہ نہ تھی؟ کیا یہ سب علماء قرآن و حدیث سے یکسر نا آشنا تھے؟ — اللہ اعلم و دانش کی کوششہ سازیاں کہ مسلمانوں کی ایک مشہور تعلیمی درس گاہ کے فارغ التحصیل نے اسلامی ہند کی سات سو سالہ تاریخ پر نظر ڈالی اور اس کو ظلمت ہی ظلمت نظر آئی۔ ۶

بسوخت عقل ز حیرت کہ اس چہ بواجبی ست

آئیے ہندوستان میں قرآن و حدیث اور فقہی علوم کا جائزہ لیں تاکہ شیخ محدث سے قبل کا پورا دینی ماحول ہماری آنکھوں کے سامنے آجائے۔

علوم قرآن

قرآن پاک ہمیشہ مسلمانوں کے لیے غور و فکر کا مرکزی نقطہ رہا ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جن علوم کو بھی مسلمانوں نے ترقی دی وہ کسی نہ کسی طرح قرآن ہی سے متعلق تھے۔

۱۔ اخبار الاخیار۔ ص ۲۱۳۔ ۲۔ ایضاً۔ ص ۲۱۸-۲۱۹۔ ۳۔ ایضاً۔ ص ۲۱۹۔

۴۔ ”الفرقان“ (شاہ ولی اللہ دہلوی) مسعود عالم ندوی کا مضمون۔

(۱) ہندوستان میں مسلمان بچوں کی تعلیم کی ابتداء ہمیشہ قرآن پاک سے ہوئی ہے۔ اور اس کے حفظ کرنے اور قراءت کے لیے بڑے اہتمام کیے گئے ہیں۔ علوم قرآن کے جس حصہ نے سب سے زیادہ ترقی کی ہے وہ علم قراءت ہے۔ عرب میں قرآن پڑھنے کے سات طریقے رائج تھے۔ ہندوستان میں یہ سب طریقے پہنچے۔ شیخ بہار الدین زکریا ملتانیؒ نے اردو میں سات طرح کی قراءت سیکھی تھی۔ لکھا ہے

”حضرت شیخ حفظ قرآن باہفت قراۃ از برداشت“ ۱

ضیاء الدین برنی نے عہد علانی کے تین ماہرین قراءت کے نام گنانے کے بعد لکھا ہے کہ شہر کے سیکڑوں حافظ اُن سے اپنی قراءت درست کرتے تھے اور

”مثل ایشان در خراسان و عراق نشان نداده اند“ ۲

ان کے نام یہ ہیں :-

(۱) مولانا جمال الدین شاطبی

(۲) مولانا علاء الدین مقری

(۳) خواجہ زکی خواہر زادہ حسن بصری۔

فیروز شاہ کے مدرسہ کا حال پیچھے گزر چکا ہے۔ اس کے پرنسپل مولانا جلال الدین رمی ”راوی ہفت قراۃ“ تھے۔ گلزار ابرار میں شیخ عبد الملک قاری کا حال اس طرح لکھا ہے:

”آپ کلام ربانی کو سات قراۃ اور چودہ روایت سے پڑھتے تھے اور ہمیشہ سب کو خواہ درویش ہو یا تو نگر حبشہ شد قرآن اور قراۃ سکھایا کرتے تھے۔ اسی پسندیدہ طریقہ کے ساتھ ایام عمر پورے کر دیے اور دار الخلافہ اگرہ میں خواب گاہ اختیار کی۔ آپ کے بعد آپ کے فرزند شیخ محمد قرآن کے شوقین لوگوں کے ساتھ باپ کا طریقہ اختیار کیا۔“

۱۔ سیر العارفین ص ۱۰۳۔ ۲۔ تاریخ فیروز شاہی۔ ص ۳۵۵۔

۳۔ دیوان مطہر (اورنٹیل کالج میگزین، مئی ۱۹۳۵ء) ۴۔

کر کے جانشین ہوئے" لہ

صوفیہ میں شیخ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ قراءۃ کے ماہر تھے اور اپنے اعلیٰ مریدین و خلفاء کو قرآن بہت دلکش انداز میں پڑھانے لکھتے تھے شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے امام شیخ شہاب الدین کے متعلق لکھا ہے کہ آپ کی خوش الحانی سے پرندے اور چوندے تک مدہوش ہو جاتے تھے۔ آخری زمانہ کے علماء میں شیخ عبدالوہاب متقیؒ فن قراءہ اور تجوید کے ماہر استاد تھے۔ شیخ محدث نے ایک بزرگ شیخ سلیمان مندوی کے متعلق لکھا ہے کہ "در تجوید قرآن یگانہ عصر بود" لہ شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کو ان سے تلمذ تھا۔

ماہرین قراءت کے یہ نام بلا کسی تلاش اور کوشش کے پیش کر دیے گئے ہیں۔ اگر مذہبی تذکروں اور ملفوظات سے اُن بزرگوں کے نام جمع کیے جائیں جن کو اس فن سے دلچسپی تھی تو یقیناً چند جزو کی فہرست مرتب ہو سکتی ہے۔ یہاں ہمارا مقصد صرف یہ دکھانا تھا کہ علوم قرآنی کی یہ شاخ ہندی مسلمانوں کی خاص توجہ کا مرکز رہی ہے۔

(۲) تجوید و قراءت سے گزر کر جب ہم تفسیر کی طرف رخ کرتے ہیں اور ہندی مسلمانوں کے دینی سرمایہ کا جائزہ لیتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور اُن کے گھرانے سے پہلے قرآن فہمی کا عام چرچا ہندوستان میں کبھی نہیں ہوا۔ تفسیر کی جو کتابیں اس سے پہلے لکھی گئیں اُن کی افادیت کا دائرہ علماء تک محدود رہا عوام ان سے استفادہ نہ کر سکے۔

قرآن کا سب سے پہلا ترجمہ ہندوستان میں سندھی زبان میں ہوا۔ یہ ترجمہ ۱۲۷۶ھ میں اردو کے راجہ کے لیے کیا گیا تھا۔ اس کے بعد شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے ایک عزیز

لہ گلاز اراہار۔ ص ۱۳۱۔ لہ سیر الاولیاء۔ بابا فریدؒ نے چند بابوں میں شیخ نظام الدین اولیاءؒ کو پڑھانے لکھتے تھے کہ "والضالین" کی قراءۃ جس طرح بابا صاحب کرتے تھے اس طرح کسی کو بھی کرتے ہوں نہیں سنا۔ لہ سیر الاولیاء ص ۲۹۰-۲۹۱۔ لہ اخبار الاخبار۔ ص ۲۱۵۔ لہ عجائب الهند۔ ص ۳۔ بحوالہ تاریخ ہندو۔ مولانا سید ابوظہر ندوی (۱۹۳۷ء)

مرید اور خواہر زادہ خواجہ قاسم نے لطافت التفسیر لکھی تھی۔ اس تفسیر کا مقصد یہ تھا:
 ”تا منافع بخاص و عام رسد و مبطاع اُن براسرار قرآن و دقائق فرقان مطلع گردند“
 اس تفسیر کا کوئی نسخہ نظر سے نہیں گزرا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ سے قبل علوم قرآنیہ پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں وہ یہ ہیں:
 (۱) الرسالة فی النسخ و المنسوخ: امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ نے لکھا تھا۔ اس کا
 قلمی نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ (۱۳۸۲ھ) شیخ غلام الدولہ سمنانیؒ کے مرید تھے۔ ترک وطن
 کر کے سیدوں کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ کشمیر چلے آئے تھے اور وہیں ۱۳۸۴ھ میں
 وصال فرمایا۔

(۲) خلاصۃ جواہر القرآن فی بیان معانی القرآن: مولانا ابوبکر اسحاق ملتانی
 المعروف بہ ابن التاج کی تصنیف ہے۔ قلمی نسخہ برلن کے کتب خانہ میں موجود ہے۔
 مولانا ابن التاج کا حال کتابوں میں نہیں ملتا لیکن مسالک الابصار مصنفہ
 شہاب الدین العمری سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی کافی شہرت تھی۔ العمری نے ان کے
 بیانات کو بڑی وقعت سے نقل کیا ہے۔

(۳) تبصیر الرحمن و تیسیر المنان: تصنیف شیخ علی بن احمد المہامیؒ
 گجرات کے علماء میں شیخ علی مہامیؒ کو خاص مرتبہ حاصل ہے۔ مولانا سید عبدالحی
 مرحوم نے لکھا ہے

”میرے نزدیک ہندوستان کے ہزار سالہ دور میں، شاہ ولی اللہ دہلوی کے سوا
 حقائق نگاری میں اُن کا کوئی نظیر نہیں“ ۵۵

۵۵ سیر الاولیاء ص ۲۰۷ ۵۶ حالات کے لیے ملاحظہ ہو نقحات الانس، سفینۃ الاولیاء ص ۱
 ۵۷ فہرست مرتبہ المطبوعات ۸۶۰ ۵۸ مسالک الابصار ص ۴۲ (انگریزی ترجمہ) ۵۹ یادایام ص ۵۲۔

اس تفسیر کے متعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی رائے یہ ہے :-
 ”تفسیر رحمانی کہ بصفت ایجاز و دقیق موصوف است و تفسیر القرآن التزاج

دادہ دست“ ۱۵

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ اس تفسیر کے متعلق اچھی رائے نہیں رکھتے تھے۔ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں :-

”کتاب تبصیر الرحمن کہ مرسل داشته بودند بعضے از موانع آن را مطالعہ نمودہ واپس فرستاد، مگر مصنف این کتاب خیلے میل بہ مذہب فلاسفہ دارد و نزدیک است کہ حکیم را عدیل انبیاء سازد۔۔۔ مطالعہ این کتاب بے ضرر ہائے خفیہ بلکہ جلیہ نیست۔ اظہار این معنی لازم دانست بچند کلمہ متقدم گشت“

شیخ ہمامی، فصوص الحکم پر گہری نظر رکھتے تھے اور وحدت الوجود کے پرچم پر علمبردار تھے لیکن ہے کہ شیخ مجددؒ کو ان کے نظریات سے اس بتا پر بھی اختلاف ہو۔

(۴) بحر مواج: قاضی شہاب الدین دولت آبادی۔

قاضی شہاب الدین اپنے زمانے کے مشاہیر علماء میں تھے۔ ان کی تفسیر قطعاً عام فہم نہ تھی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اس کے متعلق لکھتے ہیں :-

”بحر مواج تفسیر قرآن مجید کردہ بعبارت فارسی ادروے بیان ترکیب و معنی فضل و صل دادہ است و درینجا نیز از براءے سجع تکلفے کردہ است، قابل اختصار و تنقیح و تہذیب است“ ۱۶

(۵) شئون المنزلات: شیخ علی متقیؒ (۱۵۶۷ھ)

۱۵ اخبار الاخیار۔ ص ۱۷۳۔ ان کے تفصیلی حالات کی تلاش ہو تو مندرجہ ذیل کتابوں

کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اخبار الاخیار۔ ص ۱۷۵-۱۷۶۔ سبحة المرجان ص ۳۹، صدائق الخفیہ۔

ص ۳۱۹۔ النسا بیکلو پیڈیا آت اسلام۔ جلد اول ص ۹۳۲۔

۱۶ اخبار الاخیار۔ ص ۱۷۵۔ ۱۷۶ حالات کے لیے ملاحظہ ہو ضمیمہ (۱)۔

(۶) التفسیر المجدی المسمی بہ کاشف الحقائق : ابو صالح محمد بن احمد میاں گج

(۱۵۷۳ھ) احمد آباد کے مشاہیر علماء میں تھے۔

(۳) نصاب تعلیم میں تفسیر کی مندرجہ کتابیں برہی ہیں :

(۱) کشاف (۲) مدارک (۳) بیضاوی

ان کے علاوہ تین اور کتابوں کے حوالے ملتے ہیں :

(۱) تفسیر ناصری (۲) تفسیر زاہد (۳) تفسیر حقائق۔

ہندوستان میں علماء کی توجہ کا مرکز زیادہ تر تفسیر کشاف ہی رہی۔ شیخ حمید الدین ناگوری
خلیفہ خواجہ معین الدین چشتیؒ نے اس کو آٹھ جلدوں میں بندھوا لیا تھا تاکہ جس جزو کی
ضرورت ہو اس کا مطالعہ آسانی سے کر لیں۔ اس تفسیر کے متعلق اُن کی رائے بہت
وقع ہے۔ فرماتے ہیں :

”اُنچہ در کتابہ دیکراست ہم ازیں کتاب است، ہرچہ دانستہ اند و خوش آمدہ

است ازینجا نقل کردہ اند و کتب بے علیحدہ بنامے خویش کردہ اند“ ۱۷

ہندوستان میں مدارک اور بیضاوی پر کئی حاشیے لکھے گئے۔ شیخ الہمداد جون پوریؒ

(المتوفی ۱۵۲۵ھ) نے ”حاشیہ علی المدارک التنزیل“ خطیب ابوالفضل گجراتی (۱۵۵۷ھ) نے

حاشیہ علی تفسیر البیضاویؒ اور شیخ وجیہ الدین علویؒ نے حاشیہ علی بیضاوی لکھا۔

حقیقت یہ ہے کہ جہاں تک تفسیر کا تعلق ہے علماء ہند کشاف، بیضاوی اور

مدارک سے آگے نہ بڑھ سکے۔

تفسیر زاہد کے متعلق سرور الصدور میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے اوچہ میں آئی۔ وہاں

سے ملک کے دوسرے حصوں میں پھیلی۔

۱۷ حالات کے لیے تذکرہ علماء ہند۔ ص ۲۱۲ ۱۸ سرور الصدور (قلبی نسخہ) ص ۴۴

۱۹ اخبار الاخبار۔ ص ۱۹۱-۱۹۲۔ ۲۰ قلمی نسخے رامپور اور پشاور کے کتب خانوں میں موجود ہیں

۲۱ سرور الصدور۔ ص ۶۱۔

علم حدیث

بعض مصنفین کا خیال ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اور شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے پہلے ہندوستان کے مسلمان علم حدیث سے نا آشنا تھے اور مشارق الانوار کے علاوہ کسی حدیث کی کتاب سے واقفیت نہ رکھتے تھے۔ یہ خیال غلط ہے۔ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ان دونوں بزرگوں نے حدیث کا بے حد چرچا کیا اور عوام کے استفادہ کے لیے بہتر طریقے پر ان علوم کی اشاعت کی، لیکن یہ کہنا کہ ان سے پہلے علم حدیث یا حدیث کی کتابیں ہندوستان میں نہ تھیں تاریخی حقائق کے خلاف ہے۔ اسلامی ہند نے اپنے ابتدائی دور میں سیکڑوں عالم حدیث پیدا کیے اور علم حدیث پر متعدد کتابیں لکھی گئیں۔ جن اسباب کی بنا پر ہم نے یہ خیال ظاہر کیا ہے وہ یہ ہیں :-

(۱) گیارہویں اور بارہویں صدی عیسوی میں حدیث کی تقریباً سب کتابیں ممالک اسلامی میں رائج ہو چکی تھیں۔ یہ کس طرح تسلیم کر لیا جائے کہ ان ملکوں سے جو علماء ہجرت کر کر ہندوستان آئے وہ علم حدیث کو چھوڑ آئے اور باقی سب علوم اپنے ساتھ لے آئے۔

(۲) اگر اسلامی ہند کے ابتدائی دور کی کتابوں کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جائیگی کہ اس زمانہ میں علم حدیث کافی ترقی کر چکا تھا۔ کشف المحجوب کی سطریں جن ہاتھوں سے لکھی گئی ہیں، فوائد الفواد کے جملے جس زبان سے بولے گئے ہیں، ان کے عظیم المرتبت محدث ہونے میں شبہ کرنا علم و دیانت کے خلاف ہے۔ فوائد الفواد کو پڑھتے وقت تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ علم حدیث کا ایک ناپیدا کنار سمندر موجیں مار رہا ہے !

(۳) قاضی مہناج السراج نے اپنی مشہور کتاب طبقات ناصری میں خروج الکفار کے سلسلہ میں ”کتب معتبر حدیث“ کا ذکر کیا ہے اور پھر سنن ابی داؤد سجستانی کو نقل کیا ہے۔

طبقات ناصری ص ۳۲۶ - ۲۰ = ۶۲ - طبع کابل

(۴) حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ، مولانا رضی الدین صفائی صاحب مشارق الانوار کے متعلق لکھتے ہیں کہ جب وہ بدایوں سے دہلی پہنچے تو وہاں کافی علماء و محدثین موجود تھے :-

”باز بہ حضرت دہلی رسید، دران ایام در حضرت دہلی علماء کبار بودند با ہمہ در علوم تناسلی بود اما در علم حدیث از ہمہ ممتاز“ ۱

(۵) شیخ حمید الدین ناگوریؒ خلیفہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے زمانہ میں علم حدیث ناگوری میں اتنی ترقی کر گیا تھا کہ شیخ ناگوریؒ فرمایا کرتے تھے —

”مرد را بست ہزار حدیث یاد باید تا محدث شود“ ۲

(۶) ضیاء الدین برنی نے علم حدیث کے متعلق اپنی یہ رائے لکھنے کے بعد —

”بعد علم تفسیر الفس ترین علوم انفع ترین علوم است“

امام بخاری، امام ترمذی، امام مقدسی، امام واقدی، امام محمد اسحاق، امام دینوری وغیرہ کی کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے زمانہ میں حدیث کی یہ کتابیں نایاب نہ تھیں۔

(۷) بانگی پور کے کتب خانے میں صحیح مسلم کا ایک ایسا چرہ محفوظ ہے جو سلطان سکندر لودی (۸۹۴-۹۲۲) کے لیے لکھا گیا تھا۔ پہلے صفحہ پر یہ عبارت ہے :-

برسمه خزانه الكتب السلطان العادل الفاضل الكامل المجاهد في سبيل

الله ابي الفتح اسكندر شاه ابن بهلول ملكه وخلافته

(۸) شاہ مظفر بک خلیفہ حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ کے سلسلہ میں مناقب

الاصفیاء میں لکھا ہے :

۱۔ سرور الصدور (قلمی)

۲۔ ایضاً - ص ۱۳-۱۴

۳۔ فوائد الفوائد - ص ۱۰۴

۴۔ تاریخ فیروز شاہی - ص ۱۰

”نقل است کہ صحیح مسلم نسخہ مصحح در غایت تصحیح بود در کاغذ از ریشی بخط عرب نوشتہ بود

شیخ الاسلام شیخ مغربی راقی اُت صحیح مسلم ہمدان نسخہ بود“

(۹) مکتوبات مولانا امام مظفر بخنی میں لکھا ہے :

”شہیدہ شد کہ مولانا زین الدین ساکن دیوہ بہ بندگی صحیح مسلم و کتاب معتبر و معتد

در علم حدیث و بہ نزدیک مخدوم کتب احادیث بسیار جمع شدہ“

(۱۰) مکتوبات صدی میں ایک حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے :-

”یہاں در صحیح بخاری است“

(۱۱) برنی شیخ علاء الدین ابو دہنی کے متعلق لکھتا ہے :

”من از ثقات شہیدہ ام کہ ندیدیم شیخ علاء الدین را مگر در نماز یاد قرآن

یاد مطالعہ کتب حدیث“ ۱۷

(۱۲) مدرسہ فیروزی کے صدر مدرس ”شارح پنج سنن“ تھے، اور ان کا درس دیتے تھے

برنی نے لکھا ہے

”و متعلمان را ہمارہ تعلیم می کنند و تفسیر و حدیث و فقہ می خوانند“ ۱۸

مندرجہ بالا اقتباسات سے یہ حقیقت تو واضح ہو گئی کہ حدیث کی سب مشہور کتابیں

ہندوستان میں موجود تھیں۔ اور کچھ لوگ ایسے بھی تھے جن کو علم حدیث سے دلچسپی تھی۔

دسویں صدی ہجری میں | شیخ عبدالحق دہلوی کی خدمات حدیث گیارہویں صدی ہجری

علم حدیث ہندوستان میں | سے تعلق رکھتی ہیں، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم دسویں

صدی ہجری میں علوم حدیث کی عام حالت کا جائزہ لے کر آگے بڑھیں۔ دسویں صدی ہجری میں یوپی

دہلی، پنجاب کے سائے علاقہ میں صرف دو محدثین کے نام نظر آتے ہیں۔ حاجی ابراہیم قادری

۱۷ تاریخ فیروز شاہی - ص ۳۲۷ دیوان مطہر داؤد نسیل کالج میگزین۔

۱۸ تاریخ فیروز شاہی - ص ۵۶۳ - ۱۹ حاجی صاحب کا تفصیلی حال ان کتابوں میں ملاحظہ ہو

گلزار ابراہیم - ص ۴۲۳ - منتخب التواریخ - جلد سوم - ص ۱۳۹۔

محدث اور مولانا اسماعیل لاہوری۔

حاجی ابراہیم قادری (المتوفی ۱۲۸۵ھ) مانک پور میں پیدا ہوئے تھے۔ دو تین سال بغداد میں رہ کر علم حدیث حاصل کیا۔ پھر مصر پہنچے۔ وہاں شیخ شمس الدین علقمی سے حدیث کی تصحیح کی۔ شیخ محمد بکری شافعی سے سند اور اجازت لے کر مکہ معظمہ پہنچے۔ وہاں شیخ عبد الرحمن ابن الفہد مغربی، شیخ مسعود مغربی اور شیخ علی متقیؒ کی خدمت میں از سر نو حدیث کی تکرار کی۔ پھر مصر گئے۔ اور وہاں چوبیس سال تمام علوم کا درس دیا۔ آخر عمر میں وطن کی محبت غائب آئی تو ہندوستان کو روانہ ہو گئے۔ آگرہ سے گزر رہے تھے کہ خیال پیدا ہوا کہ ہمیں تفسیر و حدیث کی محفل گرم کی جائے۔ چنانچہ چھیالیس سال کی عمر تک جبکہ جان جاں آفریں کے سپرد کی اسی میں مشغول رہے۔

مولانا اسماعیل لاہوری (المتوفی ۱۳۸۸ھ) کے متعلق گلزار ابراہیم لکھا ہے :
 ”آپ ارباب حدیث کی بڑی سند دینے والوں میں سے ہیں۔ فقہ اور سنت کی کتابیں ایران میں شیخ الاسلام مولانا سیف الدین احمد شہید ہروی اور حضرت امیر جمال الدین عطاء اللہ محدث کی خدمت میں تصحیح اور مطالعہ فرمائی تھیں“ ۱
 ہندوستان کے ساحلی علاقوں اور سرحدی صوبوں کی حالت کا اس پر قیاس نہیں کرنا چاہیے۔ وہاں علم حدیث کا بہت زیادہ چرچا تھا اور احادیث کی شرحوں اور خلاصوں کا کام بڑی تیز رفتاری کے ساتھ ہو رہا تھا۔

اسی زمانہ میں بنگال کے بادشاہ علاء الدین حسین شاہ (المتوفی ۱۵۲۲ھ) کو محمد بن یزداں خواجہ شروانی نے صحیح بخاری کا نسخہ پیش کیا جو تین جلدوں پر مشتمل ہے اور

۱۔ حاجی صاحب کا تفصیلی حال ان کتابوں میں ملاحظہ ہو :-

گلزار ابراہیم۔ ص ۴۲۳ ، منتخب التواریخ۔ جلد سوم۔ ص ۱۳۹۔

۲۔ گلزار ابراہیم۔ ص ۴۹۸۔

بانگی پور کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ ۱۔

گجرات میں میر سید عبدالاول (۵۹۶۸ھ) نے صحیح بخاری کی شرح فیمن الباری کے نام سے لکھی تھی۔ شیخ عبدالملک عباسیؒ نے صحیح بخاری کا اس قدر مطالعہ کیا کہ پوری کتاب اُن کو حفظ ہو گئی۔ شیخ محمد بن طاہر نے صحاح ستہ کی شرح مجمع البحار کے نام سے لکھی۔ اور مشکوٰۃ کی لغات پر رسالہ فی لغات مشکوٰۃ تصنیف فرمایا۔ گجرات کے ایک اور عالم شیخ ناصر ہمیشہ مشکوٰۃ کے مطالعہ میں مشغول رہتے تھے۔ برہان پور میں شیخ قطب نے مشکوٰۃ پر حاشیہ لکھا۔ سید ہبۃ اللہ المعروف بہ شاہ میر شیرازی گجراتی (المتوفی ۱۰۸۸ھ) نے رسالہ "سود مند" تیار کیا جس میں تمام اقسام حدیث کو نہایت سلیقہ سے جمع کیا گیا تھا۔ حکیم عثمان صدیقی شاگرد شیخ وجیہ الدین علوی نے صحیح بخاری کی شرح لکھی۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس زمانہ میں ہندوستان کا یہ قلب و جگر (یعنی شمالی علاقہ) علم حدیث اور محدثین سے کیوں اس قدر خالی تھا، جب کہ ساحلی علاقوں میں حدیث کی کتابیں اس تیزی سے تصنیف ہو رہی تھیں۔ اس کے اسباب یہ ہیں:

محمد بن تعلق نے جب علماء و مشائخ کو ملک کے دور و دراز حصوں میں بھیج دیا تو شمالی ہندوستان میں علمی محفلیں سرد پڑ گئیں۔ فیروز تعلق نے اس بکھری ہوئی مجلس کو سمیٹنے کی کوشش کی لیکن اس کے بعد جو سیاسی ابتری پیدا ہوئی اُس سے تنگ آ کر علماء و صوبوں میں چلے گئے اور یہ علاقہ علماء سے یکسر خالی ہو گیا۔ تیمور کے حملہ نے تباہی کو

۱۔ فرست نمبر ۱۳۲ ۲۔ ملاحظہ ہو اخبار الاخبار۔ ص ۲۲۵
 ۳۔ احمد آباد کے مشہور عالم تھے۔ حدیث کی سند اپنے بھائی شیخ قطب الدین سے لی تھی۔ شیخ قطب الدین
 شیخ عبادی مصری شاگرد شیخ ابن حجر عسقلانی کے شاگرد تھے۔ (گلزار ابرار۔ ص ۱۳۱)
 ۴۔ گلزار ابرار۔ ص ۳۱۱ ۵۔ حالات کے لیے ملاحظہ ہو۔ اخبار الاخبار۔ ص ۲۴۲-۲۴۳
 ۶۔ گلزار ابرار۔ ص ۳۲۱، حدائق الحنفیہ۔ ص ۳۸۵-۳۸۶
 ۷۔ گلزار ابرار۔ ص ۳۱۶-۳۱۷

مکمل کر دیا۔ سکندر لودی نے اس بزم کو پھر رونق دینی چاہی لیکن سیاسی انتشار اور غیر یقینی حالات کے باعث زیادہ کامیابی نہ ہوئی۔ پھر اکبر کی بے راہ روی سے متاثر ہو کر اکثر علماء و مشائخ اس علاقہ سے ہٹ گئے۔ انہوں نے یا تو حرمین شریفین کی راہ لی یا پھر دارالسلطنت سے دور ساحلی علاقوں میں اقامت اختیار کر لی۔

بہر حال حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے جس وقت مسند درس پچھائی تھی اُس وقت شمالی ہندوستان میں حدیث کا علم تقریباً ختم ہو چکا تھا۔ انہوں نے اس تنگ و تاریک ماحول میں علوم دینی کی ایسی شمع روشن کی کہ دور دور سے لوگ پروانوں کی طرح کھج کر اُن کے گرد جمع ہونے لگے۔ درس حدیث کا ایک نیا سلسلہ شمالی ہندوستان میں جاری ہو گیا۔ علوم دینی خصوصاً حدیث کا مرکز ثقل گجرات سے منتقل ہو کر دہلی آگیا۔ گیارہویں صدی ہجری کے شروع سے تیرہویں صدی کے آخر تک علم حدیث پر جتنی کتابیں ہندوستان میں لکھی گئی ہیں اُن کا بیشتر حصہ دہلی یا شمالی ہندوستان میں لکھا گیا ہے۔ یہ سب شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کا اثر تھا۔

فقہی علوم

”اول علیہ کہ مقصود شود علم فرائض باشد، و پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ است کہ تعلموا الفرائض و علموها“ ۱

ان الفاظ میں خواجہ معین الدین اجمیریؒ کے خلیفہ شیخ ناگوریؒ نے علوم فقہ کو حاصل کرنے کی ترغیب دی تھی۔

ہندوستان میں ہمیشہ یہ دستور رہا کہ سلاطین بعض اہم فقہی مسائل پر علماء سے مشورہ کرتے تھے۔ کبھی کبھی محض بھی طلب کیا جاتا تھا جس میں دور دور سے علماء و شریکت

۱۔ سرور الصدور (قلمی فقہ)

کے لیے آتے تھے۔ شیخ جمال الدین تبریزیؒ کے متعلق ایک معاملہ پر ملک سے علماء کو طلب کیا گیا تو ڈھائی سو علماء نے شرکت کی۔ غیاث الدین تغلق کے دربار میں شیخ نظام الدین اولیاءؒ کو علماء کے ایک جلسہ میں سماع کے متعلق اپنا نقطہ نظر واضح کرنے کے لیے بلایا گیا۔ فیروز شاہ نے حق شرب پر فقہی مسئلہ دریافت کرنے کے لیے علماء کو طلب کیا۔ صرف یہ ہی نہیں، سلاطین کو خود مسائل کی کافی معلومات تھی۔ محمد بن تغلق کے متعلق تو یہ کہا جاتا ہے کہ ہر ایہ نوک زبان پر تھی۔ دو سو فقہاء اُس کے ساتھ کھانا کھاتے تھے۔ ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ اس کا حکم تھا کہ

”ہر شخص نماز و شرائط اسلام کو سیکھے، تمام لوگ بازاروں میں نماز

کے مسائل یاد کرتے پھرتے تھے اور کاغذوں پر لکھواتے تھے۔“

ہندوستان میں گواہتدار سے فقہ حنفی کا عروج رہا ہے لیکن اور مذاہب کے لوگوں کے ساتھ بھی نہایت رواداری کا سلوک کیا گیا ہے۔ امیر خسرو عہدِ علانی کے متعلق لکھتے ہیں۔

خوشاہندوستان و رونق دیں
شریعت را کمال عز و تمسکین
ز علم با عمل دہلی بخارا
ز شاہان گشتہ اسلام آشکارا
مسلمانان نعمانی روش خاص
زدل ہر چار آئین را با خلاص
ز کیں باشافعی نے ہر باترید
جماعت را و سنت را بجاں صید

علاء الدین خلجی نے اور صدر کا شیخ الاسلام، شیخ فرید الدین کو بنایا تھا جو شافعی المذہب تھے۔

محمد بن تغلق کے زمانہ میں دہلی میں شافعیوں کا ایک مدرسہ بھی تھا۔ شافعی فقہ پر ہندوستان میں دو کتابیں لکھی گئی تھیں۔ ایک فقہ مخدومی جو شیخ علی بن احمد ہمامی (۱۳۱۳ھ) نے مرتب کی تھی، اور دوسری قرۃ العین جو زین الدین بن عبدالعزیز صاحب تحفۃ المجاہدین (۱۵۸۳ھ) نے لکھی تھی۔

اسلامی ہند کی تاریخ پر اگر فقہ کے نشو و نما کو سمجھنے کے لیے غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہاں کی کتابوں میں اجتہادی فکر و نظر بہت کم تھا۔ حدیث سے کہ جب سماع کے مسئلہ پر شیخ نظام الدین اولیاءؒ نے حدیث نبویؐ پیش کی تو علماء نے سننے سے انکار کیا۔ اور امام ابو حنیفہؒ کا قول طلب کیا۔ ہندوستان میں گو علم فقہ پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں لیکن ان میں ہندوستان کے مخصوص حالات کو سامنے رکھ کر مسائل کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ ہندوستان سے باہر علم فقہ پر جو کتابیں لکھی گئی تھیں ان ہی کے گرد ہندوستان کی ساری فقہی دنیا گردش کرتی رہی۔ ان کے حواشی و تشریح سے ابھر نکلنے کی جرأت ہندوستان کا کوئی عالم نہ کر سکا۔

صرف چودھویں صدی عیسوی میں فقہ کی کتابوں پر ہندوستان میں جتنی تشریحات لکھی گئی ہیں ان کی تفصیل ملاحظہ ہو :

حاشیہ علی التلویح - مولانا معین الدین عمرانی

حاشیہ علی المحسامی - مولانا معین الدین عمرانی -

حاشیہ علی کنزالدقائق - مولانا معین الدین عمرانی -

حاشیہ علی المنار - مولانا معین الدین عمرانی، مولانا ابو حفص سراج الدین عمر بن اسحاق

مولانا سید یوسف ملتان

شرح الہدایہ - قاضی حمید الدین دہلوی، مولانا ابو حفص سراج الدین عمر بن اسحاق -

شرح الجامع الكبير مولانا ابو حفص سراج الدين عمر۔

شرح الجامع الصغير۔ مولانا ابو حفص سراج الدين عمر

شرح المختار۔ مولانا ابو حفص سراج۔

تسبہ ہندوستان میں علوم اسلامی کے اس نشوونما کو ذہن میں رکھ کر شیخ عبدالحق
محدث دہلویؒ کے حالات زندگی اور تصنیفات پر غور کریں۔

حصہ اول

سوانح

باب اول

شیخ محدث کا خاندان

شیخ عبدالحی محدث دہلوی کے اجداد میں جس بزرگ نے سب سے پہلے سرزمین ہند پر قدم رکھا وہ آغا محمد ترک تھے۔ آغا محمد بخارا کے رہنے والے تھے۔ تیرہویں صدی عیسوی میں جب مغلوں نے وسط ایشیا میں آگ و خون کا ہنگامہ برپا کیا تو وہ اپنے وطن کے حالات سے بد دل اور مایوس ہو کر ترکوں کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے۔ خود شیخ محدثؒ نے لکھا ہے:-

”برئے کثیر از اتراک کہ پیوند قرابت و رابطہ سے
 ترکوں کی ایک بڑی جماعت بھی جو ان سے
 بیعت و خدمت ہوئے داشتند، نیز از وطن
 سلسلہ قرابت اور رابطہ بیعت رکھتی تھی،
 اصلی انتقال نمودہ در ملازمت او دریں دیار
 اپنے اصلی وطن سے منتقل ہو کر ان کی خدمت
 میں یہاں آ گئی۔“

یہ سلطان علاء الدین خلجی (۱۲۹۶-۱۳۱۶) کا دور حکومت تھا۔ مسلمانان ہند کا سیاسی و ثقافتی عروج انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ سلطان نے آغا محمد ترک کی دستگیری کی اور ان کو اعلیٰ مراتب اور عہدوں سے نوازا۔ ان دنوں گجرات کی مہم کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ چنانچہ سلطان نے ان کو گجرات روانہ کر دیا۔

۱۔ بخارا کے مختصر مگر دلچسپ حالات کے لیے ملاحظہ ہو:- Ency. of Islam, Vol I pp 776-783,

۲۔ اخبار الاخبار - ص ۲۸۹ W. Barthold's article.

۳۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، خاکسار کا مضمون ”سلطان علاء الدین خلجی کے مذہبی رجحانات“ مطبوعہ برہان رسی، جون ۱۹۴۴ء۔
 ۴۔ گجرات پر ۶۹۷ھ مطابق ۱۲۹۷ء میں خلجی فوجوں نے حملہ کیا تھا۔ امیر خسروؒ نے خزائن الفتح میں تاریخ لکھی ہے کہ یعنی چار شنبہ و زاو لی جمادیسیت ۶۹۷ھ تاریخ سال ششصد و ہشتاد و نو شدہ۔ اس مہم کے سپہ سالار الخظن و نصرت خاں تھے۔ مولانا سید عبدالحی مرحوم نے اس حملہ کی تاریخ ۶۹۷ھ یادایام و شہادت لکھی ہے جو غلط ہے۔

شیخ لکھتے ہیں :-

برائے تسخیر ممالک گجرات فتح بناور آں باجائے
از امرائے عالیشان متعین شد، ادا مضاد
انصرام آں ہم حکم سلطانی ہما بنجا مخیم اقامت
وہ بڑے امرا کی ایک جماعت کے ساتھ ملک
گجرات اور اس کے بندرگاہوں کی فتح پر آمادہ
ہوئے اور اس ہم کی انجام دہی کے لیے شاہی
حکم سے وہیں مقیم ہو گئے۔

آغا محمد نے گجرات کی فتح کے بعد وہیں سکونت اختیار کر لی۔ اللہ نے ان کو کثیر اولاد دی تھی
ایک سو ایک بیٹے تھے جن کے ساتھ وہ نہایت شان و شوکت، عزت و وقار، اور سکون و
اطمینان کے ساتھ دن گزارتے تھے۔ ایک ہولناک سانحہ پیش آیا اور ۶
مجلس یاراں پریشاں شد چو برگ گل زباد (خسرو)

سورٹ کے انتقال کر گئے۔ صرف سب سے بڑا لڑکا ملک معز الدین باقی بچا۔ آغا محمد ترک کے دل و دماغ
پر بجلی سی گئی۔ دنیا کی طرف سے دل سرد پڑ گیا۔ جو شخص دہلی سے سلطان علاء الدین خلجی کی قشون
قاہرہ کے ساتھ فتح و نصرت کے ٹکے بجا ہوا گجرات میں داخل ہوا تھا، ماتمی لباس پہن کر اپنے
اکھوتے بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر پھر دہلی واپس آ گیا۔

زر بخ و راحت گیتی مرغباں دل مشو خرم کہ آئین جہاں گاہر چناں گاہر چنیں باشد
دہلی آکر وہ شیخ صلاح الدین سہروردیؒ کی خانقاہ میں بیٹھ گئے۔ شیخ محدث لکھتے ہیں :-

لے اخبار الاخبار۔ ص ۲۸۹۔ شیخ صلاح الدین سہروردیؒ، شیخ صدر الدین سہروردیؒ کے مرید اور خلیفہ
تھے۔ شیخ نصیر الدین چراغ دہلویؒ کے معاصر اور ہمساہ تھے۔ اپنے سلسلہ کی روایات کے خلاف انہوں نے
سلطین وقت سے کوئی تعلق رکھنا پسند نہ کیا۔ سلطان محمد بن تغلق نے جب دہلی کے علما و مشائخ کو ملک کے
مختلف حصوں میں زبردستی روانہ کیا (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو خاکسار کا مضمون "سلطان محمد بن تغلق کے مذہبی
رجحانات مطبوعہ برہان مارچ ۱۹۳۶ء) تو شیخ صلاح الدینؒ سے بھی درخواست کی، لیکن انہوں نے قبول
نہیں کی اور سلطان کے ساتھ سختی سے پیش آئے۔ شیخ محدث کا بیان ہے "باسطمان مذکور سخت پیش می آمد" (اخبار
الاخبار۔ ص ۲۶) شیخ صلاح الدینؒ کا مقبرہ اب شکستہ حالت میں پڑا ہے۔ چاروں طرف کھیت ہیں اور پتھ میں مقبرہ کی
عمارت اور ایک مسجد مسجد کے متصل ایک عمارت تھی اس کا طرز پکار رہا ہے کہ وہ مدرسہ رہا ہوگا" (تفصیلات کے لیے

اخبار الاخبار۔ ص ۲۶ اور حالات دارالحدیث دہلی علیہ السلام ص ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳،

لہذا سب خیل و حشم کو ترک کر کے اور سیاہ لباس
در خانقاہ شیخ صلاح الدین سہروردی عکوف پہن کر شیخ صلاح الدین سہروردی کی خانقاہ
شدہ ۱۷ میں معتکف ہو گئے۔

اخبار الاخیار سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سلطان غیاث الدین تغلق (۱۳۲۰-۱۳۲۵ء) کے عہد
تک گجرات رہے تھے۔ ۱۷ رجب الآخر ۷۳۹ھ مطابق ۱۳۳۸ء کو یعنی سلطان محمد بن تغلق کے زمانے
میں آغا محمد ترک نے دہلی میں داعی اجل کو لبیک کہا اور عید گاہ شمس کے عقب میں سپرد خاک
کیے گئے۔ ۱۸

ملک معزالدین سے اس خاندان کا سلسلہ جاری ہوا۔ خداے تعالیٰ نے ان کو بے پناہ
صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں۔ شیخ محدثؒ نے لکھا ہے

”حق سبحانہ و تعالیٰ ملک معزالدین را چنان کرد حق تعالیٰ نے ملک معزالدین کو یہ مرتبہ دیا
کہ گویا جمیع فیض و استعداد و نعم آں صد کس گویا سوا انسانوں کی استعداد اور فیضان
را ہم بوسے تنہا ارزانی داشت“ ۱۹ ان کو تنہا عطا فرما دیا۔

ملک معزالدین نے خاندان کے اس مائٹی ماحول کو ختم کیا جس کی ابتدا آغا محمد کے سہروردی
خانقاہ میں بیٹھنے سے ہوئی تھی۔ انہوں نے عزم و ہمت کے ساتھ دہلی میں سکونت اختیار کر لی۔
اُن کے بعد اُن کے فرزند ملک موسیٰ نے بڑی عزت اور شہرت حاصل کی لیکن قسمت نے پھر
پٹا کھایا۔ آغا محمد ترک کو ایک ذاتی سانحہ نے گجرات سے دہلی پھینک دیا۔ اس وقت ملک
کے عام حالات نے ملک موسیٰ کو دہلی چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔

فیروز شاہ تغلق (المتوفی ۱۳۸۸ء) کے بعد ملک میں ہر طرف سیاسی انتشار پیدا ہو گیا۔ مرکز

۱۸ ایضاً ص ۲۸۹

۱۷ اخبار الاخیار۔ ص ۲۹۰

۱۹ عید گاہ شمس کے لیے ملاحظہ ہو۔ واقعات دارالحکومت۔ جلد سوم۔ ص ۳۲۳

۱۸ اخبار الاخیار۔ ص ۲۹۰۔

کا کمزور ہونا تھا کہ خود مختاریاں قائم ہونے لگیں۔ دہلی اور اس کے ارد گرد کا علاقہ چونکہ سیاسی اعتبار سے اہم تھا، اس لیے سیاسی برد آزمائی کا مرکز بھی یہی بنا۔ اور حالات اس قدر ناگفتہ بہ ہو گئے کہ علماء و مشائخ بکرات، جونپور، بنگال اور دیگر علاقوں کی طرف متوجہ ہو گئے۔^{۱۵} ملک موسیٰ ان حالات سے ایسے بد دل ہوئے کہ انہوں نے دہلی کو خیر باد کہہ کر ماوراء النہر کی راہ لی۔ شیخ محدث نے لکھا ہے:-

”ملک موسیٰ در فترات کہ بعد از انقضاے سلطان فیروز شاہ تغلق کے عہد کے بعد جو عہد دولت فیروزی واقع شد باز بولایت ماوراء النہر رفتہ“^{۱۶}
بد نظمی پیدا ہوئی (اس سے بد دل ہو کر ملک موسیٰ ماوراء النہر چلے گئے۔

لیکن وہاں زیادہ عرصہ ٹھہرنا نصیب نہ ہوا۔ جب تیمور نے ہندوستان پر حملہ کیا (۱۳۹۸ء) تو ملک موسیٰ اس کی فوجوں کے ہمراہ پھر ہندوستان آ گئے۔ ملفوظات تیموری اور ظفر نامہ یزدی میں لکھا ہے کہ تیمور نے ہندوستان پر حملہ کرنے سے قبل علماء سے مشورہ کیا تھا۔ اور ان کی ایک کثیر تعداد اس کے ساتھ ہندوستان بھی آئی تھی۔^{۱۷} ممکن ہے کہ ملک موسیٰ اسی سلسلہ میں تیمور سے وابستہ ہو گئے ہوں۔ شیخ محدث نے لکھا ہے:

”در کاب دولت مآب صاحبقران اعظم امیر تیمور گورگان بدہلی قدم آوردہ، سلسلہ آہا واحد تے اور اپنے بزرگوں کے سلسلہ کا احیا کیا اور یہاں صاحبقران امیر تیمور گورگان کے ساتھ وہ دہلی

^{۱۵} مثلاً مولانا خواجہ علی کے متعلق لکھا ہے:

”پیش از آمدن امیر تیمور گورگان الدہلی برآمدہ بکالپی رسیدہ متوطن شد“ اخبار الاخبار۔ ص ۱۲۲

^{۱۶} اخبار الاخبار۔ ص ۲۹۰۔

^{۱۷} Elliot and Dawson's History of India Vol III, p 397.

^{۱۸} ص ۴۸۰۔ اخبار الاخبار کے ایک بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا برہان الدین مرغیانی صاحب

ہایہ کے پوتے بھی تیمور کے ساتھ تھے اور مولانا احمد تھا نیسری نے ان پر کچھ اعتراضات بھی کیے تھے۔

(ص ۱۲۲)

تازہ کردہ، اقامت واستقامت محکم ساخت^۱ مستقل سکونت اختیار کر لی۔

ملک موسلی کے کئی بیٹے تھے۔ اُن میں شیخ فیروز اقیازی شان رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنے خاندان کی شہرت اور عظمت کو چار چاند لگا دیے۔ وہ علم سپہ گری، شعر و شاعری، سخاوت و لطافت سب میں وحید عصر اور نیک زمانہ سمجھے جاتے تھے۔ شیخ محدث نے اُن کی بابت لکھا ہے۔

جامع فضائل صوری و معنوی و دہی و کسی بود	وہ ظاہری اور باطنی نور و ہی و کسی فضائل کے
در علم سپاہ گری و قانع حرب و نا در ناں خود بود	جامع تھے۔ سپاہ گری میں اپنے زمانے میں بے مثل
و در اکثر صنائع حربیہ بقوت طبع و جودت سلیقہ	تھے۔ اور فن جنگ میں بے نظیر سلیقہ رکھتے تھے۔
بے نظیر وقت و در علم و شعر و شجاعت و سخاوت	علم، شعر، شجاعت و سخاوت، خوش طبعی، بذلہ سخی
و ظرافت و لطافت و عشق و محبت و سائر	عشق و محبت اور دیگر خوبیوں میں ان کا جواب نہ
صفات حمیدہ بے عدیل عصر و در دولت و حشمت	تھا۔ اور دولت و حشمت۔ جاہ۔ مرتبہ۔ عزت و عظمت
و جاہ و کمند و عزت و عظمت مشہور روزگار	میں بے عدیل تھے۔۔۔۔۔ اور شاعری اور خوش
معنی حلوت و شعر و ظرافت در خانہ ما از دے	طبعی کو بتا ہمارے خاندان میں ان ہی سے پڑی۔

پیداشد^۲

۱۔ ایلٹ (تاریخ ہند۔ جلد ششم ص ۱۱۵) نے بادشاہ نامہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ شیخ محدث، تیمور کی اولاد میں تھے۔ تیمور اپنے حملہ کے بعد ان کے کسی بزرگ کو اپنے چند اور سرداروں کے ساتھ دہلی میں چھوڑ گیا تھا۔ بادشاہ نامہ کی اصل عبارت یہ ہے۔

تیکے از نیا گانش در رکاب ظفر نصاب حضرت	اُن کے اجداد میں سے ایک بزرگ صاحبقران
صاحبقران ہماں ستاں، از توران بہ ہندستان	دیمور کے ہمراہ توران سے ہندوستان آئے تھے
آمدہ بود، و آنحضرت ہنگام معاودت اورا بالحق	اور تیمور نے واپسی کے موقع پر ان کو چند امراء کے
از امراء دارالملک دہلی گزاشتہ بودند و دران	ساتھ دارالحکومت دہلی میں شادی کر لی اور وہیں
دیار متاہل گشتہ اقامت گزیدہ (حصہ دوم ص ۳۳۲)	مقیم ہو گئے۔

ایلٹ کو اس عبارت کے سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ عبد الحمید لاہوری نے اس میں کہیں شیخ محدث کو تیمور کی اولاد میں نہیں بتایا۔
۲۔ اخبار الاخبار۔ ص ۲۹۰

انہوں نے سلطان بھلول لودی اور سلطان حسین شرقی کی جنگ کا پورا واقعہ نظم کیا تھا۔ اس کے دو شعر شیخ محدثؒ کو یاد رہ گئے تھے حسین شرقی، بھلول لودی کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔

ایا قابض شہر دہلی شنو حیات چو خواہی ازیں جابرو
منم قابض ملک سارا مست ملک خدا داد مارا خدا راست ملک

شیخ فیروز شاہؒ ۸۶۶ھ میں بہرائچ کے کسی معرکہ میں شہید ہو گئے تھے اور وہیں سپرد خاک کر دیے گئے تھے۔ لڑائی پر جانے سے قبل ان کی بیوی نے جو ان دنوں حاملہ تھیں ان کو روکنے کی کوشش تو جواب دیا:

”از خدا خواستہ ام کہ آن فرزند زینہ باشد و میں نے خدا سے دعا کی ہے کہ بیٹا ہو اور اس
از دے اولاد بسیار شود، و اوراد شمار بہ سے نسل چلے۔ اس کو اور تم کو خدا کے سپرد کرتا
خدا سپردیم، تا بعد ازیں مارا چہ پیش آئے“

کچھ دنوں کے بعد شیخ سعد اللہ (شیخ محدثؒ کے دادا) پیدا ہوئے۔

شیخ سعد اللہ بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ اُن میں اپنے شہید باپ کے سب اوصاف و خصائل موجود تھے۔ ابتدائی زمانہ تحصیل علم میں گزارا۔ پھر عبادت و ریاضت کی طرف متوجہ ہو گئے اور شیخ محمد منکنؒ کے دست حق پرست پر بیعت کر لی۔

شیخ محمد منکنؒ اپنے زمانہ کے صاحب حال بزرگ تھے۔ مصلح العاشقین کے لقب سے مشہور تھے۔ ابتدائی زمانہ میں شیخ احمد راونیؒ کے مرید تھے۔ پھر شاہ جلال گجراتیؒ کے حلقہ مریدین

۱۔ اخبار الاخبار - ص ۲۹۰ ۲۔ ایضاً - ص ۲۹۰

۳۔ شیخ کامل و صحیح الحال بود (اخبار الاخبار - ص ۱۶۸ - ۱۶۹) اُن کا وصال ۹۰۰ھ مطابق ۱۴۹۳ء

میں ہوا تھا۔ ۴۔ شاہ جلال گجراتی چشتیہ سلسلہ کے بزرگ تھے۔ اُن کے مرشد شیخ پیارہ میر سید

یاد اللہ نبیرہ و خلیفہ حضرت گیسو درازؒ کے دامن سے وابستہ تھے۔ شیخ محدثؒ نے شاہ جلالؒ کے متعلق لکھا ہے۔

”از کمالین وقت بود، صاحب تصرف و کرامت و ظاہر و باطن مرتبہ عظیم و شانے رفیع دست“

(اخبار الاخبار - ص ۱۶۸)

میں شامل ہو گئے تھے۔ سماع کا بڑا شوق تھا۔ ان کے تقدس اور تعبد کی بنا پر سلطان سکندر لودی کو بھی ان سے عقیدت ہو گئی تھی۔ ملا وہ قصہ قنوج میں ان کی خالقاہ ارشاد و تلقین کا مرکز تھی۔ شیخ سعدی نے ان کی رہنمائی میں سلوک و معرفت کی دشوار گزار راہیں طے کیں اور عبادت و ریاضت کا ایسا شوق ہو گیا کہ راتوں کو جاگنے لگے، اور ان کی زندگی خسرو کے اس شعر کی مکمل تفسیر بن گئی ہے

عاشقاں را ہمہ شب از پئے نظارہ تو شب بزاری و محسّر کہ بدعا میگذرد
ان کے بیٹے شیخ سیف الدین نے ان کو رات کے وقت رو کر عاشقانہ اشعار پڑھتے ہوئے دیکھا تھا
شیخ محدث کو امیر خسرو کے یہ دو شعر جو وہ اخیر شب میں پڑھا کرتے تھے، یاد رہ گئے تھے
ہمہ شب رود رہی را برہ صبا نشستہ ہمہ کس بجاوِ راحت من مبتلا نشستہ
غرضے و رائے امکان چہ خیال فاسد است ہوس جال سلطان بدل گدا نشستہ

۱۷ اخبار الاخیار ص ۲۹۱ ۱۸ اخبار الاخیار کے تین مطبوعہ نسخے پیش نظر ہیں۔ ان سب میں "غرض و رائے امکان" لکھا ہے۔ لیکن دیوان خسرو میں "غرضے" ہے جو غالباً صحیح ہے۔
اخبار الاخیار کے ایک قلمی نسخہ میں جو حضرت جہاچند مولوی ارشاد علی صاحب مرحوم نے ۱۲۷۵ھ میں مٹان میں نقل کرایا تھا اور ہڑے استہام سے تصحیح کی تھی، دوسرا شعر درج نہیں ہے، بلکہ اس کی جگہ یہ شعر لکھا ہے
بیک دل اسیراں یکجا گریزد از تو بجاوی دو چہشت چشم بلا نشستہ
دیوان میں یہ شعر بھی کچھ اختلاف کے ساتھ درج ہے۔
۱۹ شیخ محدث نے یہ دو شعر نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: "تا آخر غزل خدمت علمی می فرمودند (ص ۲۹۱)۔
یہ غزل خسرو کے دیوان غزوة الکمال میں ہے۔ بقیہ اشعار بھی سینے سے

ہمہ شب صبا و بویت من موختہ چہ گویم کہ چہ است درد دل من و دم صبا نشستہ
تو ذالہ من از من سزوار جدا نشینی کہ دست خویش من ہم ز خود جدا نشستہ
دل مبتلائے عاشق یکجا گریزد از تو بجاوی دو چہشت چشم بلا نشستہ
تو در آ و غمزہ زن کہ نہند پیش بت سر بستانہ کہ باشد صعد پارنا نشستہ
اگر این سست ہم خواباں کہ بسر شوند راہنی منم اینکہ اندرین رہ ز سر رضا نشستہ
سر کوئے تست خستہ شب روز چوں کیم من کہ تو ام نمی گزاری نفسے بجا نشستہ
(دیوان خسرو ص ۲۷۶)

اگر کے دو بیٹے بہت مشہور ہوئے شیخ رزق اللہ مشتاقی اور شیخ سیف الدین۔ شیخ سعد اللہ کے انتقال کے وقت شیخ سیف الدین کی عمر آٹھ سال کی تھی۔ وصال سے کچھ عرصہ قبل اپنے آٹھ سالہ جگر گوشہ کو مکان کے بالائی حصہ میں لے گئے۔ اور باقی قصہ خود شیخ سیف الدین کی ربانی مٹنے پر۔

”بعد از ادائے تہجد مرا مقابل قبلہ ایستاده کردند نماز تہجد کے بعد مجھے قبلہ رو کھڑا کیا اور کہا: الہی گفتند، خداوند تومی دانی کہ پسران دیگر تربیت تو جانتا ہے کہ میں دوسرے لڑکوں کی تربیت سے کردہ و از ادائے حقوق ما و شاں برآمدہ ام، ایں فارغ ہو چکا۔ اور ان کے حقوق سے عمدہ برآ رہتیم می گذارم و بے کس، حق ایں بر ذمہ من ہو گیا۔ لیکن اس لڑکے کو یتیم و بیس چھوڑا ہوا است۔ ایں را بہ تومی سپارم۔ مربی و متولی اس کے حقوق میرے ذمہ ہیں، اس کو تیرے امور او تو باش“ ۱۷

پھر دکر تا ہوں۔ تو ہی اس کی تربیت اور حفاظت فرما۔

یہ کہا اور نیچے اتر آئے کچھ ہی دنوں بعد ۲۲۔ ربیع الاول ۹۲۸ھ مطابق ۱۵۲۱ء کو ان کا وصال ہو گیا۔ اللہ نے ان کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا۔ اور ان کا یہ جگر گوشہ ایک دن درہلی کا نہایت ہی با وقعت اور با عزت انسان بنا اور اسی کے گھر میں وہ آفتاب علم نمودار ہوا جس نے ساری فضا کے علم کو منور کر دیا۔ نظامی نے خوب کہا ہے۔

وزنیش خبر نے کہ پروردگار چگونہ ورا پرورد درکنار
چہ گنجینہ ازیر بارش کشد چہ اقبالہا درکنارش کشد

۱۷ اس عبارت سے خیال ہوتا ہے کہ شیخ سعد اللہ کے دس سے زیادہ بیٹے تھے۔ لیکن شیخ محدث نے ان کا ذکر تفصیل سے نہیں کیا شیخ محمد حسن بن شیخ حسن طاہر کے حال میں لکھتے ہیں۔

”عم اوسط عمر و مطور شیخ فضل اللہ کہ بہ شیخ منہج عزت دار و مرید دوست، اواخر مریدان شیخ است و شیخ منہج مردے بود صاحب برکت و نعمت و ہشمال و اوراد مشغول و در محبت پیر مغلوب، حسب ذوق و حالت و مقبول مشائخ و مجاذیب و برکتے ظاہر داشت و نعمتے شامل، در وقت فوت بسیار

۱۷ اخبار الاخیار۔ (ص ۲۹۱)

مردانہ رفت۔ (ص ۲۲۸)

شیخ رزق اللہ اور شیخ سیف الدین دونوں کو محبت الہی کا بے پناہ جذبہ باپ سے ورثہ میں ملا تھا
شیخ محدثؒ دونوں کی مخصوص صلاحیتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

مجلس ایشان از اول تا آخر شوق و گریہ بود
و محبت بود، نسبت شیخ رزق اللہ در سوز
و گرمی چنان بود کہ آتش در زیر خاکستر نہاں
می باشد اندک کہ کامیابند ہمہ آتش بر آید مثال
والد چنانکہ آبے از چیزے چکیدہ می ماند آدین
آزارے کہ باور رسید ترا صدیہ ۱۰۰
ان کی مجلس شروع سے آخر تک سر پاشوق و
گریہ و محبت تھی شیخ رزق اللہ کی نسبت سوز
و گرمی کے لحاظ سے ایسی تھی جیسے کہ راکھ کے
نیچے آگ دہلی ہوئی ہو۔ جوں ہی ذرا سا اس کو
کریا آگ نکل آئی اور ان کے برعکس والد ماجد کی یہ
حالت تھی جیسے کہ کسی چیز سے پانی براہر شپکتا
رہے۔ ان کو اگر معمولی سی تکلیف بھی پہنچتی تھی تو فوراً
آنسو بہنے لگتے تھے۔

ان دونوں بھائیوں کو دہلی میں بڑی عزت اور شہرت حاصل ہوئی۔ شیخ محدثؒ کا بیان ہے کہ:
”مردم این شہر اتفاق دارند کہ دہلی عبارت ازین
کہ دہلی انہی بنائیںوں سے عبارت تھی۔
برادران بود“ ۱۰۰

شیخ سیف الدین کا حال ہم دوسرے باب میں تفصیل سے بیان کرینگے، یہاں شیخ رزق اللہ
کے متعلق کچھ عرض کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔
شیخ رزق اللہؒ (۹۸۹-۸۹۷) اپنے زمانے کے مشہور عالم اور مرتاض بزرگ تھے شیخ محدثؒ
نے لکھا ہے:

مردے کامل و فاضل و عارف از نو اور روزگار وہ مرد کامل، فاضل، عارف تھے۔ نادر روزگار
و از مردم سلف یادگار بود، جامع فضائل تھے سلف کی یادگار تھے۔ فضائل صوری و
صوری و معنوی و در مشرب عشق و محبت و سلا معنوی کے جامع تھے مشرب عشق و محبت اور

عقل و وسعت و صبر بر مصائب و دوام سلاستی عقل اور وسعت و وصلہ اور مصائب پر صبر
حضور و استقامت احوال یگانہ عصر بود کہ کرنے میں، استقامت اور دوام حضور میں یگانہ
عصر تھے۔

ابتدائی زمانہ سے علماء و مشائخ کی صحبت میں رہتے تھے اور ان سے درد و سوز کا بڑا سرمایہ
پایا تھا۔ وہ شیخ محمد منکن کے مرید تھے۔ لیکن ذکر کی تعلیم شیخ بدین شطاریؒ سے حاصل کی تھی۔
شیخ بدینؒ شطاریہ سلسلہ کے مشہور بزرگ تھے۔ سلطان سکندر لودی کے زمانہ میں ان کی
خاندانہ مرجع خلافت تھی۔ وہ شاہ عبداللہ شطاریؒ (جنہوں نے شطاریہ سلسلہ کو ہندوستان میں
جاری کیا تھا) کی اولاد میں تھے۔ اور شیخ حافظ جونپوریؒ سے بیعت تھے۔ شطاریہ سلسلہ میں جذبہ
شوق کا عنصر غالب تھا۔ چنانچہ شیخ رزق اللہ کو شیخ بدین کی صحبت سے عشق و محبت کی بے پناہ پیشانی
شیخ رزق اللہ، عربی، فارسی اور سنسکرت کے فاضل تھے۔ فارسی میں مشتاقی اور ہندی میں
راجن تخلص کرتے تھے۔ ہندی میں ان کے کئی رسائل مثلاً پیمان اور جوت ترخمن وغیرہ بہت
مشہور ہوئے۔ صبح گلشن میں ان کے یہ دو شعر نقل کیے گئے ہیں ۵

فتح قفل از کلید دست لے عزیز جنبش دست از قومی خواہند نیز

۱۔ اخبار الاخیار۔ ص ۱۶۹۔ ۲۔ مختصر حال کے لیے ملاحظہ ہو اخبار الاخیار ص ۱۹۲-۱۹۵ و
گلزار ابرار۔ ص ۲۰۸۔ ۳۔ لفظ شطاری، شطر سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں کسی سمت میں تیزی سے
چلنا۔ معارج الولاہیت میں لکھا ہے:
”معنی لفظ شطارتیزرواست۔ در اصطلاح علم شطارتشغل باطنی را گویند کہ از کسب آن فتالی شد
و بقایا اللہ حاصل شود“

شاہ عبداللہ شطاریؒ (المتوفی ۱۱۵۵ھ) نے اس سلسلہ کو ہندوستان میں جاری کیا۔ اس کے مشہور مشائخ میں
شیخ حافظ جونپوریؒ، شیخ ظہور حاجیؒ، سید محمد غوث گوالیاریؒ، شیخ وحید الدین علوی گجراتیؒ اور شاہ پیر میرٹھیؒ خاص طور
پر قابل ذکر ہیں۔ سلسلہ کے متعلق تفصیلی معلومات درکار ہو تو گلزار ابرار کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ راقم السطور نے اپنے
مضمون ”The Shattari Saints and their attitude towards the State“

مطبوعہ ”Medieval India“ (اکتوبر ۱۹۵۵ء) میں اس سلسلہ کے مشہور مشائخ کا مختصر حال لکھا ہے۔

قدر خود را می ندانی لے وغل تشنہ می میری و دریا در غسل لے

شمار یہ سلسلہ کے مشائخ کی ایک خصوصیت یہ بھی رہی ہے کہ انہوں نے ہندو مذہب کا مطالعہ بڑی گہری نظر سے کیا ہے۔ سید محمد غوث گوالیاریؒ کی کتاب بحر الحیات اس رجحان کی بہترین آئینہ دار ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مشائخ نے بھی ہندوؤں کے علوم کا مطالعہ کیا تھا۔ صبح گلشن میں لکھا ہے ”و در کتب علمیہ ہندواں ہمارے کامل داشت“ لے

مشائخ کو تاریخ سے بھی دلچسپی تھی۔ اور پرنے تاریخی قصے اور واقعات بڑے شوق و ذوق کے ساتھ سنایا کرتے تھے۔ احباب نے اصرار کر کران کو کتاب کی صورت میں منتقل کرادیا۔ شیخ رزق اللہؒ نے اس کا نام واقعات مشائخ رکھا۔ اس کے قلمی نسخے برٹش میوزیم میں موجود ہیں۔ لودھیوں کی تاریخ کے لیے واقعات مشائخ کا مطالعہ بے حد ضروری ہے۔ ابھی تک یہ کتاب شائع نہیں ہوئی ہے۔ ایلپیٹ نے اپنی تاریخ ہند میں اس کے کچھ حصہ کا ترجمہ پیش کیا ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شیخ عبدالحق محدثؒ کے خاندان کا حال ختم کرنے سے پہلے، ان کے نہیال کے متعلق بھی کچھ عرض کر دیا جائے۔

شیخ محدثؒ کی والدہ ماجدہ مولانا زین العابدین المعروف بہ شیخ ادہن دہلویؒ کی لڑکی تھیں شیخ ادہنؒ کے متعلق شیخ محدثؒ نے لکھا ہے :

”دانشمند کامل بود متوہ و متعبد و در غایت خشوع و انکسار و نادب و وقار لے وہ اپنے زمانہ کے دو مشہور بزرگوں سے علمی اور روحانی نسبت رکھتے تھے۔ شیخ سہار الدینؒ ان کے روحانی اور میاں عبداللہ ملینیؒ ان کے علمی مرشد۔

شیخ سہار الدینؒ سہروردیہ سلسلہ کے مشاہیر میں تھے۔ شیخ کبیرؒ نبیرہ محذوم جہانیاں سید

صبح گلشن۔ ص ۳۱۳ لے ایضاً لے ملاحظہ ہو مقدمہ واقعات مشائخ لے فرست مخطوطات جلد ۳ ص ۹۲۱ لے تاریخ ہند۔ جلد چہارم ص ۵۵۷-۵۳۳۔ لے اخبار الاخبار۔ ص ۲۱۸ لے ان کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو اخبار الاخبار۔ ص ۲۰۵-۲۰۷۔ گلزار ابرار۔ ص ۲۰۹-۲۱۰۔ سیر العارفین۔ ص ۱۸۴-۱۸۵ لے حالات کے لیے ملاحظہ ہو، باثر الکرام ص ۱۹۱-۱۹۲ و تذکرہ علماء ہند۔ ص ۱۰۱۔

جلال الدین بخاریؒ کے مرید، سید شریف جرجانیؒ کے شاگرد، جمالی کے پیر، اور لمعات شیخ فخر الدین عراقیؒ کے محشی تھے۔ ہندوستان میں اُن کی بڑی عزت اور شہرت تھی، میاں عبداللہ تلمیسیؒ، ”پیشرو علماء“ اور ”قافلہ سالار فضلہ“ تھے علم معقول کو ہندوستان میں ان ہی نے رواج دیا تھا۔ اور بقول آزاد بلگرامی ”شمس جہت را بہ نشر لوامع علوم منور ساخت“۔ ان دو بزرگوں کی نسبت سے شیخ ادہنؒ کو علمی اور روحانی دنیا میں ایک خاص مرتبہ حاصل ہو گیا تھا۔

شیخ ادہنؒ کو اللہ تعالیٰ نے جمال و کمال دونوں سے نوازا تھا۔ وہ نہایت وجہ ادہن بزرگ تھے عبادت و ریاضت میں غرق رہتے تھے۔ شیخ محدثؒ کے والد ماجد مولانا سیف الدینؒ فرمایا کرتے تھے کہ انہوں نے کبھی کسی ایسے انسان کو نہیں دیکھا جس میں شیخ ادہنؒ کے برابر ظاہر و باطن کی یکسانیت ہوئے۔

شیخ ادہنؒ حالانکہ سہروردیہ سلسلہ میں بیعت تھے لیکن انہوں نے اپنے سلسلہ کی عام روش کے خلاف سلاطین و امراء سے کوئی متعلق رکھنا کبھی پسند نہ کیا۔ سلطان ابراہیم لودی نے شاہی ملازمت قبول کرنے کی درخواست کی مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اور گوشہ قناعت سے قدم باہر نہ نکالا۔ شیخ محدثؒ نے ان کے متعلق لکھا ہے :

”انوار علم و تقویٰ از جبین ایشان لاریح بود، علم اور تقویٰ کے انوار ان کی پیشانی پر چمکتے تھے
اکثر احوال صائم بودے و در قلم احتیاط اکثر روزہ رکھتے تھے۔ اور حلال و حرام قلم کی
تمام دانستے ہوتے۔ بڑی احتیاط کرتے تھے۔

شیخ ادہنؒ نے ۹۳۷ھ کو وصال فرمایا۔ ان کا مزار حوض شمس کے غریب کنارے پر ہے۔
حاصل کلام یہ ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی ددھیال و رہنمائی کے دونوں غاندان علم و فضل، تقویٰ و دیانت میں ممتاز تھے۔ اُن کا دینی احساس بیدار تھا اور انہوں نے اپنے دیگر معاصرین کی طرح دنیوی عزت و شہرت کی خاطر کبھی علم و دیانت کو بے ابرو نہیں کیا تھا۔

باب دوم شیخ محدث کے والد ماجد

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے والد ماجد مولانا سیف الدین رحمہ اللہ مطابق ۱۲۵۱ھ کو دہلی میں پیدا ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو علم و عمل کی بہت سی خوبیاں عطا کی تھیں۔ وہ ایک صاحبِ دل بزرگ، اچھے شاعر اور پُر لطف اور بذلہ شیخ انسان تھے۔ لوگ ان کی ظرافت و لطافت، معاملہ فہمی اور محبتِ اسلوبی کے معترف تھے۔ شیخ محدث نے لکھا ہے:

”در شعر و نصیلت و قبولِ خواطر و ذوق و شوق و شاعری، علم، مقبولیت، ذوق و شوق، محبت و ظرافت، لطافت و بے تعلقی و وارستگی ظرافت، دید، پاکیزگی دل، حضورِ قلب و طیبِ قلب و حضورِ ذاکر و ذکرِ لطافت و نکات اور حکمتِ سنجی میں اپنے عہد میں بے مثال و فہم و قائل و ارشاداتِ یگانہ روزگار و افسانہ“ تھے۔

دیار خود“ لے

شیخ سیف الدین کو عام لوگ شعرو سخن کی وجہ سے جانتے تھے لیکن حقیقت میں وہ ایک صاحبِ باطن اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ رسالہ وصیت میں شیخ محدث ان کے متعلق لکھتے ہیں:-

”پدر من شیخ سیف الدین از عالم نیستی و فقر و فنا میرے والد شیخ سیف الدین کو فقر و فنا اور توحید و تجرید، تفریدِ نصیبِ کامل داشت و تکلف توحید و تجرید کا کافی حصہ ملا تھا۔ وہ تکلف و تصنع را کرد سراپردہٴ حیاں سے محال نمود نظر اور تصنع سے بالکل پاک تھے۔ نگاہ میں ایسا

لے اخبار الاخیار ص ۲۹۲۔

تاثیر سے بود کہ ہر کرا بعنوان محبت نظری کرد، بقدر اثر تھا کہ جس پر توجہ کی خالی نہ گئی۔ اور اس استعداد و مناسب حال اثر قبول می آورد، لہٰذا کو حسب استعداد فائدہ پہنچا۔

اخبار الاخیار میں بھی شیخ محدثؒ نے اُن کی نظر کی تاثیر کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے — ”این معنی بسیار تجربہ کرده شدہ است۔“ وہ ایک نظر میں ملنے کی صلاحیتوں کا اندازہ کر لیتے تھے۔ سرمایہ کرتے تھے:

”اما از صفائی صحبت درویشاں و طول درویشوں کی صحبت کے فیض سے میرا یہ حال ہو ملازمت ایشاں! میں مقدار شدہ است گیا ہے کہ انسان کی حقیقت کو پہچان لیتا ہوں کہ حقیقت احوال آدمی رامی شناسم..... اگر اندھیری رات میں بھی کسی سے ملوں تو اگر شب تاریک کے راماس کم امید ہے امید ہے کہ اس کی حقیقت حال دریافت کہ حقیقت حال او در یابم“ لہٰذا کر لوں۔

یہی وہ صلاحیت ہے جس کو حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ ”نفس گیرا“ سے تعبیر فرمایا کرتے تھے۔ روحانی اصلاح و تربیت میں اس کے حیرت انگیز اثرات سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

شیخ سیف الدینؒ کا دنیا سے جو تعلق تھا وہ ظاہری تھا۔ شیخ محدثؒ کا بیان ہے کہ وہ قسم کھا کر فرمایا کرتے تھے کہ انہیں دنیا کی ثروت اور اسباب غفلت کے حاصل کرنے کا کبھی شوق پیدا نہیں ہوا۔ دل کو توجہ تھی تو فقر و محبت ہی کی طرف تھی۔ سات سال کی عمر سے ان کو اس راہ کی طلب اور مغفرت الہی کا شوق پیدا ہوا تھا۔ لکھا ہے:-

”از ابتدائے ہفت سالگی کہ آغاز ادراک“ سات سال کی عمر سے جو شعور کے آغاز کا شعور است درد طلب آن راہ و شوق زمانہ ہے درد طلب اور شوق معرفت خدا معرفت اللہ بود“ لہٰذا دامن گیر تھا۔

”مشرپ توحید کا اُن پر اس قدر غلبہ تھا کہ مشائخ کا یہ قول اکثر نقل کیا کرتے تھے:

لہٰذا رسالہ وصیت (کلمی) لہٰذا اخبار الاخیار۔ ص ۲۹۲ لہٰذا ایضاً۔ ص ۲۹۲ لہٰذا ایضاً

”عالم از دوست بدوست و ہمہ اوست“ ۱۵

شیخ سیف الدین کو عرصہ تک مرشد کامل کی تلاش رہی۔ بالآخر حضرت شیخ امان اللہ پانی پتی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہاں اُن کو ایسا خضر طریقت مل گیا جس نے ان کے ”مشرَب توحید“ کو جلادے دی۔

شیخ امان اللہ پانی پتی؟ اُن کا نام عبدالملک اور لقب امان اللہ تھا۔ امام اکبر حضرت شیخ محیی الدین ابن عربیؒ کے فلسفہ وحدت الوجود پر کامل عبور رکھتے تھے۔ شیخ محدثؒ نے ان کے متعلق لکھا ہے:

”وہ از علمائے صوفیہ موعودہ است، از وہ وحدت وجود پر اعتقاد رکھنے والے صوفیہ میں تھے

تا بان ابن عربی قدس اللہ سرہ در علم اس ابن عربی قدس سرہ کے تابان میں تھے۔ اس

طائفہ مرتبہ بلند و پایہ ارجمند داشت و در طبقہ کے علم میں اونچا مرتبہ اور بلند درجہ رکھتے تھے

تقریر مسئلہ توحید بیان شافی و تقریر وافی و سخن مسئلہ وحدت وجود پر بڑی شافی تقریر کرتے تھے

توحید را فاش گفتے“ ۱۶ اور اسرار توحید کو کھلم کھلا بیان کرتے تھے۔

انہوں نے ”علم تصوف و توحید“ میں بہت سی کتابیں لکھی تھیں جن میں سے دو کتابوں اثبات الاحدیہ اور شرح لوائح جامی کو بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ اول الذکر کا ایک قلمی نسخہ آصفیہ کتب خانہ حیدر آباد میں ہے۔ شیخ محدثؒ نے اثبات الاحدیہ کا ایک طویل اقتباس اخبار الاخبار میں دیا ہے۔

شیخ امان پانی پتیؒ اسرار توحید کو کھلم کھلا بیان کیا کرتے تھے عشق حقیقی کی آگ ہمہ وقت

اُن کے سینے میں سلگتی رہتی تھی۔ درس و تدریس کا شوق تھا۔ صوفیہ متقدمین کی تصانیف کا مطالعہ

خود بہت گہری نظر سے کیا تھا اور دوسروں کو بڑے ذوق و شوق سے پڑھاتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے

کہ ہر شخص کو کسی نہ کسی چیز سے کشائش ہوتی ہے۔ میری کشائش صوفیہ کی کتابوں میں ہے۔ سو حال

کے وقت ان کا یہ حال تھا کہ اپنی ایک ایک کتاب کو کھولتے، دیکھتے اور وداع کرتے تھے۔

۱۵ ایضاً۔ ص ۲۳۳

۱۶ اخبار الاخبار۔ ص ۲۹۴

۱۷ اخبار الاخبار۔ ص ۲۳۵

۱۸ فہرست کتب جلد اول نمبر ۶۲۸

خلافت نامہ عنایت فرمایا۔ شیخ محدثؒ نے لکھا ہے :

”والدم را بہ عنایت خاص مخصوص ساخت میرے والد پر خاص عنایت فرمائی اور خرقہ و خرقہ خلافت پوشانید، و مثال خلافت تاجہ خلافت عطا کیا۔ اور خلافت نامہ اپنے دست خاص سے لکھ کر دیا۔“

شیخ سیف الدین نے ایک مثنوی میں اس طرح شیخ پانی پٹیؒ کے احسانات کی گرانباری کا ذکر کیا ہے :

ہر چہ زمن در سخن آید عیتیں	ہست ہم از صحبت آن مرد دیں
ورنہ چہ حد است کہ رازدوروں	از دہن چوں منے آید بروں
من کیم و کیستم و چہستم	از دم عیسیٰ نفیہ زیستم
اوست دریں راہ مرا رہنما	خاک درش چشم مرا توتا
ہست دل او بحق آونختہ	آب صفت در ہمسہ آونختہ
دست من و دامن او با یفتیں	مقصد و مقصود من آن شاہ دیں
عشق رخس ہمدم و ہما ز من	درد و غمش مونس و ہما ز من

شیخ سیف الدینؒ کو شعر و سخن سے بڑی دلچسپی تھی۔ نام کی مناسبت سے سیفی تخلص کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے۔

شیخ سیف الدینؒ
ہا ذوق سخن

”سیفی بخاری شاعر بزرگ است،	سیفی بخاری بڑے شاعر ہیں، مجھ کو ان کی
مارا باوے مشارکتے نیست۔ فقیر تہمت	برابری حاصل نہیں۔ فقیر نے اس تخلص
اپنی تخلص پر خود ہی ہنادو لیکن چوں نام	کی تہمت اپنے او پر نہیں رکھی لیکن چونکہ
فقیر سیف الدین بود، بعضے یاریاں بجد	میرا نام سیف الدین ہے اس سبب سے
شدند کہ سیفی تخلص کنسید ہاں سبب	بعض دوست مہربانے کہ سیفی ہی تخلص ہو

درگذشتن میں تخلص مسالہ کردہ شد^{۱۵} اس سبب اس تخلص کے چھوڑنے میں مستی ہوئی

شیخ سیف الدین نے ایک ثنوی "سلسلۃ الوصال" اور ایک رسالہ "مکاشفات" تحریر فرمایا تھا ثنوی سلسلۃ الوصال میں پانچ سو اشعار تھے۔ یہ سب اشعار ایک دن میں لکھے گئے تھے۔ شیخ محدث کا بیان ہے۔

"میں فرمودند کہ آں بغلبہ شوق در یک فرماتے تھے کہ یہ ثنوی غلبہ شوق کے عالم میں ایک

روز گفتہ شدہ است، و باز ہر گز براں دن میں کمی ہے، اور پھر دوبارہ نظر ڈالنے

عبور نیفاذہ^{۱۶} کا اتفاق نہیں ہوا۔

اُن کے اشعارِ بیاض تک پہنچنے سے پہلے ہی ضائع ہو جاتے تھے۔ ایک مرتبہ اُن کی کتابوں کا بیش بہا ذخیرہ چور قہمتی سامان سمجھ کر چور لے گئے تھے۔ جب دیکھا کہ کتابیں ہیں تو جلا کر خاک کر دیں۔

شیخ سیف الدین نے شعرو سخن کا ذوق پایا تھا، اس لیے شعر کہہ کر طبیعت خوش ہو جاتی تھی۔ لیکن تصنیف و تالیف کی طرف رغبت نہ تھی۔ انہوں نے جو کچھ لکھا تھا وہ پیر و مرشد کے اصرار پر لکھا تھا۔ شیخ امان پانی پتی اپنے مریدوں سے تقریر کرنے کا مطالبہ کرتے تھے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ انہوں نے کس حد تک شیخ کی تعلیمات اور افکار کو اخذ کیا ہے۔ جب شیخ سیف الدین سے اس کا مطالبہ کیا گیا تو عرض کیا کہ فقیر کو حضور کے سامنے تقریر کرنے کی مجال نہیں ہے۔ اگر حکم ہو تو لکھ کر پیش کر دے۔ شیخ نے اجازت دی تو چند رسائل تصنیف فرمائے جن میں سے ایک کا نام مکاشفات تھا۔ اس کے کچھ اقتباسات شیخ محدث نے اخبارِ الاخیار میں دیے ہیں۔

شیخ محدث نے اخبارِ الاخیار میں ان کی دو غزلیں نقل کی ہیں جن سے اُن کے شاعرانہ کمالات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

سازے نمودہ در ہمہ اعیان چنان عیاں
از نام و از نشان کہ تواند نشان دید
پیش از ظہور بود و ما کان شیء معہ
کون و مکان بہ پر تو حسن جمال اوست
نزدیک عارفان محقق محقق است
کہ روئے پوش ہجو عودساں جلوہ گر
ستیفی بخویش نسبت ہستی لگان تست
ایک اور غزل ہے ۷

زہر دانہ فتادی بدام رسوائی
پری بگرد شکر چوں ذباب حلوائی
بساخت ست ترا ہر دری و ہر جانی
چہ خام مشربے اربادہ را نہ پیمائی
ہزار مرتبہ بہتر ز صوف دارائی
کہ عارفان خدا بند زیر بیکتائی لہ

شیخ سیف الدینؒ اپنے زمانہ کے علمی معیار اور روایات کے مطابق کوئی جید عالم
کا علمی مرتبہ | تو نہ تھے، لیکن ان میں وہ تمام اخلاقی خوبیاں موجود تھیں جو علم و فضل سے پیدا
ہوتی ہیں۔ اور جن سے اس زمانے کے اکثر علماء بدقسمتی سے محروم تھے۔ طلب صادق، ایمان
کامل، اعفاد راسخ، سچائی، دیانت، استغنا سب ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا گیا تھا۔
جب وہ اپنے گرد ان علماء سو کو دیکھتے تھے جنہوں نے اکبری دور میں دنیوی جاہ و جلال کی
خاطر اپنی علمی فضیلت کو خاک میں ملا دیا تھا تو وہ خدا کا شکر ادا کرتے تھے کہ انہوں نے علم حاصل

نہیں کیا، ورنہ اُن کی بھی وہی حالت ہو جاتی ہے۔ فرماتے ہیں ۱

چوں مشاہدہ کردہ می شود کہ علماء و فضلاء در
طلب جاه و عزت و کثرت اسباب جمعیت
اجاہ و نزع و خصوصیت کہ با خلق می افتد
نزع و خصوصیت میں مبتلا ہیں تو خدا کا شکر
مرا شکرانہ آید بر اُن کہ بسیار بخواندیم و اکابر
شدیم ۲
اور بڑے آدمیوں میں میرا شمار نہیں۔

جیسا کہ شیخ سیف الدین نے خود فرمایا وہ اکابر علماء ہیں نہ تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ
علوم دینی سے خاص شغف رکھتے تھے۔ مولانا سید سلیمان صاحب ندوی لکھتے ہیں۔
”آج تک شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے علمی خالوادے کا آغاز ان ہی کی ذات سے
کیا جاتا تھا مگر حکیم صاحب (حکیم حبیب الرحمن صاحب ڈھاکہ) کے پاس ایک دستاویز
ایسی ہے، جو اس آغاز کو ایک پشت اوپر تک لے جاتی ہے۔ یعنی علامہ ذہبی کی الکاشف
جو اسماء الرجال کی ایک کتاب ہے۔ اس کا ایک نسخہ حکیم صاحب کی ملکیت میں ہے جس
کے پہلے صفحہ پر مولانا عبدالحق محدث دہلوی کے والد ماجد مولانا سیف الدین ترک کے قلم
کی ایک عبارت تحریر ہے“ ۳

علاقت اولیوفات | آخری علالت کے زمانے میں شیخ سیف الدین چہر ایک عجیب کیفیت

۱۵ اخبار الاخبار - ص ۲۹۲۔ لارڈ ایکٹن (Acton) نے اپنے لیکچر میں ریفارمیشن سے
قبل کے حالات کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھا ہے :

”The people had begun to think of virtue apart
from the institutions of the Church.”

پادریوں کی حزب اخلاق بات نے عوام کو اس طرح سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ دور اکبری میں علماء کی خود
غرضیہ یا بھی نزاع اور طلب جاہ نے لوگوں کو علم سے برگشتہ کر دیا۔ کما اگر علم کا حاصل وہی تھا جو ان لوگوں
کو ملا تو اس سے بے علم رہنا بہتر تھا۔ ۱۵ اخبار الاخبار - ص ۲۹۲۔

۱۶ معارف فروری ۱۹۲۹ء ص ۸۷۔

طاہری رہی۔ خوف و خشیت کا اس قدر غلبہ ہو گیا کہ ہر وقت اسی میں پریشان رہنے لگے۔ جب کوئی ایسی آیت سن لیتے جس میں ”وعدہ رحمت“ ہوتا تو طبیعت بٹاش ہو جاتی۔ ایک مرتبہ شیخ محدثؒ نے یہ آیت تلاوت کی :

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ۔
تحقیق جنہوں نے کہا رب ہمارا اللہ ہے، پھر اسی پر قائم رہے، ان پر اتارتے ہیں فرشتے کہ تم نہ ڈرو اور نہ
الّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا غم کھاؤ اور خوشی سنو اس بہشت کی جس کا تم کو
بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ وعدہ تھا۔

تو اُن کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اور شیخ محدثؒ کو بہت سی دعائیں دیں۔ شیخ فرماتے ہیں :
”امید دارم کہ مراد عاقلے اُن شب سرمایہ امیدوار ہوں کہ اُس رات کی دعا میرے
دنیا و آخرت شود“
یہ دنیا اور آخرت کا سوا یہ ہو۔

وصال سے کچھ قبل یہ کلمات اور اشعار لکھ کر کفن کے ساتھ رکھنے کی ہدایت کی :-

(۱) دارم دلکے نہیں بیا مرزو میرس صد واقعہ در کہیں بیا مرزو میرس
شرمندہ شوم اگر بپری عسلم لے اکرم الا کرین بیا مرزو میرس
(۲) قَدِمْتُ عَلَى الْكَرِيمِ بَغِيرِ زَادٍ مِنْ الْحَسَنَاتِ وَالْقَلْبِ السَّلِيمِ
میں آیا ہوں کریم کے پاس بغیر زادہ نہ نیکیاں ہیں اور نہ قلب سلیم
فَعَمِلُ الزَّادَ أَفْتَبِحُ كُلَّ شَيْءٍ إِذَا كَانَ الْقُدُّومُ إِلَى الْكَرِيمِ
مگر بیشہ لے جانا تو ناموزوں بات ہے جب کہ ایک کریم کے پاس جانا ہو

(۳) رَبِّيَ اللَّهُ، وَدِينِي الْإِسْلَامُ وَبِي مُحَمَّدٌ، وَشَيْخِي الشَّيْخُ عَبْدِ الْقَادِرِ الْجِيلَانِي
وصال کے وقت ”خوف و خشیت کی کیفیت“ ذوق و شوق میں بدل گئی عصر کا وقت تھا
شیخ عبدالحقؒ کو مسجد سے بلوایا۔ شیخ محدثؒ خوشی اور بجالا کی یہ حالت دیکھ کر حیران رہ گئے شیخ

سیف الدین نے پھر اُن سے فرمایا :

”بابا! بدانکہ مارا اکنوں اصلا رنجے و مخنتے
و کوفتے نیست، شوق در شوق و طرب در
طرب است، ہر زحمت و بیماری کہ در بدن ما
بود بدر رفتہ است و لیکن ترا باید کہ مشغول
شوی و دعا کنی کہ مراد و دازینجا بردارند،
مراد مطلوبے کہ در تمام عمر بود دست دادہ است
مبادا باز ایں حالت نہاند، دائم دعا می
کردم کہ آخر دم در یاد خود داری و بشوق
ذوق از ایں جاہری۔ اکنوں جمال ایں مراد
با حسن و جودہ جلوہ گر شدہ است، اگر ہم در ایں
حالت پیش خود طلبد کمال لطف و عنایت
اوباشد“

بابا جان لو کہ مجھ کو اس وقت کچھ رنج و فکر
نہیں ہے بلکہ شوق پر شوق اور خوشی پر
خوشی ہے۔ جو کچھ تکلیف اور بیماری میرے
بدن میں تھی چلی گئی ہے۔ تم کو چاہیے کہ مشغول
ہو کر یہ دعا کرو کہ مجھ کو جلد اس جگہ سے لیجاؤ
تمام عمر میں جو میرا مطلوب تھا اب حاصل ہوا
ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ ہاتھ سے جاتا رہے۔ تمام
عمر میں نے دعا کی تھی کہ آخر وقت میں ذوق
مشوق کے ساتھ اس جگہ سے لے جایو۔ اب
اس مراد کا جمال ہزار ہا حسن کے ساتھ جلوہ گر
ہوا ہے۔ اگر اس حالت میں اپنے سامنے بگا
لیگا تو اس کی انتہائی عنایت اور کرم ہوگا۔

معشوق حقیقی کے دیدار کی اس قدر بے چینی تھی کہ اگر کوئی شخص عیادت کو آتا اور یہ کہتا کہ
حق تعالیٰ آپ کو صحت عطا فرمائے تو آپ ناخوش ہوتے اور فرماتے کہ خدا را یہ دعا کرو کہ اللہ
تعالیٰ مجھے یہاں سے ہٹا لے۔ غذا سے پرہیز کرنے لگے تو لوگوں نے وجہ پوچھی۔ فرمایا :
”از بولے ایں نیز نمی خورم کہ مبادا سبب بقائے
من شود، مارا ہر دم کہ ایں جامی رود بکلفت
می رود“

اس وجہ سے بھی نہیں کھاتا ہوں کہ شاید کہ یہ میری
بقا کا سبب بن جائے۔ مجھے اب ایک سانس
لینا بھی باعث کلفت ہے۔

۲۷ شعبان ۹۹۹ھ کو بے چین عاشق اپنے محبوب حقیقی سے جا ملا۔ اور ۶

عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا!

باب سوم

شیخ محمدؒ کی ولادت اور ابتدائی تعلیم و تربیت

ولادت | ماہ محرم ۹۵۸ھ مطابق ۱۵۵۷ء کو شیخ محمدؒ دہلی میں پیدا ہوئے۔

زندگی گفت کہ در خاک تپیدم ہمہ عمر

تا ازین گنبد دیرینہ درے پیدا شد

یہ اسلام شاہ سوری کا عہد حکومت تھا۔ ہمدوی تحریک اس وقت پورے عروج پر تھی اور علماء کی جانب سے تکفیر و تضلیل کا کام بڑے زور و شور کے ساتھ کیا جا رہا تھا۔

ہمدوی فرقہ کے بانی سید محمد جونپوری تھے۔ اُن کے متعلق مخالفین نے بہت کچھ لکھا ہے اور اُن کے اعتقادات کو باطل ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن جیسا کہ مولانا ابوالکلام آزاد نے لکھا ہے ”خود سید محمد اور اُن کے پیروؤں کی پہلی جماعت کے اکثر بزرگ بڑے ہی پاک نفس اور خدا پرست لوگ تھے۔ اس قسم کے معاملات ہمیشہ ابتدا میں کچھ ہوتے ہیں اور آگے چل کر کچھ اور بن جاتے ہیں۔۔۔۔۔۔ یہی حالت اس جماعت کو بھی پیش آئی۔ اور رفتہ رفتہ اس کی بنیادی صداقت اخلاف کے غلو اور محدثات میں گم ہو گئی۔“ ۱

حقیقت میں ہمدوی تحریک، اچھا شرعی اور قیام امر بالمعروف کی تحریک تھی۔ سید محمد جونپوریؒ اور اُن کے رفقاء کار علماء و سو کی دنیا طلبی اور جاہل صوفیہ کی بدعات و منکرات و سخت نالاں تھے اور چاہتے تھے کہ مسلمانوں کی سوسائٹی، ان فاسد عناصر کو دور کر کے احکام شرع کو تقویت پہنچائی جائے۔ جوں ہی یہ کوشش شروع ہوئی علماء و سوا اور مشائخ دنیا پرست کی جانب

۱۔ تذکرہ۔ ص ۲۴-۲۵ (جدید ایڈیشن)

سے مخالفت کا ایک طوفان برپا ہو گیا۔ یہاں اس تحریک کی پوری تاریخ بیان کرنے کا موقع نہیں تفصیل کے لیے دوسری کتابوں کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ یہاں ہم صرف سلیم شاہ کے زمانہ کے حالات پر اکتفا کریں گے، تاکہ شیخ محدثؒ کی پیدائش کے وقت کا مذہبی ماحول سامنے آجائے۔

سلیم شاہ کے عہد میں عہدِ الملک ملا عبداللہ سلطانپوری شیخ الاسلام اگر نے مہدویوں کی مخالفت پر کمر باندھی، اور بادشاہ کو ڈرایا کہ اگر ان کو ختم نہ کیا گیا تو وہ ہندوستان پر قبضہ کر لیں گے۔ ملا نظام الدین نے لکھا ہے:-

”عہدِ الملک میں معنی باقی وجوہ خاطر نشان سلیم شاہ نمودہ کہ اس مردِ دعویٰ مہدویت می کند و مہدی پادشاہ تمام روئے زمین خواہد شد و تمام شکر تو بایں گردیدہ است و احتمال ظلم در ملک است“ ۱

سلیم شاہ نے شیخ علانی کو اگر میں طلب کیا۔ اور ملک کے مشاہیر علماء کو بحث و مباحثہ میں شرکت کی دعوت دی۔ شیخ علانی پچھٹے پرانے کپڑوں میں اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت

۱۔ خود مہدویوں کی مندرجہ ذیل تصانیف ہیں۔

”سیرت امام مہدی موعود“؛ شاہ عبدالرحمن (اوائل دسویں صدی ہجری) مطبوعہ ابراہیمیہ (حیدرآباد دکن)

خصائص امام مہدی؛ عبدالملک سجاد ندوی (حیدرآباد ۱۳۶۸ھ) (مطبوعہ)

مجالس شیخ مصطفیٰ گجراتی؛ (مطبوعہ مکتبہ ابراہیمیہ ۱۳۶۷ھ)

جواہر التصدیق؛ شیخ مصطفیٰ گجراتی (مطبوعہ معین پریس حیدرآباد ۱۳۶۷ھ)

انصاف نامہ۔ (مطبوعہ دائرہ زمستان پور۔ حیدرآباد۔ دکن)

انوار العیون؛ سید قاسم (مطبع ابراہیمیہ حیدرآباد ۱۳۷۰ھ)

علاوہ ازیں مندرجہ ذیل کتب میں مفید معلومات ملتی ہیں:

”زاد المتقین“ شیخ محدثؒ (قلبی) تذکرہ مولانا ابوالکلام آزاد

”میاں مصطفیٰ“ پروفیسر محمود شیرانی (سلسلہ مرقعوی ۱۵۰ حیدرآباد)

۱۔ طبقات اکبری۔

کے ساتھ دربار میں حاضر ہوئے۔ سلام کر کے ایک کونے میں بیٹھ گئے۔ بحث شروع ہوئی تو شیخ علانی نے دنیا پرست علماء کی مذمت کی اور امراء و سلاطین کے فرائض بیان کیے۔ اُن کا ہر ہر لفظ دل سے نکلتا اور دل کی گہرائیوں میں اپنی جگہ تلاش کرتا تھا۔ سلیم شاہ کی آنکھیں بھی ہنساں ہوئے بغیر نہ رہ سکیں اور شیخ علانی کے متعلق اس کی رائے بدل گئی۔ دوسرے دن پھر مباحثہ ہوا تو شیخ علانی نے ان الفاظ میں مخدوم الملک کی مذمت کی۔

”تو از علماء دنیائی، و دزد دینی، و مرتکب چندین نامشروعاتی“

کئی دن تک معاملہ چلتا رہا۔ مخدوم الملک نے سلیم شاہ کو شیخ علانی کے قتل پر آمادہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن سلیم شاہ اُن کے دینی جذبات سے اس قدر مرعوب ہو چکا تھا کہ صرف جلا وطنی کے حکم پر اکتفا کیا۔ شیخ علانی دکن چلے گئے۔ مخدوم الملک نے پھر شیخ علانی کو اگرہ طلب کیا۔ سلیم شاہ نے علماء اگرہ کی ذہنیت کا اندازہ کر لیا تھا۔ وہ مخدوم الملک کے زیر اثر شیخ علانی کے قتل پر تلے ہوئے تھے۔ لہذا اس نے شیخ علانی کو شیخ بدھا بہاری کے پاس روانہ کر دیا۔ کہ جو اُن کا فیصلہ ہو اس پر عمل کیا جائے۔ شیخ بدھا اپنے زمانہ کے جید عالم تھے۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے لکھا ہے کہ شیر شاہ تک اُن کی جوتیاں سیدھی کیا کرتا تھا۔ شیخ علانی جب اُن کے مکان پر پہنچے تو سرود و ساز کی آواز سنائی دی۔ اندر پہنچے تو غیر شرعی حرکات دیکھیں۔ ضبط نہ ہو سکا اور بے اختیار امر معروف و نہی منکر شروع کر دیا۔ شیخ بدھا ان سے متاثر ہوئے، اور ایک تحریر میں ان کی تکفیر کو ناجائز قرار دیا لیکن لوگوں نے سمجھا یا کہ مخدوم الملک کے خلاف رائے دینا مناسب نہیں۔ اگر اس نے بادشاہ سے کہہ کر اس رائے کی مزید تحقیق کے لیے اگرہ بلایا، تو پیرانہ سالی میں بہار سے اگرہ تک کا سفر کرنا پڑیگا۔ شیخ بدھا کا دینی جذبہ مصلحت اندیشی سے شکست کھا گیا۔ دنیا پرستی نے ضمیر کی آواز کو خاموش کر دیا اور انہوں نے دوسرے امراء بھیجا اور لکھا کہ مخدوم الملک علماء محققین میں سے ہیں، ان کا فتویٰ اپنی جگہ اٹل ہے۔ اب سلیم شاہ نے بھی مجبور ہو کر معاملہ مخدوم الملک کے سپرد کر دیا، مخدوم الملک نے حکم دیا کہ ان کے

کوڑے لگائے جائیں۔ شیخ علائی طویل سفر کی تکالیف اٹھا کر خستہ جان ہو چکے تھے، گلے میں ایک بڑا زخم تھا۔ تیسرے کوڑے میں جان جاں آفریں کے سپرد کر دی۔
 یہ ایک واقعہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی پیدائش کے وقت کے عام مذہبی ماحول کو سمجھنے کے لیے کافی ہے۔ سلیم شاہ۔ شیخ علائی۔ مخدوم الملک۔ شیخ بڈھا۔ یہ محض چار شخصیتیں نہیں۔ یہ چار عناصر ہیں، چار تحریکیں ہیں، چار رجحانات ہیں جنہوں نے آئندہ سالوں میں ہندوستان کے سماجی، اور دینی ماحول کو بنانے اور بگاڑنے کا کام انجام دیا۔ ان حالات گرد و پیش میں پیدا ہونے والے انسان کو اپنی شاہراہ عمل متعین کرنے میں جن مشکلات اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا، ان کی تفصیل آئندہ صفحات میں نظر سے گزرے گی۔

حرم ۱۹۵۸ء — اسلامی ہند کی تاریخ میں ایک اہم مہینہ ہے۔ اسی مہینے میں شیخ عبدالحق محدثؒ پیدا ہوئے، اور اسی مہینے میں ابوالفضل۔ موخر الذکر نے اسلامی شعائر کی تضعیف و توہین میں وقت صرف کیا، تو اول الذکر نے احیاء شریعت اور قیام امر بالمعروف میں اپنی ساری زندگی گزار دی۔ ایک سے ”دین الہی“ نے تقویت پائی، دوسرے سے ”دین محمدی“ کو عروج ہوا۔

باپ کے آغوش میں | شیخ محدثؒ کی ابتدائی تعلیم و تربیت اور خیالات کے نشوونما میں ان کے والد ماجد کا خاص حصہ تھا۔ ایام طفلی ہی سے انہوں نے اپنے بیٹے کی تربیت کی طرف توجہ کی تھی شیخ محدثؒ کا بیان ہے کہ

”شب دروزد کنار محبت و جو او عنایت ایشان رات دن میں اُن کی آغوش عاطفت میں

تربیت می یافتہ ام تربیت حاصل کرتا تھا۔

تین چار سال کا بچہ دیکھے اور باپ کا یہ ذوق و شوق کہ شب و روز آغوش میں لیے اس کی تربیت میں مشغول ہے۔ اور برسوں کی ریاضت نے جو ذہنی اور قلبی کیفیات اس میں پیدا

۳۰۰ اخبار الاخبار ص ۳۰۰

کردی ہیں اُن کو منتقل کرنے کے لیے بے چین ہے مسئلہ وحدت الوجود کے اسرار سے اس بچہ کو آشنا کرنا چاہتا ہے۔ جب کوئی نکتہ نیچے کی سمجھ میں نہیں آتا تو تجربہ کار باپ یہ کہہ کر تسلی کرتا ہے:

”اِنْ شَاءَ اللہ رفتہ رفتہ پردہ از روئے کار ان شَاءَ اللہ رفتہ رفتہ حقیقت کے چہرے سے

بکشايد و جمال یقین روئے نماید“ ۱۵ پردہ اٹھیکا اور جمال یقین نظر آئیگا۔

لیکن ساکھ ہی یہ ہدایت بھی کرتا ہے:

”لیکن باید کہ دایم دریں خیال باشند و لیکن یہ ضروری ہے کہ ہمیشہ اسی خیال میں

ہر مقدار کہ دست دہد سعی کنید.... ۱۶ رہو اور جس قدر ممکن ہو کوشش کرتے رہو۔

لنگ و لوک و خفہ شکل و بے ادب

سوئے آدمی خیز و آدمی طلب!

ایک انگریز مصنف نے لکھا ہے کہ بچے کی تربیت اس وقت سے ہونی چاہیے جب وہ شکاری کے جواب میں مُسکرا کر شروع کر دے۔ شیخ سیف الدینؒ اسی اصول کے قائل تھے۔ اُن کے تعلیمی نظریات بہت بلند تھے تعلیم کا مقصد اُن کے نزدیک صرف ذہن ہی کی جلا رہتی، بلکہ اُس سے دلی اور روحانی قوی کی شگفتگی بھی منظور تھی۔ وہ جانتے تھے کہ ”حکمتِ زندگی“ سینا و فارابی کی کتابوں سے نہیں سیکھی جاسکتی۔ اس لیے چاہتے تھے کہ اپنے دل کی وہ بے چین ڈھکنیں جن میں زندگی کا راز مضمر تھا، اپنے بیٹے کے سینے میں منتقل کر دیں۔ اس زمانہ کی پوری کیفیت شیخ محدث کی زبانی سنئے:

”اسی زمانہ طفلی میں انہوں نے مجھے حضرات صوفیہ کے اقوال بتائے اور شفقت ظاہری

کے ساتھ باطنی تربیت کا برابر خیال رکھا۔ میں بھی یہ تقاضائے فطرت اُن اقوال کا دلدادہ

تھا۔ جب وہ ذرا خاموش ہوتے میں کچھ دیر کے لیے اپنے آپ کو بھول جاتا اور واقفانِ اسرار

کی طرح ان حقائق کو دوبارہ بیان کرنے کی استدعا کرتا۔ ان میں سے بعض باتیں اپنی خصوصیت

کے ساتھ ابھی تک حافظے میں محفوظ ہیں۔ یہ امر بہت غیر معمولی ہے۔ اس سے بڑھ کر عجیب بات یہ ہے کہ فقیر کو اپنے دودھ پھٹنے کا زمانہ جبکہ عمر دواڑھائی سال کی ہوگی ایسا یاد کر چھے کہ کل کی بات۔ اسی زمانہ میں جب کہ والد کی تربیت و عنایت کا فیض جاری تھا میں تحصیل علم کر چکا تھا اور ان کی خدمت میں علمی بحث و تکرار میں مصروف رہتا تھا۔ اسی شغل میں راتیں گزر جاتی تھیں۔ والد ماجد فقیر کو خصوصاً تلقینِ علم توحید اور تحقیقِ مسئلہ وحدت وجود میں شرفِ مکالمت عطا کرتے اور خوش ہوتے تھے۔ ۱۷

شیخ محمد ثک کے والد ماجد نے ان کو بعض ایسی ہدایتیں کی تھیں جن پر شیخ تمام عمر عمل پیرا رہے۔ اور جو آج بھی اُن کی خاص شان اور مخصوص روایات کا ایک اہم حصہ سمجھی جاتی ہیں۔ شیخ سیف الدین نے اپنے زمانے کے علماء کی بے راہ ردی کج بحثی اور گمراہی کا خوب مشاہدہ کیا تھا۔ اس لیے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی:

”باید کہ پہنچ کس در بحث علم نزاع نکنی۔ وہ چاہیے کہ کسی سے علمی بحث میں جھگڑانہ کرے اور کلفتِ زبانی۔ اگر دانی کہ حق بجانب دیگر تکلیف نہ پہنچاؤ۔ اگر یہ سمجھو کہ دوسرا حق بجانب است قبول کنی، و اگر نہ دوسرے ہاں ملو، اگر قبول نہ کنند بلکہ بندہ را چیں معلوم است۔ آں تو اس کو دو تین بار سمجھا دو۔ اگر نہ ملے تو کہو نوع نیز تواند بود کہ شامی گویند نزاع ہائے کبھی تو یہی معلوم ہے ممکن ہے کہ جیسا تم کہتے ہو چیت“ ۱۸

فرمایا کرتے تھے کہ علمی بحث میں جو جنگ کی جاتی ہے وہ صرف اپنے نفس کے واسطے ہوتی ہے۔ یہ لا حاصل چیز ہے، اس سے منافرت اور مخالفت کے سوت اُبل پڑتے ہیں۔ علمی مسائل میں محبت و الفت سے تبادلہ خیالات ہونا چاہیے کہ ابنِ کار محبت است، آنرا کہ محبت نباشد چہ کار کند ۱۹ یہ محبت کا معاملہ ہے جس میں محبت نہیں وہ کیا کرے گا

شیخ سیف الدینؒ کی ان نصیحتوں کو شیخ محدثؒ کے دماغ کے ہر رگ ویشے نے قبول کیا۔ اور وہ ان کی زندگیؒ جزو بن گئیں۔ اکبری دور میں بحث و مباحثہ، تکفیر و تضلیل کے کیسے کیسے ہنگامے برپا ہوئے، لیکن شیخ محدثؒ نے اپنے مسلک سے کبھی سرمو اخواف نہیں کیا۔ ان کی زندگی کی بنیاد کچھ ان اصولوں پر رکھی گئی تھی۔

تے پیدا کن از مشیتِ غبارے تے محکم تراز سنگیں حصارے
درون اودے درد آشنایے چو جوئے در کنار کوہ سارے

شیخ سیف الدینؒ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کے دل میں صرف حصول علم کی لگن ہی پیدا نہیں کی بلکہ اس کے ذہن میں علم کے متعلق صحیح نظریے بھی قائم کر دیے۔

ابتدائی تعلیم | شیخ محدثؒ کو ابتدائی تعلیم خود ان کے والد ماجد ہی لے دی تھی۔ سب سے پہلے قرآن پاک شروع کرایا اور وہ بھی نئے انداز سے۔ شیخ محدثؒ نے ابھی قواعد تہجی بھی نہیں سیکھے تھے کہ ان کے والد ماجد نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ قرآن پاک کی کچھ سورتیں لکھ کر ان کو یاد کرنے کے لیے دے دیتے تھے۔ اسی طرح دو تین مہینے میں پورا کلام پاک ختم ہو گیا۔ خود شیخ محدثؒ فرماتے ہیں:

”اول از قرآن مجید بے سابقہ تعلیم قواعد تہجی کہ سب سے پہلے قرآن مجید بے سابقہ تعلیم قواعد تہجی کہ

اطفال خوانند، دوسرے جزو بلکہ کم تر.... تعلیم (جس طرح لڑکوں کو عموماً پڑھایا جاتا ہے) دو تین جزو

فرمودند۔ سبق در سبق ایشان می نوشتند و من بلکہ اس سے کم تعلیم فرماتے تھے۔ وہ سبق لکھتے تھے

می خواندم، از قرآن ہمیں مقدار تعلیم کردہ ام، میں پڑھتا تھا۔ قرآن کی یہی مقدار میں نے ان سے

بعد از ان از اثر تربیت و شفقت ایشان سبقاً پڑھی ہے۔ اس کے بعد ان کی تربیت و

چنان قوت بہم رسید کہ ہر روز قدسے از شفقت کے اثر سے ایسی قوت بہم پہنچی کہ ہر روز

قرآن می خواندم و ہر مقدار کہ می خواندم پیش تھوڑا سا قرآن پڑھنے لگا۔ اور جتنا پڑھتا تھا ان کو

ایشان می گذرانیدم۔ در دوسرے ماہ قرآن سنا دیتا تھا۔ فرض دو تین مہینے میں قرآن شریف

ختم کردم" ۱۵ ختم کر لیا۔

اس کے بعد لکھنے کی طرف توجہ کی اور ایک ماہ کی قلیل مدت میں لکھنا سیکھ لیا۔

"در اندک مدت، شاید اگر مقدار یک ماہ تین تھوڑی ہی مدت میں، اگر ایک مہینہ کہوں تو کم دروغ نگفتہ باشیم، کتابت و سلیقہ انشاء جھوٹ نہ ہوگا، کتابت اور انشاء کا سلیقہ پیدا شد" ۱۶ پیدا ہو گیا۔

اتنے کم عرصہ میں لکھنا اور پڑھنا سیکھ لینا، شیخ کی غیر معمولی ذہانت کا کرشمہ ہے۔ شیخ محدثؒ نے اپنی اس کامیابی کا اصلی سبب اپنے والد کو قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"ہرچہ بہت اثر توجہ و عنایت ایشاں علیہ جو کچھ بھی ہے وہ ان کی توجہ اور عنایت کا اثر ہے

شیخ سیف الدینؒ نے اپنے فرزند کی تعلیم میں اس زمانہ کے مروجہ نصاب یا طریقہ تعلیم کی پابندی نہیں کی۔ بلکہ ضرورت اور اہمیت کے پیش نظر جس کتاب کو مناسب سمجھا پڑھا دیا۔ اُس زمانہ میں نظم کی بہت سی کتابیں نصاب میں شامل تھیں اور اُن کا پڑھنا ابتدائی تعلیم کا لازمی جزو سمجھا جاتا تھا۔ شیخ سیف الدینؒ نے اپنے بیٹے کو بوستان اور دیوان حافظ کے چند جزو کے علاوہ نظم کی کوئی کتاب نہیں پڑھائی۔ قرآن پاک کے بعد میزان شروع کر دی۔ اور مصباح اور کافیہ تک خود تعلیم دی۔ شیخ محدثؒ کا بیان ہے

"این کتابہائے نظم و اشعار کہ تعلیم آں متعارف اور نظم کی اُن کتابوں میں سے جو اس ملک میں
ایں دیار است، شاید کہ چند جزو از بوستان مروج ہیں، شاید گلستان بوستان کے چند جزو
و گلستان و دیوان خواجہ حافظ تعلیم کردہ باشد اور دیوان حافظ پڑھایا ہو۔ اور لڑکپن ہی سے
دہم از ابتدائے حالت صغریٰ بعد از ختم قرآن قرآن پاک ختم کرنے کے بعد میزان الصرف سے
میزان الصرف یاد دادند۔ تا مصباح و کافیہ سے مصباح و کافیہ تک خود تعلیم دی۔
خود تعلیم فرمودند" ۱۷

پڑھاتے وقت اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ان شاعرانہ توجہ عالم بن جائیگا۔

”ان شاعرانہ توجہ تو زود دانشمند شوی“

شیخ سیف الدین اپنے بیٹے کی تعلیم خود اپنی نگرانی میں مکمل کرنے کے لیے بے چین رہتے تھے۔ ان کی تمنا تھی کہ وہ اپنے جگر گوشہ کے سینہ میں وہ تمام علوم منتقل کر دیں جو انہوں نے عمر بھر کے ریاض کے بعد حاصل کیے تھے لیکن یہ اُن کی پیرانہ سالی کا زمانہ تھا۔ اس لیے سخت مجبور بھی تھے۔ کبھی کتابوں کا شمار کرتے اور حسرت کے ساتھ کہتے کہ یہ اور پڑھالوں پھر فرما

”مرا خط غریب دست دیدہ تصور آنکھ خن تھا“ مجھے بڑی خوشی ہوتی ہے جس وقت یہ تصور کرتا ہوں

ترا بجائے کہ من خیال کردہ ام برساند“ کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو اس کمال تک پہنچائے کہ جو میں نے خیال کیا ہے۔

شیخ محدثؒ خود بے حد ذہین تھے۔ طلب علم کا سچا جذبہ تھا۔ جس علم کی طرف توجہ کرتے، پانی ہو جاتا بوڑھا باپ، بیٹے کی ذہانت اور سعی پیہم سے خوش ہوتا اور اس کے شاندار علمی مستقبل کے لقمے ذہن میں جاتا رہتا تھا۔ ایک دن کا واقعہ شیخ محدثؒ خود اس طرح بیان فرماتے ہیں:

”یاد دارم کہ روزے در ملازمت ایشان تقریر بعضے سخنان علمی می کردند، و ایشان بجانب بند ناظر بودند۔ در اثنائے سخن ایشان را حالتی در گرفت، و غریبا ز دند و گریہ کردند۔ وہم در آن حالت

(حاشیہ صفحہ ۳۲) ۱۹۰۶ء سے ہندوستان کے نصاب میں یہ ہی کتابیں شامل تھیں۔ عباس شیردانی شیرشاہ کی تعلیم کے متعلق تاریخ شیرشاہی میں لکھتا ہے:

”فرید تحصیل علوم عربیہ مشغول شد۔ کافیہ بخاشی قاضی شہاب الدین خوب طریق بخواند، و علوم دیگر نیز تحصیل کرد و گلستاں و بوستاں و سکندرنامہ وغیرہم بخواند“ (قلمی نسخہ)

اس زمانہ کے نصاب تعلیم کے متعلق تفصیلی معلومات درکار ہوں تو مولانا حکیم عہد اچھی مرحوم کا مضمون ”ہندوستان کا نصاب درس“ (الندوہ۔ فروری ۱۹۰۹ء) ملاحظہ کرنا چاہیے۔ نیز ڈاکٹر صوفی کی کتاب المنہاج بھی اس موضوع پر کافی دل چسپ ہے۔

(Al-Minhaj Dr. G. M. D. Sufi Lahore 1941)

(لوٹ صفحہ ۱۵) اخبار الاخبار۔ ص ۳۰۱۔

ہر دو دست بروئے فقیر پر آوردند دعا کردند، و بعد از فرود آمدن آن حالت فرمودند کہ مارا از مشاہدہ
 شتابی دست داد، و نورے مشہود شد کہ تعبیر از کیفیت آن ممکن نباشد خداوند کہ آن چہ حالت بود
 بارہ تیرہ برس کی عمر میں شرح شمسہ اور شرح عقائد پڑھ لی۔ پندرہ سولہ برس کی عمر ہوئی کہ
 مختصر و مطول سے فارغ ہو گئے۔ اٹھارہ برس کی عمر میں علوم عقلی و فنی کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا
 جس کی سیر نہ کر چکے ہوں۔ اس زمانہ کی پوری روئاد خود ان کی زبانی سننے کے قابل ہے۔ فرماتے
 ہیں :-

”اور یہ بھی فرماتے تھے (اپنے والد کی طرف اشارہ کرتے ہیں) کہ ہر ایک علم میں سے مختصر پڑھ لو گے
 تو تم کو کافی ہو گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے بعد برکت اور سعادت کے دروازے تم پر کھل جائیں گے
 اور تمہیں سارے علوم بے تکلف حاصل ہو جائیں گے۔ ان کے اس ارشاد پاک نے یہ اثر کیا کہ تحصیل
 علوم میں مجھ کو ایسی سرعت حاصل ہوئی کہ جس کٹے زمان اور طے مکان کہتے ہیں ہر علم حاصل
 ہو گیا۔ یعنی مختصرات نحو مثل کافیہ و لب و ارشاد وغیرہ شاید ایک ایک جزو بلکہ زیادہ یاد کرتا تھا
 اور اتمام تحصیل علم کے لیے اس قدر بچپنی بھی کہ اگر کوئی جزو ان مختصرات کا صحیح اور محشی مل جاتا تھا
 تو اس کو خود مطالعہ کر لیتا۔ حاجت استاد سے پڑھنے یا دریافت کرنے کی نہ ہوتی۔ اگر بحث
 آسان ہوتی یا مضمون سے پہلے سے واقفیت ہوتی تو میرا فکر اس کو قبول نہ کرتا۔ خدا جلے
 کہ ان دنوں میں کیا سمجھتا تھا اور کیا دیکھتا تھا لیکن ہر کتاب کے متن اور حاشیے اور ان کے الفاظ
 سے پورا فائدہ حاصل کرتا تھا۔ اور جو کتاب میرے ہاتھ آتی یا جزو کسی کتاب کا ملتا خواہ میرے
 پڑھے ہوئے ہوتے یا نہ ہوتے اُس کو ادلی سے آخر تک دیکھنا اپنے اوپر واجب کر لیتا تھا۔ لوہیں
 اس امر کا عقیدہ نہ تھا کہ شروع یا خاتمہ کتاب ملے تو دیکھوں۔ میری نظر تحصیل علم پر تھی۔ خواہ کسی
 طرح پر ہو۔“

اس زمانہ میں تحصیل علم سے اُن کا مقصد کیا تھا؟ اخبار الاخبار میں انہوں نے طالب علمی

کے زمانہ کے ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے، جس سے اُن کے مقاصد اور رجحانات کا پتہ چلتا ہے۔
ایک دن اُن کے کچھ سنا تھی اس بات پر گفتگو کر رہے تھے کہ حصول علم سے اُن کا کیا مقصد ہے۔
کسی نے کہا کہ معرفت الہی کی غرض سے علم حاصل کرتا ہوں کسی نے کہا دنیوی مشکلات کو حل
کرنے کے لیے۔ شیخ محدث کی باری آئی تو انہوں نے جواب دیا:

”من اصلا ندانم کہ تحصیل علم معرفت الہی	میں بالکل نہیں جانتا کہ تحصیل علم سے معرفت
مرتب شود یا اسباب ظاہری مرابا لفعل خود	الہی حاصل ہو یا اسباب لہو۔ بالفعل مجھے
شوق این ست کہ بارے بدانم کہ چندین عقلا	یہ شوق ہے کہ معلوم کروں کہ اتنے عقلا را
و علما گذشتہ اندازہ گفتہ اند و در کشف حقیقت	علما ہرگز رہے ہیں کیا کہتے ہیں اور کشف
معلومات مائل چہ در ہا سفتہ اند تا بعد از	حقیقت معلومات میں کس قدر مہولی پر
حصول آن چہ حالت دست و ہر بجز نفس	ہیں۔ اور اس کے حاصل کرنے کے بعد کیا
بر دیاب محبت مولیٰ یا تحصیل دنیا کشد یا طلب	حالت ہوئی یعنی حفظ نفس کی طرف گئے یا
عقبی۔“ ۱۵	محبت مولیٰ یا تحصیل دنیا یا طلب عقبی کی طرف۔

باب چہارم

شیخ محدث طالب علم کی حیثیت سے

شیخ محدث نے اپنے بڑھاپے میں نواب مرتضیٰ خاں، شیخ فرید کو ایک خط میں "طلب صادق" کی نوعیت بتائی تھی کہ

"ہر دمے کہ زندہ ہر قدمے کہ نہد حصول مطلوب انسان جو سانس لے اور جو قدم رکھے اس میں حضور محبوب ہمیشہ حاضر ہے" ہمیشہ حصول مطلوب اور حضور محبوب ہمیشہ نظر رہے

طالب علمی کے زمانہ میں خود اُن کا یہی حال تھا۔ دن اور رات اسی میں غرق رہتے تھے حصول علم کا جذبہ اس قدر غالب تھا کہ زندگی اور اس کی ساری دیکھپیاں سمٹ کر اسی میں آگئی تھیں۔ خود لکھتے ہیں۔

"از ابتدائے ایام طفولیت بنی دانم کہ بازی بچپن سے (میرا یہ حال ہے کہ) مجھے یہ نہیں معلوم کہ چھیت، خواب کد ام۔ مصاحبت کیست کھیل کو دیکھا ہے۔ خواب مصاحبت، آرام اور آسائش و آرام چہ و آسائش کو دیکھا ہے کے کیا معنی ہیں میں نہیں جانتا کہ سیرکسی ہوتی ہے

شب خواب چہ و سکون کد امست

خود خواب بے اشغال حرامست !

ہرگز در شوق کسب و کار طعام بوقت نخوردہ تحصیل علم میں مشغولیت کی بنا پر کھانا کبھی بروقت

نہیں کھایا اور نیند بھر کر نہیں سویا۔

و خواب در محل نبرہ" ملے

جس محنت و مشقت اور جاذبہ کے ساتھ انہوں نے علم حاصل کیا تھا، اُس کی مثال اس زمانہ میں ملنی مشکل ہے۔ ابو الفضل نے اگر رات کو پڑھتے پڑھتے اپنے دماغ میں خشکی پیدا کر لی تھی تو شیخ محدثؒ نے بارہا مطالعہ کی مشغولیت میں اپنے بالوں اور عمامہ کو چراغ سے جلا یا ہے۔ اور وہ بھی اس طرح کہ آگ لگنے کی خبر تک بھی نہیں ہوئی ہے۔ فرماتے ہیں۔

چہ دود ہائے چراغ کہ درد باغِ نرفت کد ام بادہ محنت کہ درایاغِ نرفت
کدام خواب و چہ آسائش و کجا آرام چہ خار خار کہ در بستر فراغِ نرفت
بگیر تم ز دل خود کہ عمر رفت و لے ز کج غمکہ ہرگز بہ صحنِ باغِ نرفت

شیخ محدثؒ نے صبح سے رات تک کا اپنا پورا پروگرام بتایا ہے حقیقت یہ ہے کہ علمی دنیا کی صدر نشینی کے لیے جس ریاض کی ضرورت تھی، اُس میں انہوں نے کوئی کمی نہیں کی تھی بچپن سے انہیں اس بات کا احساس تھا کہ ۶ جنت تری نہاں ہر ترے خونِ جگر میں۔ اس لیے انہوں نے تحصیل علم میں اپنے خون کا پانی کر دیا۔ طلوع آفتاب سے قبل وہ مدرسہ کو روانہ ہو جاتے تھے۔ مدرسہ مکان سے دو میل کے فاصلہ پر تھا۔ دوپہر کو کھانا کھانے تھوڑی دیر کے لیے گھڑتے اس کے بعد پھر مدرسہ جا کر مطالعہ میں مشغول ہو جاتے۔ چھ میل کی مسافت طے کر چکنے کے بعد بھی ان کو تھکن محسوس نہ ہوتی تھی اور وہ پورے ذوق و انہماک کے ساتھ رات تک مدرسہ میں مطالعہ کرتے رہتے تھے۔ رات کو جب گھر واپس آتے تو آرام کرنے کے بجائے پڑھنے کے لیے بیٹھ جاتے والدین اُن کی اس محنت اور مصروفیت سے بہت پریشان ہوتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ کبھی کبھی آرام بھی کرنا چاہیے لیکن اُن پر تحصیل علم کا ایک نشہ سا تھا۔ وہ سب کی نصیحتیں سننے سے تھر لیکن کچھ مجبور سے تھے مفصل کیفیت خود اُن کی زبانی سنئے۔ فرماتے ہیں:-

”ہر روز باوجود غلبہ برودت ہوائے زمستان و میں جاڑے کی ٹھنڈی ہوا اور گرمی کے جلسہ دینے والی

نہ کہتا ہے۔ دو چراغ خورہ شب آورده آم بروز پڑ معذورم ار نماذہ دماغ مرا تری

نشد اخبار الاخیار۔ ص ۳۰۳۔

شدت حرارت؟ بستان دوبارہ بہ مدرسہ دہلی
 کہ شاید از منزل مابعد و میل داشتہ باشد
 میل می کردم۔ در میان روز ادنی وقفہ در غربانہ
 بسبب تبادل چند لقمہ کہ سبب عادی توام
 حرکت ارادی است واقع می شد۔۔۔۔۔
 دائم پدر و مادر من در پے آں بودند کہ یک دم
 بآلودگان محلہ بازی کنم یا شب بوقت متعارف
 پادراز کشم۔ من می گفتم کہ آخر غرض از بازی
 خاطر خوش کردنت و مرا خاطر بہ ہیں خوش
 است کہ چپے بخوانم یا مشقے کنم، بر عکس آنکہ
 پدران و مادران اطفال را برخواندن و بکتاب
 رفتن زجر کنند و عتاب نمایند مرا در جانب
 دیگر بمبالغہ خطاب می کردند۔ گلہ ہے در اثنا
 مطالعہ کہ از نیم شب در می گذشت، والدہ
 قدس سرہ مرا فریادی زد کہ بابا! چہ می کنی،
 من فی الحال درازی کشیدم تا دروغ واقع
 نشود و می گفتم کہ خفتہ ام چہ می فرمایند باز بر
 می نشستم و مشغول می شدم۔ ۱۵

شاہ صاحب کے زمانہ میں تحصیل علم کا کام صرف خواندن پر ہی ختم نہ ہوتا تھا۔ بلکہ اُس
 کے اور مراحل بھی تھے۔

د) مطالعہ (۲) بحث و تکرار (۳) کتابت

ان منزلوں سے گزر کر سبق جس قدر پختہ ہو جاتا تھا اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ طالب علم کے دل و دماغ کا رگ و ریشہ اس تعلیم سے متاثر ہوتا تھا اور اس کا قصبر علم آج کی طرح نقش بر آب نہیں، بلکہ آہنی ستونوں پر کھڑا ہوتا تھا۔ شاہ صاحبؒ مطالعہ اور بحث و تکرار میں مستقل مشغولیت کے باوجود کتابت کے لیے وقت ضرور نکال لیتے تھے۔ فرماتے ہیں :-

”وغریب نرا نکہ باوجود احاطہ اوقات و شمول
ساعات بمطالعہ و تذکار و بحث و تکرار ہر صبح
از کتب خواندہ می شد بلکہ ورثے آن از شرح
و حواشی در نظر می آمد تقیہ آن بہ کتابت از
ضروریات وقت می دانستم، اکثرے از شب
و پارہ از روز بہ مطالعہ می گذشت و پارہ از
شب و اکثرے از روز بہ کتابت می رفت“
۱۵

اور زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ باوجود مطالعہ
تذکرہ اور بحث و تکرار میں بیشتر وقت منہمک
رہنے کے، جو کتابیں پڑھتا تھا بلکہ ان کے
علاوہ شرح و حواشی بھی جو نظر سے گزرتے
تھے ان کے لیے بھی، لکھنے کی مشق کو ضرورت
وقت میں سے شمار کرتا تھا۔ رات کا زیادہ حصہ
اور تھوڑا حصہ دن کا مطالعہ میں گزرتا تھا۔
اور تھوڑا حصہ رات کا اور زیادہ حصہ دن کا لکھنے
میں صرف ہوتا تھا۔

یہ تھا اس شخص کی طالب علمی کا زمانہ جس نے سترہویں صدی میں احیاء علوم الدین کی شاندار
خدمت انجام دی! | حفظ کلام پاک | شیخ محدث نے ابتدائی زمانہ میں ہی قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔ اس
کام میں ان کو سال، سو سال محنت کرنی پڑی تھی۔ خود فرماتے ہیں :-
”بعد ازاں بہ حفظ قرآن مجید نیز موفق شدم و اس کے بعد قرآن مجید کے حفظ کرنے کی توفیق

در کف حفظ درآمد و در مدت یک سال اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمائی اور میں نے ایک چیزے این نعمت را بدست آوردم سال اور کچھ دنوں میں اس نعمت کو حاصل کر لیا۔

دانشمندانِ ماوراء النہر سے تلمذ | عربی میں کامل دستگاہ اور علم کلام و منطق پر پورا عبور حاصل کرنے کے بعد شیخ محدثؒ نے ”دانشمندانِ ماوراء النہر“ سے الکتاب علم کیا۔ شیخ نے ان بزرگوں کے نام نہیں بتائے۔ بہر حال ان علوم کے حصول میں بھی ان کی مشغولیت اور انہماک کا وہی عالم رہا کہ رات اور دن کے کسی حصہ میں فرصت نہ ملتی تھی۔ اخبار الاخیار کی تصنیف کے وقت نہایت حسرت سے اُن کی زبان سے یہ الفاظ نکلے ہیں :-

”اگر آں قدر ذوق و شوق در طلب مولیٰ د اگر اس قدر ذوق و شوق کا اظہار ریاضت اور

ریاضت باطن می بود تا کار کجای کشید“ طلب مولیٰ میں ہوتا تو میں کیا کیا حاصل کر لیتا!

شیخ محدثؒ نے بڑی رسا طبیعت پائی تھی جس علم کی طرف متوجہ ہوتے تھے اپنی محنت اور ذہانت سے اس میں کمال حاصل کر لیتے تھے۔ چنانچہ علم کلام اور فلسفہ میں بھی ایسا درک پیدا کر لیا کہ اُن کے اُستاد بھی اُن کے کمالات کی تعریف کرنے لگے۔ حدیث ہے کہ اُنہوں نے اپنے ذہین شاگرد سے اس کا اعتراف کیا :

”ما را از تو مستفیدیم و ما را بر تو فتنی نیست“ ہم تجھ سے مستفید ہیں ہمارا تجھ پر کوئی احسان نہیں۔

عبادت و ریاضت کی ابتداء | اقبالؒ نے کہا ہے :

علم کا مقصود ہے پاکی عقل و خرد فقر کا مقصود ہے عفتِ قلب و نگاہ

شیخ محدثؒ نے ”پاکی عقل و خرد“ کے ساتھ ساتھ ”عفتِ قلب و نگاہ“ کا بھی پورا پورا خیال رکھا۔ بچپن سے اُن کو عبادت و ریاضت میں دلچسپی تھی۔ اُن کے والد ماجد نے ہدایت کی تھی۔

”ملائے خشک و ناہموار نباشی!“

۱۔ اخبار الاخیار - ص ۳۰۱-۳۰۲ - ۲۔ ایضاً - ص ۳۰۲ - ۳۔ ایضاً - ص ۳۰۲

۴۔ ایضاً - ص ۳۰۳

چنانچہ عمر بھٹان کے ایک ہاتھ میں ”جام شریعت“ رہا۔ دوسرے میں سندانِ عشق۔ عشقِ الہی کی لگن تو اُن کا خاندانی ورثہ تھی۔ شیخ سیف الدینؒ نے اُن میں عشقِ حقیقی کے وہ جذبات پھونک دیے تھے جو آخر عمر تک اُنکے قلب و جگر کو گرماتے رہے۔

ابتدائی زمانہ میں اُن کا معمول تھا کہ وہ رات میں بیدار ہو کر عبادت میں مشغول ہو جاتے تھے۔ لکھتے ہیں۔

”و باوجود شوق و شغف تحصیل و تکرارِ علم در تحصیل علم میں اس قدر انہماک اور مشغولیت کے

کثرتِ صلوٰۃ و اوراد و شبِ خیزی و مناجات باوجود اس زمانہ طفلی میں نماز، اوراد، شبِ خیزی اور

ہم دریاں طفولیت یوں جاری آئے۔ مناجات کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا۔

اس زمانہ میں جس ذوق و شوق کے ساتھ وہ دعائیں مانگا کرتے تھے، اس کے تصور سے پیرائہ سالی میں اُس کے کام و دہن لطف اندوز ہوتے تھے۔ فرماتے ہیں:

ہنوز ذوق اُن اسرارِ اوقات در کامِ وقت پیدا است۔

اس زمانہ میں شیخ محدثؒ کو علماء و مشائخ کی صحبت میں بیٹھنے اور ان سے مستفید ہونے کا بڑا شوق تھا۔ اپنے مذہبی جذبات اور خلوص نیت کے باعث وہ ان بزرگوں کے لطف و کرم کا مرکز بن جاتے تھے۔ شیخ اسحاقؒ (المتوفی ۹۸۹ھ) سمروردیہ سلسلہ کے مشہور بزرگ تھے اور ملتان کو چھوڑ کر دہلی میں اقامت اختیار کر لی تھی۔ اکثر اوقات خاموش رہتے تھے۔ بہت کم کسی سے بات کرتے تھے لیکن جب شیخ محدثؒ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بے حد التفات و کرم فرمایا، اور

”بفقر سخناں بیار کردہ“

باب پنجم تکمیل علم کے بعد

باز گلبانگ پریشاں می زخم آتش در عنایاں می زخم
مجلہ گل بہرمن کردند و من سر بدیوار گلستاں می زخم

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے تکمیل علم بہت کم عمر میں کر لی تھی اس کے بعد ۹۹۶ھ تک (جب کہ وہ حرمین شریفین کے لیے روانہ ہوئے) وہ کیا کرتے رہے؟ — اس کا کچھ پتہ ان کی تصانیف سے نہیں چلتا۔ عبدالحمید لاہوری کے ایک بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ تحصیل علم سے فراغت کے بعد (یعنی حج بیت اللہ کو روانگی سے قبل) انہوں نے درس و تدریس کا کام شروع کر دیا تھا — لکھا ہے :

”چون سنین عمرش بعشرین رسید از پایہ تحصیل جب ان کی عمر بیس سال کی ہوئی تو تکمیل علم کے بعد
بدرجہ تدریس برآمد و چندے ہنگامہ افادہ گرم درس و تدریس کا شغل اختیار کیا۔ اور کچھ دنوں پر
داشتہ پائے طلب باد یہ پیمائی سفر حجاز گردید“ مشغلہ جاری رکھنے کے بعد عازم حجاز ہوئے۔
اخبار لاخیا میں اپنی تعلیم کا ذکر کرنے کے بعد ایک دم سے یہ کہنے لگتے ہیں : —
”چارہ گریہاں و ناہ نمائے آوارگاں مرا بے بسوں کے مددگار اور پریشاں حال لوگوں
بجانب خود طلبید و من بے خانساں ما کے راہ نمائے مجھے اپنی طرف بلا لیا اور مجھ

۱۵ بادشاہ نامہ حصہ دوم : ص ۲۴۱-۲۴۲۔

محمد صالح کنبوہ نے شاہ جہاں نامہ (جلد سوم ص ۳۸۴) میں بھی یہ ہی لکھا ہے : ”روزے تدریس و تعلیم گزرا نید“ اس کے بعد ”معنی توحید بر لوح دل بزیگاہتہ بہ عزم کوبہ سفینہ شست“

سلسلہ شوق در گردن افگندہ بسوئے خانہ خود بے خانماں کی گردن میں زنجیر شوق ڈال کر اپنے گھر
کشید و من نامراد را بہ منزل مراد رسانید یعنی کی طرف کھینچ لیا اور مجھ نامراد کو منزلی مراد تک پہنچا
بدرگاہ حبیب خود صلی اللہ علیہ وسلم جا کر داد دیا یعنی اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی درگاہ میں
مجھے جگہ دی۔

زاد المتقین میں لکھتے ہیں :-

”در سنہ ست و تسعين و تسع مائے جاذب از غیب ۹۹۶ھ میں جذب غیب سے پیدا ہو گیا۔ اور دل
در رسید و وحشت در دل پیدا آمد۔ چارہ نلند پر وحشت طاری ہو گئی۔ دیوانگی کی حالت میں سفر
جز دیوانگی کردن و زاد ہمت بخیاں مفرستین“ تا ارادہ کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہا۔
آخر وہ ہندوستان میں اپنے آپ کو ”بے خانماں“ کیوں سمجھتے تھے؟ اور وہ ”وحشت“ جس کا ذکر
انہوں نے زاد المتقین میں کیا ہے اُن کو ہندوستان میں کیوں محسوس ہونے لگی تھی؟
شیخ عبد الوہاب کی خدمت میں پہنچ کر انہوں نے اس وحشت کا سبب اس طرح بیان کیا:
”یاسیدی! انا امرء نشأت من زمان یاسیدی! میں وہ شخص ہوں جو بچپن ہی سے تحصیل
صغری فی ریاضۃ للتعلیم والتعبید لہ علم اور عبادت گزاری کی محنت اور ریاضت
اعتد بصحبۃ الناس والاختلاط معہم میں پلا ہے میں کبھی عام لوگوں کی صحبت اور
والدخول فیہم ولما حصل لی بفضل اللہ طرف صالح من ذلک وقضیت
اللہ طرف صالح من ذلک وقضیت وطری وحاجتی مما ہذا لک دعا کی
بعض اہل الحقوق الی الخروج الی از باب الدنیا فادرکت سلطان
الوقت والامراء فاعتنوا بشائی رفعوا اور امراء کے پاس گیا۔ انہوں نے میری طرف

یہ زاد المتقین (قلمی نسخہ)

لہ اخبار الاخیار ص ۴۳

مکانی و ارادہ و ان یکثروابی سوادہم بہت توجہ کی، میرا تہہ بلند کیا اور یہ ارادہ کیا
 و یحکموا و یعدہ ابھذا الضعیف کہ میرے ذریعہ اپنی جماعت بڑھائیں اور مجھ
 صورہم و موادہم فحسانی اللہ کمزور سے اپنی طاقت مضبوط کریں پس اللہ
 ولم یترکنی معہم و اوجد فی قلب نے مجھے محفوظ رکھا اور ان کے ساتھ مجھے چھوڑا۔ اپنے
 عیدہ جذبہ ہا الی هذا اللقار بندہ کے دل میں ایک جذبہ پیدا کیا جس نے
 الشریعہ" ۱۰ اس مقام شریف تک پہنچایا۔

اس سے پہلی بار یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیخ محدثؒ کچھ عرصہ فتح پور سیکری میں بھی رہے تھے اور
 وہاں اکبر اور اس کے درباریوں نے اُن کی بڑی قدر بھی کی تھی لیکن جس شخص کی قسمت
 میں علوم اسلامی کی تجدید اور تقویت شرع لکھی ہوئی تھی وہ کس طرح اُس ماحول میں ٹھہر سکتا
 تھا جہاں شرع کی بے حرمتی ہو رہی تھی اور بدعات کا ہنگامہ برپا تھا۔ ملا عبد القادر بدایونی
 نے لکھا ہے :-

چوں وضع زمانہ و زمانیاں کہ ہمہ مغل و برکات جب اہل زمانہ کی وضع میں (جو اوقات میں مغل
 طبعی مشتمل است دیگر گوں شد و بر اوضاع اور مکر و ہمت پر مشتمل ہے) فرق آیا اور ملنے والوں
 آشنا یاں اعتماد نما ہر صحبت فلانی و فلانی کے حالات اعتماد کے قابل نہ رہے اور فلان و فلانی
 راست نیامد و توفیق رفتن بہ کعبہ شریفہ رفیق کی صحبت سازگار نہ ہوئی اور کعبہ شریف جانے
 او شد از دہلی بہ طریق جذبہ بہ پیچ چیز مقید نہ کی توفیق رفیق حال ہوئی تو شیخ جذبہ کے عالم
 شدہ بہ گجرات رفت" ۱۱ بے سرو سامانی کے ساتھ دہلی سے گجرات کو روانہ ہوئے

جس وقت شیخ محدثؒ نے ہندوستان کو چھوڑنے کا فیصلہ کیا تھا، اُس وقت یہاں کی

۱۰ المکاتیب والرسائل - ص ۲۷۹ ۱۱ منتخب التواریخ - جلد سوم - ص ۱۱۳

سرو وائس ہیک (Sir Wolsley Haing) کا خیال ہے کہ ملا عبد القادر نے یہاں فیضی اور
 ابو الفضل کا نام لکھنے کے بجائے "صحبت فلانی و فلانی" لکھ دیا ہے۔ (انگریزی ترجمہ منتخب التواریخ - جلد سوم -
 ص ۱۶۸)

دینی فضا انتہائی مکدر تھی علماء رسوئے دربار اور دربار سے باہر جو افسوسناک حالات پیدا کر دیے تھے، ان میں کسی بزرگ کا یہاں ٹھہرنا، آسان نہ تھا۔ عیان علم و مشیخت اور زہد و نشان سجادہ طریقت نے ہر طرف فتنہ و فساد پھیلادیا تھا۔ مولانا ابوالکلام آزاد اس غم شکن اور ایمان آزا دھڑ کی تصویر پیش کرنے کے بعد بے اختیار پکار اٹھتے ہیں :-

”ان تمام حالات کو سامنے لا کر غور کرو کہ اس عہد کی عالم آشوبی کا کیا حال تھا؟ کس طرح ہر طرف سکوت عن الحق کا سناٹا اور قبول باطل و اطاعت ظلم و طغیان کی مردنی چھائی ہوئی تھی؟ اور جابروں کی ہیبت اور ظالموں کے جبروت نے کلمہ حق کی گونج سے تمام فضائے ہند کو

خالی کر دیا تھا“ ۱۵

اسی زمانہ میں ایک بزرگ شیخ جمال الدین ہندوستان کو چھوڑ کر حجاز چلے گئے تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں: ”جب دیکھا کہ زمانہ کی حالت دگرگوں ہو گئی ہے اور وقت کی حکومت دنیا سازوں اور دنیا بازوں کے قبضہ میں چلی گئی ہے۔ حتیٰ کے گوشہ نشینوں کے لیے بھی امن باقی نہ رہا، تو ترک وطن پر آمادہ ہو گئے۔ اور ہندوستان ہی کو چھوڑ دیا۔“

دامن اس کا تو بھلا دور ہے اے دست جنوں

کیوں ہے بیکار، گریباں تو مرادور نہیں“ ۱۶

آئیے، اس زمانہ کے حالات پر بھی ایک سرسری نظر ڈال لیں۔

ربیع الثانی ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۹۰۵ء کو اکبر نے عبادت خانہ کی تعمیر کا حکم دیا۔ میاں عبداللہ نیازی سرہندی کے مسکن پر یہ عمارت تیار ہوئی۔ بلا شیری نے ایک نظم میں لکھا ۱۷

دریں ایام دیدم جمع اموال مناروقی

عبادت خانے فرعونی، عمارت خانے شدادی

ابتداء میں صرف مسلمان علماء و اکابر کو اس میں شرکت کی دعوت دی گئی اور مذہب کے

مختلف مسائل پر مباحث کی ابتداء ہوئی۔ ان مباحث سے اکبر کا مقصد تلاش حق تھا اور اس نے خلوص نیت کے ساتھ دینی معاملات پر معلومات حاصل کرنے کی غرض سے علماء کو مدعو کیا تھا۔ لیکن علماء نے عبادت خانہ کو دنگل میں تبدیل کر دیا اور بقول حالی یہ حال ہو گیا کہ

کبھی وہ گلے کی رگیں ہیں پھلاتے کبھی جھاگ پر جھاگ ہیں منہ پہ لاتے
کبھی خوک اور سگ ہیں اس کو بتلاتے کبھی مارنے کو عصا ہیں اٹھلاتے

ستوں چشم بد دور ہیں آپ دیں کے
نمونہ ہیں حشمت رسول امیں کے (حالی)

ایک جس فعل کو حرام کہتا، دوسرا کسی حیلہ سے اس کو حلال ثابت کر دیتا۔ اکبر اس ماحول سے گھبرا گیا۔ جن علماء کو وہ رازی اور غزالی کے مرتبے کا سمجھتا تھا، وہ اپنے کردار کے باعث ننگ دیں ثابت ہوئے۔ ملا عبد القادر بدایونی نے لکھا ہے:

”علمائے عہد خویش را بہتر از غزالی و رازی اپنے زمانہ کے علماء کو رازی اور غزالی سے
تصور نمودہ بودند، و کا کہتہائے ایشان را دیدہ بھی برتر خیال کرتا تھا۔ جب ان کے چھوٹے
قیاس غائب بر شاہ کردہ سلف را تیر منکر پن کو دیکھا تو سامنے والوں پر غائبوں کو
شدند“ ۱۷ قیاس کر کے سلف کا بھی منکر ہو گیا۔

عبادت خانے کے مباحث بند کر دیے گئے۔ اور ملا مبارک ناگوری نے ایک محضر نامہ تیار کر کے علماء وقت کے دستخط کرائے اور یہ اعلان کیا —

”مرتبہ سلطان عادل عند اللہ زیادہ از مرتبہ مجتہد است“

اس کے بعد اکبر کے دینی رجحانات میں نہایت تیزی کے ساتھ تبدیلی واقع ہونے لگی۔ دربار میں ائمہ اسلام کی نوہن کی جانے لگی۔ دیکش احمدیؒ کہہ کہہ کر اسلام کے ارکان دینی کا مذاق اڑایا جانے لگا۔ پھر دین الہی کی تدوین کی گئی اور ایک نئے فتنہ کوئندہ ہی رنگ میں شروع

کیا گیا۔ ان تمام احداث و بدعات کی تفصیل مناسب موقع پر پیش کی جائیگی۔
 ابو الفضل اور فیضی نے اس دینی انتشار و ابتری کی رہبری کی شیخ عبدالحقؒ کے فیضی
 سے ذاتی تعلقات تھے۔ دربار کے یہ حالات دیکھ کر ان کی طبیعت گھبرا اٹھی۔ اگر زمانہ سازی
 پر ان کی طبیعت ذرا بھی راضی ہو جاتی تو دولت و ثروت اور عزت و شہرت ان کے قدم چوتی
 لیکن ان کا مذہبی شعور بیدار تھا اور وہ کسی قیمت پر اپنے ضمیر کی آواز کو دبانے کے لیے تیار
 نہ تھے۔ اکبر کا سیاسی اقتدار اس منزل پر پہنچ چکا تھا جہاں مخالف تحریکوں کا نشو و نما
 پانا ناممکن تھا۔ ان حالات میں ترک وطن کے علاوہ کوئی چارہ کاری سمجھ میں نہ آیا۔ اور انہوں
 نے غیرت دینی سے مجبور ہو کر حجاز کی راہ لی۔

باب ششم (۶)

شیخ محدث حجاز کی طرف

۹۹۶ھ مطابق ۱۵۸۶ء میں جب کہ شیخ محدثؒ کی عمر اسی سال کی تھی وہ حجاز کی طرف روانہ ہو گئے۔ محدثؒ نے گلزار ابرار میں لکھا ہے کہ شیخ ۹۹۵ھ کے شروع میں مالوہ ہوتے ہوئے گجرات پہنچ گئے تھے۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ ہمارا موسم گزر چکا ہے۔ چنانچہ آپ سال بھر وہیں رہے۔ اور ۹۹۶ھ میں حجاز کو روانہ ہوئے۔

اس زمانہ میں مرزا عزیز کو کہ مالوہ کے حاکم تھے شیخ نے ان کے پاس بھی قیام فرمایا تھا۔ وہ مالوہ و تشریف لے گئے تھے ساندویں گلزار ابرار کے مصنف نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ”بہت کچھ فیروزی اور فرخندگی کے فوائد حاصل کیے تھے“ مالوہ سے روانہ ہو کر شیخ محدثؒ احمد آباد پہنچے۔ وہاں ان دنوں مرزا نظام الدین احمد مصنف طبقات اکبری صوبے کے بخشی تھے انہوں نے نہایت گرم جوشی سے شیخ کا استقبال کیا اور بے حد التماس کر کے آئندہ موسم تک ٹھہرایا۔

۱۔ مرزا کو کہ خان اعظم لقب تھا۔ آنگہ خاں کا لڑکا اور اکبر کا رضاعی بھائی بھائی تھا۔ ملا عبداللہ اور بدایونی نے اس کے متعلق لکھا ہے۔

”بحسن اخلاق و بانواع فضائل و ہنرموصوف بود“ (ج ۲ ص ۲۸۰-۲۸۱)

اکبر جب اس سے ناراض ہوتا تو کہا کرتا تھا کہ میرے اور عزیز کے درمیان دودھ کی ایک نثر بہتی ہے اس لیے مجھ کو ہوں۔ جہانگیر نے اس کے سب علمی فضائل کو مختصر بیان کیا ہے :

”در علم سیر و فن تاریخ استحضار تمام داشت۔ و در تاریخ و تقریب نظر بود و در مدح و عیان و بی طوئی داشت و در لطیفہ گوئی بے مثل بود و در شعر ہوا و می گفت“

۲۔ گلزار ابرار۔ ص ۵۹۹ ۳۔ ایضاً ۴۔ ایضاً

احمد آباد میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی شیخ وجیہ الدین علویؒ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور ان کی صحبت سے فیض حاصل کیا۔ اخبار الاخیار میں لکھتے ہیں :-

محرر سطور در وقتیکہ بقصد زیارت سید کائنات
صلی اللہ علیہ وسلم بہ احمد آباد گجرات رسید از
متاخرین مشائخ آن دیار کہ شیخ وجیہ الدینؒ
جامع کمالات و برکات و سن و عمر و مرتان
مشغول بتدریس علوم و تصنیف کتب و
ترتیب و ارشاد طالبان بود۔ ملاقات
وے مستعد شد۔ و بہ بعضے اذکار و اشغال
بمسلسلہ عالیہ قادریہ مشرف گردید
محرر سطور جب سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم
کی زیارت کے ارادہ سے احمد آباد گجرات پہنچا
تو اس وقت وہاں مشائخ متاخرین یہ شیخ
وجیہ الدین جو جامع کمالات و برکات سن رسیدہ
بزرگ تھے درس تدریس میں مشغول تھے کتابوں
کی تصنیف و ترتیب اور ارشاد طالبان میں
ان کا انہماک تھا۔ ان کی ملاقات کی سعادت
حاصل کی اور سلسلہ عالیہ قادریہ کے کچھ اذکار و
اشغال ان سے حاصل کیے۔

شیخ وجیہ الدین علویؒ گجراتی | شیخ وجیہ الدین علویؒ اپنے زمانے کے جید عالم تھے۔
علوم دینی میں بے پناہ تبحر رکھتے تھے۔ تقریباً پندرہ سال تک احمد آباد میں انہوں نے درس
تدریس کا ہنگامہ گرم رکھا تھا۔ ان کی زندگی ہی میں احمد آباد سے لاہور تک ان کے شاگرد پھیل
گئے تھے۔ ملا عبد القادر بدایونی کا بیان ہے :-

”دائم بدرس علوم دینی اشتغال داشت و
قدیمت او در جمیع علوم عقلی و نقلی بمرتبہ بود کہ
کم کتاب درس از صرف ہوائی تا قانون و
شفا و شرح مفاح و عصفی باشد کہ او
شروح یا ماشیہ براں ننوشتہ و خلائی و پیوستہ
از انفاس متبرکہ او فیض می رسیدہ
وہ ہمیشہ علوم دینی کے درس میں مشغول رہتے
تھے۔ تمام علوم عقلی و نقلی پر ان کا عبور اس حد
کو پہنچ گیا تھا کہ صرف ہوائی سے قانون و شفا
شرح مفاح اور عصفی تک شاید ہی کوئی
کوئی ایسی کتاب ہو جس پر شرح یا حاشیہ نہ لکھا ہو
لوگ ہیشیان کی ذات بابرکات سے فیض حاصل

شیخ وجیہ الدینؒ ۲۲۔ محرم ۹۱۰ھ کو بمقام چانپانیر پیدا ہوئے تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے چچا سید شمس الدینؒ سے حاصل کی۔ پھر اپنے ماموں سید ابوالقاسمؒ سے حدیث پڑھی۔ چودہ پندرہ سال کی عمر میں علامہ محمد بن محمدؒ سے حدیث کا اختتام فرمایا۔ آخر میں حضرت ابوالبرکات بنفانی عباسیؒ کو حدیث سنائیں۔ علوم عقلیہ مولانا عماد الدین طارمی شاگرد رشید مولانا جلال الدین دوانی اور ابوالفضل مظهر الدین محمدؒ گاؤں رونی سے حاصل کیے

شیخ وجیہ الدینؒ نے چشتیہ اور مغربیہ سلسلہ کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی تھی۔ پھر حضرت شاہ قاضی چشتیؒ کی صحبت میں رہے اُن کے بعد میاں بدر الدین ابوالقاسم سہروردیؒ کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب جذبہ شوق کا غلبہ ہوتا تو سید کبیر الدین مجذوبؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور درد دل کی شکایت بتا کر علاج کی درخواست کرتے۔ آخر میں سید محمد غوث گوالیاری شطاریؒ کے دامن تربیت سے وابستہ ہو گئے۔ مرید ہونے کا قصہ بھی عجیب تھا۔ شیخ گوالیاریؒ کے خلاف شیخ علی متقیؒ نے جو شیخ عبدالحق محدثؒ کے استاد شیخ عبدالوہابؒ کے استاد تھے کفر کا فتویٰ دیا تھا۔ اُن کی تصانیف میں بعض باتیں قابل اعتراض تھیں۔ سلطان محمود گجراتی نے یہ فتویٰ شیخ وجیہ الدینؒ کے پاس استصواب رائے کے لیے بھیجا شیخ وجیہ الدینؒ نے جب سید محمد غوث گوالیاریؒ کو دیکھا تو اس قدر شیفہ ہوئے کہ استغفار کو پارہ پارہ کر دیا، اور شیخ گوالیاریؒ کے حلقہ مریدین میں شامل ہو گئے۔ شیخ علی متقیؒ کو اس کی اطلاع ہوئی تو شیخ وجیہ الدینؒ کے پاس آکر اپنے کپڑوں کو تار تار کر ڈالا اور پوچھا:

چرا بخیر بع بدعت و وقوع رخنہ در دین راضی بدعت کی اشاعت اور دین میں رخنہ پیدا کرنے میں تم کس طرح راضی ہو گئے۔

شیخ وجیہ الدینؒ نے جن کا قلب و جگر پہلے ہی شیخ گوالیاریؒ کے دام الفت میں پھنس چکا تھا، جواب دیا

لے مغرب التوارخ۔ طمانے ان کا نام اس تعلیم سے لیا ہے: "قدوة العلماء الراغبین والمتبحرین صاحب التصانیف الشاملة العالم بالله شیخ وجیہ الدین....." جلد دوم۔ ص ۳۷۳۔

ماہیاب قالیم و شیخ اہل حال، فہم ماہ کمالا
 ہم ارباب قال ہیں، شیخ اہل حال ہیں ہمارا
 اونی رسد، و بظاہر شریعت پیچ اعتراض
 فہم ان کے کمالات تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور بظاہر
 قادیان برو متوجہ نمی گردد۔ ۱۷
 شریعت کا کوئی اعتراض اُن پر عاید نہیں ہوتا۔

کسی نے پیچ کہا ہے ۱۸

چوں بشنوی سخن اہل دل گو کہ خطاست
 سخن شناس نہ، دلبر خطا اینجا ست !
 جہانگیری نے لکھا ہے کہ شیخ وجیہ الدین شیخ گوالیاریؒ کے خلیفہ ضرورت تھے، مگر ایسے خلیفہ
 تھے کہ مرشد کو بھی اُن پر فخر تھا۔ ”مرشد بخلافت او مباہات کند“ ۱۹
 شیخ وجیہ الدین کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ اُن کی مندرجہ ذیل تصانیف خاص طور پر
 مشہور ہیں۔

۲۔ حاشیہ علی التلویح ۲۰

۱۔ حاشیہ علی تفسیر البیضاویؒ

۳۔ شرح شرح نخبہ الفکر ۲۱

۳۔ حاشیہ علی المواقف ۲۲

۶۔ حاشیہ علی شرح البحامی ۲۳

۵۔ حاشیہ علی شرح الوقایہ ۲۴

۱۷۔ ترک جہانگیری (سر سید ایدیش) ص ۲۱۱

۱۸۔ منتخب التواریخ۔ جلد سوم۔ ص ۴۴

ترک جہانگیری کے انگریز مترجم روجس (Rogers) نے اس جملہ کا ترجمہ بڑا دلچسپ کیا ہے۔ لکھا ہے:-

"but a successor against whom the teacher disputed"

Vol I p 420 بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی!

۱۹۔ کتب خانہ آصفیہ میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے (جلد ۴ ص ۲۱) جو قدیم ترین ہے اور خاص مصنف کے نسخے سے

منقول ہے۔ ایک نسخہ جس کی کتابت کا سنہ ۱۰۹۸ھ ہے حبیب گنج (علی گڑھ) کے کتب خانہ میں بھی ہے۔

۲۰۔ قلمی نسخہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے کتب خانہ میں ہے (۱۱۲) ۲۱۔ متولی درگاہ شیخ وجیہ الدینؒ کے کتب خانہ

میں موجود ہے۔ ۲۲۔ قلمی نسخہ رامپور کے کتب خانہ میں ہے (۱۲۷)

۲۳۔ قلمی نسخہ رام پور میں موجود ہے۔ (۱۸۶)

۲۴۔ رام پور۔ آصفیہ، ندوۃ العلماء کے کتب خانوں میں قلمی نسخے موجود ہیں۔

- (۷) شرح ارشاد النخو لہ
(۸) شرح جام جہاں نما لہ
(۹) رسالہ انسکزیہ لہ
(۱۰) حاشیہ علی المختصر المعانی لہ
(۱۱) حاشیہ علی العنبدی لہ
(۱۲) شرح البسیط العلوی لہ
(۱۳) رسالہ ترتیب ارکان الصلوۃ
(۱۴) وافیہ شرح کافیہ
(۱۵) رسالہ فوشجی فی البیت
(۱۶) حواشی علی المنہل
(۱۷) شرح شواہد المنہل لہ

شیخ محدث دہلی سے بلا کسی زاد نام کے احمد آباد پہنچے تھے۔ احمد آباد میں مرزا نظام الدین بخش نے جو ان کے دیرینہ دوست تھے اُن کو اپنے یہاں ٹھہرایا۔ جب حجاز کو روانہ ہونے کا وقت آیا تو زاد راہ فراہم کی اور حجاز کا بندوبست کیا۔ ملا عبد القادر کا بیان ہے :

”از دہلی بطریق جذبہ بہ پیچ چیز مقید شدہ دہلی سے ایک جذبہ کی حالت میں، ملا سامان سفر ہجرات رفت و برخس سخی میرزا نظام الدین کے ہجرات پہنچ گئے اور میرزا نظام الدین احمد کی مددگاری اور حجاز نشہ سفر تجا زرت“ بدو سے حجاز میں بیٹھ کر حجاز کو روانہ ہو گئے۔

رسالہ صلوۃ الاسرار میں شیخ محدث نے لکھا ہے کہ اُن کا شریک سفر ایک قادی درویش

لہ نام پور میں قلمی نسخہ موجود ہے۔ متا ۱۱۱۱ھ متولی درگاہ کے کتب خانہ میں موجود ہیں (ملاحظہ ہو معارف اہل حق)۔
متا ۱۱۱۲ھ یہ کتابیں شیخ کے متوسلین سلسلہ کے پاس موجود ہیں۔ بعض خود متولی درگاہ کے پاس ہیں بشرح
کاتب بقول مولانا عبد العزیز مبین کسی زمانہ میں یہی بھی قلمی (معارف اہل حق) متا ۱۱۱۳ھ
شیخ کی جن کتابوں کا سراغ نہیں ملتا وہ یہ ہیں۔

- (۱) حاشیہ علی اصول البزدوی
(۲) حاشیہ علی الشرح العنبدی علی المختصر لابن حاجب
(۳) الحاشیہ علی التمجید
(۴) الحاشیہ علی شرح العقائد للفتا زانی
(۵) الحاشیہ علی الحاشیہ القدیمہ (۶) حاشیہ علی المنہل (۷) حاشیہ علی مختصر المعانی

نیز ملاحظہ ہو The Contribution of India to Arabic Literature, by
Dr. Gulnara Ahmad.
مکتبہ المدینہ لاہور۔ جلد سوم۔ ص ۱۱۳

تھا۔ صبح کو جب جہاز کا لشکر اٹھایا جاتا تھا یہ درویش جہاز کے ایک کونے میں بیٹھا ہوا حضرت شیخ
 عبدالقادر گیلانی کا نام زور زور سے لیا کرتا تھا۔ شیخ کو اس کی آواز بہت بھلی معلوم ہوتی تھی۔
 شیخ محدث ماہ رمضان سے کافی عرصہ قبل مکہ معظمہ پہنچ گئے تھے۔ چنانچہ رمضان ۹۹۶ھ
 تک انہوں نے مکہ معظمہ کے محدثین سے صحیح مسلم اور صحیح بخاری کا درس لے لیا۔ پھر شیخ عبداللہ
 متقی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

باب ہفتم

مولانا عبد الوہاب متقیؒ کے قدروں میں

شیخ عبدالحق دہلویؒ ۱۸۸۸ء تا ۱۹۹۶ء میں حجاز پہنچے تھے۔ ۱۹۹۹ء تک ان کا وہاں قیام رہا۔ یہ تقریباً تمام وقت شیخ عبد الوہابؒ ہی کی خدمت میں گزرا۔ ان کی صحبت نے سونے پر سہلگے کا کام کیا۔ شیخ نے علم کی تکمیل کرائی اور احسان و سلوک کی راہوں سے آشنا کیا۔ — تکمیل علم کے بعد ذخیرہ عالم کو ایک سخت منزل پیش آتی ہے۔ اُسے کسی ایسے رہبر کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کے علمی ذخیرے کو تعمیری کاموں میں لگا دے۔ دل و دماغ پر علم کا ایک بوجھ ہوتا ہے، اور وہ اُس وقت تک ہلکا نہیں ہوتا جب تک اُس کے استعمال کے لیے صحیح راہیں متعین نہ ہو جائیں۔ اس منزل پر ذرا سی لغزش عمر بھر کے ریاض کو بیکار کر دیتی ہے۔ — شیخ عبدالحقؒ خوش قسمت تھے کہ ان کو ایسا رہبر کامل مل گیا جس نے ان کے علم اور علمی صلاحیتوں کو صحیح راہ پر لگا دیا۔

شیخ عبد الوہاب متقیؒ | شیخ عبد الوہاب متقیؒ ہندوستان کے اُن عظیم المثال علماء حدیث میں سے تھے جنہوں نے مکہ معظمہ کے ایک گوشہ میں بیٹھ کر ساری علمی دنیا کو اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا۔ اور اپنے علمی تبحر کا سکہ حجاز میں، مصر اور شام سے منوایا تھا۔ شیخ محدث کا بیان ہے:

اہل حرمین و مشلخ نمین با سر ہم حاضر و غائب
تمام اہل حرمین اور کل مشلخ نمین حاضر و غائب اور
واذ مشلخ مصر و شام ہر کہ ایشاں را دیافتہ است
مشلخ مصر و شام ہے جس نے حضرت کو دیکھا ہواں کا
مستقدانہ برو لایت و علو شان ایشاں ہے
مستقدانہ برو لایت و علو شان کا قائل ہے

شیخ عبدالوہاب متقیؒ مندو میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے والد شیخ ولی اللہ وہاں کے اعیان و اکابر میں شمار کیے جاتے تھے۔ کچھ واقعات ایسے پیش آئے کہ شیخ ولی اللہ کو وطن چھوڑ کر برہان پور جانا پڑا۔ اس سفر میں ان کو بڑے مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ خود ایک مرتبہ انہوں نے فرمایا تھا:

”ایک بارے در صخر سن ہمراہ والد خود بقرب مندو میں کچھ حوادث پیش آنے کی وجہ سے بعضے حوادث کہ در دیار مندو حدوث یافتہ بود ایک دفعہ بچپن میں والد کے ساتھ جنگلوں میں دریا باہنا افتادہ و راہ گم کردہ بودیم، و بھیج حیز چلا گیا۔ اور ہم راستہ بھول گئے۔ کھانے پینے از جنس طعام و شراب ہمراہ مانہ گرسنگی بر ما غلبہ کو کچھ پاس نہ تھا۔ بھوک کا غلبہ ہوا جیسے کہ بچوں کردہ، چنانچہ عادت اطفال باشد در گویہ آدمیم کی عادت ہوتی ہے میں نے رونا شروع کر دیا۔ والد دلداری می داد و می گفت کہ صبر کن طعام والد نے چمکارا اور فرمایا کہ صبر کر۔ کھانا آگے در پیش است“ ہے۔

شیخ عبدالوہاب ابھی کمسن ہی تھے کہ والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اس سانحہ کا دل پر کچھ ایسا اثر پڑا کہ وطن کو خیر باد کہہ کر خانہ بدوشی اختیار کر لی۔ گجرات، دکن، لنکا، سرانڈیپ وغیرہ میں عرصہ تک سرگرم سیاحت رہے۔ عموماً کسی مقام پر تین دن سے زیادہ نہ ٹھہرتے تھے لیکن جب کوئی قبلہ علم یا خضر طریقت مل جاتا تو اس کے آستانہ پر کچھ دنوں زیادہ قیام کر لیتے۔ لکھا ہے:

”در اکثر اوقات قرار دادہ براں بود کہ زیادت معمول تو یہ تھا کہ تین دن سے زیادہ کہیں از سر روز درایع مقلے اقامت نہ کنند قیام نہ فرماتے تھے لیکن بعض شہروں میں تحصیل کر در بعضے شہرہا کہ بہت تحصیل علم و مغرب علم کی غرض سے یا مشائخ و صلحا کی صحبت سے فیض حاصل کرنے کی نیت سے بقدر ضرورت صحبت مشائخ و صلحا بمقدار اسنیفا غرض و

۱۔ مندو، مالوہ کی قدیم حکومت کا صدر مقام تھا۔ مندو کے تاریخی حالات اور جغرافیائی تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو: اقبال نامہ جہانگیری، ص ۹۷-۹۹۔ منتخب الطہار، ج ۱، ص ۲۸۹-۲۹۰۔ تاریخ فرشتہ ج ۲، ص ۴۶۸-۵۳۳۔

۲۔ اخبار الاخبار، ص ۲۶۸

الغرض حاجت اختیار اقامت ضرورت می افتاد قیام برپا دیتے تھے۔

اس زمانے میں انہوں نے جس طرح اپنے دن گزارے اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے جو انہوں نے شیخ عبدالحقؒ کو مکہ معظمہ میں سنایا تھا:

”چند گاہ قوت ما آن بود کہ یاکے میرفت و
استخوانکے ناکار آمدنی کہ قصا باں می برتافتند
می آورد و پارہ از گاہ گندم کہ در میاں نشانی
افتادہ بود می آورد و آن استخوان ہار می کوشتند
و آن گاہ راس شستہ و پاکیزہ می کردند و در میاں
میگ کردہ در آب می جوشانیدند و ہر کدام
کاسہ از ان صاف کردہ می خوردند بعد از
چند روز مردم شہر گاہ می شدند و طعاما
می آوردند و دیگر از ان جہا انتقال می کردیم
جائے دیگر می رفتیم“

کتنی ہی بار ہمارا کھانا اس طرح ہوتا ہے کہ
کوئی ساتھی چلا جاتا اور قصائیوں کی دکان
کے آگے سے بیکار ہڈیاں اٹھالاتا۔ اور گھبرا
کے بالی جو کھیتوں میں گرے پڑے رہتے تھے
چن لاتا۔ ان ہڈیوں کو کوٹ کر اور اس گھاس کو
پاک و صاف کر کر پکالاجاتا۔ اور پھر ایک
چاکہ کر کے پی لیتے تھے۔ آخر اہل شہر کو اس کی
خبر ہو جاتی اور وہ کھلنے لانے لگتے، تو ہم اس
جگہ سے منتقل ہو کر دوسری جگہ چلے جاتے۔

اسی طرح سیاحت کرتے کرتے مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ یہ جہادی الاول ۹۶۳ھ کا واقعہ ہے۔ اس وقت
ان کی عمر بیس سال سے کم ہی تھی۔ مکہ معظمہ میں اس وقت شیخ علی متقیؒ مسند درس پر متمکن تھے۔ دور دور
ان کی شہرت تھی۔ وہ شیخ عبد الوہاب کے والد سے بھی واقف تھے۔ چنانچہ شیخ عبد الوہاب ان کی
خدمت میں حاضر ہوئے اور پھر ان ہی کے ہوسے

اسے در سے تو راحت دلی من

چشم تو چہر غ منزل من

۱۔ اخبار الاخیار۔ ص ۲۶۱ ۲۔ ایضاً۔ ص ۲۷۰

۳۔ شیخ علی متقیؒ کا تفصیلی حال ضمیر میں ملاحظہ فرمائیے۔

شیخ عبدالوہاب کا خط بہت صاف اور پاکیزہ تھا شیخ علی متقیؒ نے سب سے پہلے اُن سے ہی کام کیا۔ جو شخص مدتوں صحابہ نور دی کرتا رہا تھا اُس کی طبیعت میں یکسوئی پیدا کرنے کے لیے اس سے بہتر کوئی کام نہیں ہو سکتا تھا۔ شیخ عبدالوہابؒ نے بھی یہ کام دل و جان سے انجام دیا شیخ علی متقیؒ کی ایک کتاب بارہ ہزار سطروں کی تھی۔ انہوں نے بارہ راتوں میں اس کی کتابت مکمل کر دی۔ عجیب خیر بات یہ تھی کہ دن بھر دوسری کتابوں کی تصحیح و کتابت میں مشغولیت رہتی تھی۔ صرف رات کو شیخ علی متقیؒ کی اس کتاب کی کتابت کا موقع ملتا تھا۔ شیخ علی متقیؒ نے جب ان کا یہ ذوق و شوق محنت اور جذبہ دیکھا تو ان کو اپنے اس نووارد شاگرد سے بہت خصوصیت پیدا ہو گئی شیخ عبدالوہابؒ نے بھی اُن کے آستانے کو اس ضبوطی سے پکڑا کہ ۹۷۵ھ تک (جب شیخ علی متقیؒ کا انتقال ہوا) وہیں جھے رہے۔ اس کے بعد مکہ معظمہ میں ایسا مرکز علم قائم کیا جس کی شہرت دور دور پھیل گئی۔ شیخ عبدالحقؒ لکھتے ہیں:

درس زمان بدانش ایشان در علوم شرعیہ کمتر	اس زمانے میں ان کے برابر علوم شرعیہ پر عبور
کے خواہ بود، قاموس لغت مبالغہ می تھا	رکھنے والے کم ہونگے۔ وہ ایک زندہ قاموس
گفت کہ گویا ہمہ یادداشت، وفق و حدیث	تھے، سب کچھ انہیں یاد تھا۔ فقہ و حدیث کا
نیز ہمیں حکم حامد و مبادی علوم عربیت نیز یاد	بھی یہی حال تھا۔ اور صرف و نحو و ادب وغیرہ بھی
از فقد کفایت است۔ سالہا در حرم شریف	کفایت سے زیادہ جانتے ہیں۔ برسوں تک
درس این علوم گفتہ بودند	حرم شریف میں ان علوم کا درس دیا تھا۔

شیخ عبدالوہابؒ عمر کے بیشتر حصہ میں مجردی رہے۔ جب عمر چالیس اور پچاس کے درمیان بنتی تو شادی کی۔ شادی سے پہلے ان کا یہ حال تھا کہ جو کچھ فتوح یا کتابت کی اجرت آتی تھی سب فقرار پر تقسیم کر دیتے تھے۔ شادی کے بعد اہل و عیال کے حقوق کو مقدم سمجھنے لگے تھے۔ لیکن پھر بھی یہ حال تھا کہ کسی محتاج کی مدد سے گریز نہ کرتے تھے۔ ہندوستان کے فقراء ان کی خدمت

میں حاضر ہوتے تھے اور وہ کھانے اور کپڑے سے اُن کی مدد کرتے تھے۔

شیخ عبدالوہاب متقی کے ارشادات اور شیخ محمد شہپر اُن کا اشر
 محترم شیخ عبدالوہاب متقی کے بعض اقوال و ارشادات

نقل کیے ہیں اُن کو سامنے رکھ کر جب شیخ عبدالحق کی پوری زندگی پر نظر ڈالی جاتی ہے تو اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے کس طرح اپنے اُستاد اور مرشد کی تعلیمات کو نہ صرف اپنے اندر جذب کر لیا تھا بلکہ اس کی جیتی جاگتی تصویر بن گئے تھے۔

(۱) اختلافی مسائل میں ان کی روش نہایت ہی سلامت روی کی تھی۔ لایعنی بحث و مباحث سے نفرت کرتے تھے۔ مسئلہ وحدت وجود کے متعلق ان کا رویہ یہ تھا۔

در باب کتب حقائق و توحید مثل فصوص و کتب حقائق و توحید مثلاً فصوص الحکم وغیرہ
 امثال اُن توقف و تسلیم است۔ ایں ہارا کے سلسلہ میں اُن کا رویہ توقف و تسلیم کا ہے
 درس نگویند، و بیاں اشتغال نکلند و انکا درس کتابوں کا درس نہیں دیتے اور نہ ان میں
 ہم نکلند و بد نگویند و چنانچہ عادت فقہا است اشتغال رکھتے ہیں، نہ ان کا انکار کرتے ہیں
 بلعن و تشنیع پیش نیامند۔ نہ ان کو برا کہتے ہیں۔ ان کی عادت فقہا کی
 سی نہیں ہے جو ان کتابوں کی طعن و تشنیع کرتے ہیں

(۲) مذہبی انتشار کے زمانہ میں عقائد کا صحیح رکھنا بڑا دشوار کام ہے۔ جب متضاد نظریات و افکار ٹکراتے ہیں تو شبہات کا پیدا ہونا لازمی ہو جاتا ہے۔ شیخ عبدالوہابؒ کی ہدایت تھی کہ ان حالات میں یہ رویہ اختیار کیا جائے۔

اولیٰ باید کہ اعتقاد خود را ظاہراً و باطناً بہ اعتقاد اولیٰ چاہیے کہ اپنا عقیدہ ظاہراً و باطناً اہل سنت
 اہل سنت و جماعت راست سازد و راسخ گرداند کے اعتقاد کے موافق درست اور راسخ کرنے پھر
 و بعد از راسخ ایں عقیدہ از ہر چہ ایشان گفتارند عقیدہ مضبوط ہونے کے بعد یہ کرے کہ جو کچھ

و نوشتہ اند نیز محروم نمائند، کتب ایشان را کہ در انہوں نے در صوفیہ موعودین نے لکھا ہے اُس سے
 حقائق و اسرار نوشتہ اند نیز مطالعہ بکنند و انچہ محروم نہ رہے انہوں نے اسرار و معارف میں
 مشکل شود از ان بگذرند و در نمائند و ظلمان را جو کتابیں لکھی ہیں ان کا مطالعہ کرے۔ جو سمجھ میں
 بخود راہ نہ ہند نہ آنکہ اعتقاد را ابتداء از ان ہیں نہ آئے اُس کو چھوڑ دے۔ اپنی طبیعت میں ظلم
 کتب راست کنند و از ہر کس چہ بشتونند تا چہ نہ پیدا کرے یہ اچھا نہیں کہ ابتداء ہی ان کتابوں
 شوند۔۔۔۔۔ ہر چہ بشتونند اگر چہ سخن باطل باشد سے عقیدہ درست کرنے لگے اور جس کسی سے
 زود بانکار و تعصب پیش نیاسند۔ اول خود جو سن لے اُس کا پیرو ہو جائے۔۔۔۔۔ جو کچھ کسی
 بشتونند کہ چہ می گوید و بفہم سخن نیک در روند سے سنے اگر وہ باطل ہی ہو مگر جلدی سے انکار نہ
 کہ قائل آن چہ مقصود دارد۔ بعد از ان اگر کرے۔ اول سن لے پھر سوچے کہ کہنے والے کا مطلب
 توانند آن را موافق حق سازند و گرنہ رد کنند سمجھ میں آگیا یا نہیں۔ پھر اگر اسے حق سمجھے تو قبول
 و اگر ایں رائہ تواند از سر آن بگذرند و حلال کرے در نہ رد کر دے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اس کو
 در عقیدہ خود بنیند از نہ لے چھوڑ کر آگے بڑھ جائے اور اپنے عقیدہ میں خلل نہ ڈالے

(۳) ایک ایسے دور میں جبکہ علماء نے تکفیر و تہلیل کو اہم ترین فرض سمجھ رکھا تھا، شیخ عبد الوہاب متقی کا خیال تھا —

ہر کر کہ بینند کہ بہ کلمہ اسلام اقرار می کنند از نہ جس کو دیکھو کہ کلمہ پڑھتا ہے اور اس پر یقین رکھتا
 اگر امثال ایں کلمات چیزے صادر شود معذور ہی تو اگر اس سے ایسے کلمات صادر ہوں تو اس
 دارند و تکفیر و تشنیع نکلند و نسبت بالکاذب کنند کو معذور رکھو۔ اور اس کی تکفیر و تشنیع نہ کرو۔ اور
 اس کو لمحہ نہ بتاؤ۔

(۴) سماع کے متعلق جو اس زمانہ کا نہایت ہی اختلافی مسئلہ تھا، شیخ عبد الوہاب متقی کا رویہ یہ تھا —

تیس اُن راضی نیستند و فضل مشائخ منکرۃ نہ (مدین کے ہاں) سے راضی ہیں اور نہ مشائخ کے
فضل کے منکر۔

(۵) علم کے مطلق ارشاد ہوتا ہے۔

"علم بمنزل غذا است کہ ہمیشہ احتیاج باں علم، غذا کی مانند ہے، جس کی ضرورت ہمیشہ باقی
باقی است ۲۔

رہتی ہے۔

(۶) ایک مرتبہ کسی نے شیخ عبدالوہاب متقیؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ مشائخ فرماتے ہیں کہ طب
کو ہمیشہ ذکر رہنا چاہیے۔ فرمایا جو کوئی کار خیر میں ہے حقیقت میں وہ ذکر ہی میں ہے۔ نماز پڑھنا ذکر
ہے۔ قرآن مجید پڑھنا ذکر ہے۔ علم دین کا درس دینا ذکر ہے۔ اور جو عمل خیر ہے وہ ذکر ہی ہے۔
— ذکر کا یہ جامع اور ہمہ گیر مفہوم، تصوف کی اعلیٰ ترین تعلیمات کی ترجمانی کرتا ہے۔

شیخ عبدالوہاب متقیؒ کی اس تعلیم نے شیخ عبدالحقؒ کے دل اور دماغ دونوں کو متاثر کیا۔ اور
وہ آخر دم تک اس پر عامل رہے۔ زمانہ نے کیا کیا رخ بدلے اور حالات نے کیسی کیسی ٹھیں
لیں لیکن اُن کے پائے ثبات میں کبھی لغزش پیدا نہ ہوئی۔

شیخ عبدالحقؒ کی تعلیم و تربیت | رمضان ۱۰۹۹ھ میں شیخ عبدالحق دہلویؒ، شیخ عبدالوہاب متقیؒ
شیخ متقیؒ کی سنگرافی میں | کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ اور مشکوٰۃ کا سبق لینا

شروع کیا۔ رمضان کے آخری دس دنوں میں اُن کے ساتھ مشغول رہے۔ مناسک حج اُنہی
کے ساتھ ادا کیے۔ عرفات اور مزدلفہ میں اُن کی صحبت سے فوائد حاصل کیے۔ پھر درس میں
مشغول ہو گئے۔ ۲۳ ربیع الثانی ۱۰۹۹ھ کو شیخ عبدالوہاب کی اجازت سے مدینہ طیبہ میں حاضر
ہوئے۔ اور آخر جب ۱۰۹۹ھ تک یہیں مقیم رہے۔ پھر مکہ معظمہ آکر شیخ عبدالوہاب سے مشکوٰۃ
کا درس پورا کیا۔ جب اس سے فارغ ہوئے تو شیخ نے فرمایا:

الحمد للہ نسبتہ بایں علم تشریف بوجہ اتم حاصل شدہ الحمد للہ اس علم پر پورا عبور حاصل ہو گیا ہے بلکہ

شدہ است۔ و اس مقدار شدہ است کہ اس قدر ہو گیا ہے کہ اس علم کی خدمت کا حق ادا
از عہدہ خدمت اس علم تو انید بر آید۔ انکوں کیا جاسکتا ہے۔ اب چند دن دوسرے کام میں
چند روز بکار دیگر ہم پروا رید۔ دانش کے لذت مصروف ہونا چاہیے اور خلوت و ذکر اللہ کی
خلوت و ذکر اللہ نیز دیا پیدا ہے۔ کچھ لذت بھی چکھنی چاہیے۔

اور ان کو آداب، اوضائع ذکر، تفصیل طعام وغیرہ کی تعلیم دی اور تصوف کی کچھ کتابیں پڑھائی
ایک مکتوب میں لکھتے ہیں :-

دراں ہنگام کہ شیخ اجل اعز اکرم، اوصد جس زمانہ میں حضرت شیخ عبدالوہاب متقی قادری
اعدل عبدالوہاب متقی قادری شاذلی شاذلی اس سبب کو تلقین ذکر فرما رہے تھے، اور اس
اس سبب کو تلقین ذکر نمود و اجازت دادو کے آداب بتا کر اجازت دی تھی، ایک کتاب میر
آداب آن آموخت کتابے بدست من داد اٹھ میں دی تھی۔ اس کا نام منہج السالک الی اشرف
مسمی بہ منہج السالک الی اشرف المسالک مسالک تھا۔ وہ کتاب عربی میں تھی۔ اس لیے میں
دو چوں عبارت آں کتاب عربی بود برے نے اس کا (فارسی میں) ترجمہ کر دیا۔

طاہان ترجمہ کردم (المکاتیب الرسائی)

ایک اور کتاب جس کی تعلیم خاص طور پر دی تھی وہ قواعد الطریقہ فی الجمع بین الشریعۃ والحقیقۃ تھی
کتاب کے عنوان ہی سے شیخ متقی کے مقصدِ تعلیم کا پتہ چلتا ہے۔

پھر حرم شریف کے ایک حجرے میں جو باب بیاد کے مقابل اور حجر اسود اور رکن یمانی کے
مابین واقع تھا، ریاضت کے لیے بٹھا دیا شیخ عبدالوہاب متقی نے اس زمانہ میں ان کی طرف
خاص توجہ کی۔ اُن کا یہ دستور تھا کہ ہر جمعہ کو حرم شریف میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ جب یہاں آتے
تو شیخ عبدالحق سے بھی ملتے اور ان کی عبادت و ریاضت کی نگرانی فرماتے۔ شیخ محدث زاد القسین
میں لکھتے ہیں :-

لے زاد القسین (قلمی) علیہ السلام کلیم اللہ دہلوی نے کشکول کشمی (ص ۱۲-۱۱) میں اسکی طویل اقتباس کیا ہے۔

”فقرانیز دران خلوت مشرف می ساختند و فقیر کے پاس اس خلوت میں تشریف لاتے تھے۔

پرسش احوال می کردند و می فرمودند کہ الحمد پرشش احوال کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ الحمد

شہ ظہور احوال موافق مقصود است۔ ظہور احوال مقصد کے مطابق ہے۔

جب اس خلوت کدہ سے باہر آنے کی اجازت ملی تو شیخ محدث نے صحیح مسلم کی قرأت کی اجازت چاہی۔ جب اُس سے بھی فارغ ہو گئے تو حکم ہوا۔

انہوں عزیمت ہندوستان بکبید اب ہندوستان کا ارادہ کرو۔

شیخ عبدالوہاب متقی نے اپنے علم حدیث کا وہ بیش بہا حصہ عنایت فرمایا جس کی شہرت سے مصر و عرب کے علمی حلقے گونج رہے تھے۔ شیخ عبدالحق فرماتے ہیں۔

تأثر کتب عبادیت و سایر علوم دینیہ از علم تمام کتب احادیث اور سائے علوم دینیہ و حجاز

آن عالی مقام علیہم رحمۃ اللہ الملک العلام کے علم اکرام سے حاصل کیے۔ خصوصاً حضرت

خصوصاً از حضرت شیخ اہل و اکرم اوحد و شیخ عبدالوہاب متقی قادری شاذلی قدس اللہ

اعلیٰ عبدالوہاب متقی قادری شاذلی قدس اللہ سے ذکر و غیبر کی تعلیم حاصل کی۔ اور

روحہ و اصل الینا فیوضہ و فتوحہ تلبقین ذکر و ایثا ان کی خدمت سے بہت سی نعمتیں حاصل

خلوت و برکت مشرف و فائز شدہ و نعمتہا و بشارتہا کیں اور حصول انوار و برکات و ترقی درجات

از خدمتہ در حصول انوار و آثار تبارک و ثمرات اور علوم دینی کی نشر و اشاعت میں

برکت و التزام مقام صدق و استقامت و نشر استقامت کے متعلق بہت سی بشارتیں

علوم دینی و حصول مواہب یقینی مشرف و بشار گشتہ بر رجوع و عود بوطن مالوف امور و مکلف

سننے کے بعد بندہ وطن مالوف کو واپس ہوا۔

شہ ۱۷

(۲) علم ظاہری کے بعد علم باطنی کی تعلیم دی۔ اور سلوک و معرفت کی دشوار گزار راہوں

علم تالیف قلب الالیف (قلبی)

آشنا کیا۔ تصوف کی کتابیں پڑھائیں اور عبادت و ریاضت حرم شریف کے اندر اپنی نگرانی میں کرائی۔

(۳) حقوق العباد کا صحیح جذبہ اور صحیح تصور پیدا کیا۔ تفصیل لگے باب میں آئیگی۔

(۴) فقہ حنفی کے متعلق شیخ محدثؒ کے خیالات قیام حجاز کے دوران میں بدل گئے تھے

اور وہ شافعی مذہب اختیار کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ شیخ عبدالوہابؒ کو اس کا علم ہوا تو

مناقب امام اعظمؒ پر ایسا پرتا شیر خطبہ ارشاد فرمایا کہ شیخ محدثؒ کے خیالات بدل گئے اور فقہ

حنفی کی عظمت ان کے دل میں قائم ہو گئی۔

حدیث۔ تصوف۔ فقہ حنفی۔ حقوق للعباد — ان چار چیزوں کی اعلیٰ تعلیم شیخ

عبدالحقؒ نے حقیقت میں شیخ عبدالوہاب متقیؒ کے قدموں ہی میں حاصل کی۔

باب ششم

مدینۃ الرسول میں

شیخ عبدالحق دہلویؒ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک سے عشق تھا۔ دیار
جیب میں جب داخل ہوتے تو برہنہ پا ہو جاتے تھے تحفۃ الکرام میں لکھا ہے :-

در مدینہ برہنہ پا گردیدے
لیک مرتبہ یہ قصیدہ سرور کائناتؐ کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔

قصیدہ

بیالے دل دے از ہستی خود ترک دعویٰ کن
میگلن چشم بر صورت نظر در عین معنی کن
نگندی چون نظر در عین معنی بعد از آن آدل
چو عفا از سر عزت بقا بقا فقر ما دے کن
ز چاک سینہ ہر دم صد نولے درد دل بشنو
بدیں قانون محنت ترک بزم اہل دنیا کن
چو زیں دار فناء قصد سفر سوئے دگر داری
چرا غافل نشینی لے دل اسبابش مہبتا کن

الحمد للہ ہندوستان میں لکھا گیا تھا۔ اس میں متعدد جگہ حالات گرد و پیش پر افسوس اور بددلی کا اظہار کیا گیا
ہو۔ ظلم و ستم کا لانا اور بے ہمتان دہڑ ہندوستان کی دینی فضا کو خراب کرنے کے ذمہ دار تھے۔ شیخ فرماتے ہیں :-
جہاں تاریک شد از ظلمت سیکاراں بیاؤ عاقلے را روشن از نور تجلی کن

بصد خون جگر در زیران کش تو سبب نفست
 بدینسان زاد و راحل گیر و قصد راه عقی کن
 پس آنکہ بر سر کوئے فنا نہ پائے استغنا
 وجود خویش را گم در شہود نورِ موسیٰ کن
 اگر خواہی تماشا کے جمالِ شاہِ معنی
 نخست این چشم صورت میں دیکھ چشمِ اعمیٰ کن
 بشارِ گردی بر آدرکتب جاں پس بلوحِ دل
 بنعلیم دبیرِ عشق حرفِ شوقِ املا کن
 بندے خفته دل چشم تماشا سرفروغِ معنی
 بعینِ عبرت آخر سیرِ صنیع حق تعالیٰ کن
 چہ حاجت کز پلے خلوت روی در گنجِ تنہائی
 بیادِ دوست خود را از خیالِ غیرِ تنہا کن
 بیادِ رانجن خلوت گزین و از رہِ دیگر
 چشمِ دلِ جلالِ دوست را ہر دم تماشا کن
 بسترش غیر را محسوس مگرداں بلکہ در خلوت
 چناں پوشیدہ کن ذکرش کہ از دل نیز اخلا کن
 چو نفی ماسوائے کردی چہ دل گو جاں ہمہ تیغ اند
 دلیلت کل شیء ہا لک الا وجہہ را کن
 چو فرق واضح آمد در میان مملکت و مالک
 ہلاک و نیستی را حکم برہر چیز حال کن
 کش از پرکارِ آلا خطِ عدم بر صفحہ عالم

بسانِ دائرہ آنرا محیط جسدِ اشیاء کن

پس انگہ نقطہ ذات ست کاند مرکز هستی
بروں زیں دائرہ آن نقطہ را ثابت بالاد کن

بروں از روی صورت شو و از معنی دروں نش

میان نقطہ و آن دائرہ غیرت یافت کن

ہماں نقطہ تحرک کرد و آمد دائرہ پیدا
مثال از بہر ایں از نقطہ حوالہ پیدا کن

چو بینی نور مطلق خویشتن را در میاں ناری

ہو الحق از انا الحق بعد از ایں محنت را ولی کن

مسمی واحد و اسمائے او از حد و عد بیروں

بہر اسمے شہود نور ذات آن مسمی کن

در اسمائے حقیقی شد مسمی عین ہر اسمے

عجب مشکل حدیث است ایں بگوش ہوش اصفا کن

معانیست مشکل در حسابِ عاقلان وحدت

بتحصیل کمال نفس حل ایں معمت کن

کمالِ نفس در تہذیب اخلاقت بدست آید

و گرایں را ہوس داری بنائے شرع برپا کن

حقیقت از شرعیت نیست پیش عارفان بیروں

مثال آن بکشتی ساز و شبہ آن بدیا کن

بریں کشتی نشین تا بگذری زیں بحر بے پاماں

نہ چوں فرعون خود را غرق بحر کفر و اغوا کن

زباں کشتا بنا فرمودہ شارح سخن اینست
 پے اس کے توفیقی زبان عجز گویا کن
 دہان را قفل خاموشی نہ و سر بستہ داراں
 کلید امرش آورد آں در سر بستہ را واکن
 و گر خواہی زباں بکشتائی و راہ سخن پوئی
 شکے پادشاہ شرب و سلطان بطحا کن
 سر پر آئے ملک آفریش احمد مرسل
 کہ پیش از دے نشد در ملک ہستی کار فرما کن
 نشد تا بر منشور عالم حاتم حکمش
 ز دیوان ازل نابد براں منشور طعنه کن
 بیان قربت اوقاب تو سین است او ادنی
 بمقدار عسکو قدر او این نیز ادنی کن
 قیاس رتبہ و مقدار فصل از انبیاء مائے
 زقطرہ تا بدریا یا دذرہ تا بہ بیضا کن
 حبیب اللہ بود او انبیاء را داں محب اللہ
 قیاس کار از اسری بعید و جاے موسیٰ کن
 بخود میرفت موسیٰ لیکن اورا حق بخود برد سن
 ز لبتن تا برون نسیم فرق آشکارا کن
 چو خود بردند اورا در حق او ہتدائی گفتند
 موسیٰ لہ شترانی فہم تفضیلش ازینجا کن
 خطاب باعتبار ان تَوَلَّیْتُمْ اَکْرِخَواندے

بایں والی والا قدر ملک دین تو لاکن
 اگر از حسرت دنیا و عقبی آرزو داری
 بدرگاہش بیاؤ ہر چہ می خواہی تمنا کن
 بیا اے دل قدم نہ بر سر کوئے وفا وانگہ
 ز راہ صدق جاں را خاک راہِ آن کف پاکن
 سروتن را براہ جلوہٗ آن سرو بالا کش
 دل و جاں را فدائے حسن آن رخسار زیبا کن
 ثنائیں گووے چوں نیست ایفا پیش ز تو ممکن
 بایں یک بیت مدح را علی الاجمال اکفا کن
 مخواں اورا خدا از ہر امر شرع و حفظ دیں
 دگر ہر وصف کش میخوای اندر مدحش انشا کن
 چو از انشا بر تفصیل صفاتش عاجزی آدں
 بیاؤ عرض حال خویش بر خدا مش آہنا کن
 خرابم در غم ہجر حیات یا رسول اللہ!
 جمال خود نارحمے بجان زار شیدا کن
 اسیران تو جاں دادند در بہر آب لعلت
 دہاں بکشاؤ از راہ کرم اچیلے موتی کن
 جہاں تاریک شد از ظلم سیہ کاراں
 بیاؤ علمے را روشن از نور تجلے کن
 زیاں کاراں بہ بازار ہوا سودائے درد دادند
 شکست رونق و گرمی این بازار سودا کن

ہم بے ہمتان دہر بخل آئین خود کردند
بلطف امعان مبتین از کرم احیاء محیا کن

ز ظلم ظالمان شورا ست و غوغا ہر طرف آخو

بعدل و رافت خود ہر طرف این شور و غوغا کن

ب سنگ سیم و زر جاہل گراں بار است از عالم

ب میزان عدالت قدر ہر یک را ہویدا کن

ب صدیق صداقت پیشہ فرما تا قدم آرد

طریق صدق و آئین وفا را باز پیدا کن

عمر را باز بنشان بر سر پر عدالت آئین

بدین آئین میان خلق رسم عدل احیا کن

ہم کس راست از عجب و تکبر دعویٰ اندر سر

ز سر بفرست عثمان را و قطع امر شورا کن

بدفع حیلہ اس روہباں بفرست شیر حق

بفرایس کہ قلع باغیاں و قمع اعدا کن

بزور بازو و خیمہ کشتا بنیاد جہل اشکن

روح رونق بازار علم و کار تقویٰ کن

و گرنائی تو بایاران بظلم آباد این دنیا

بدفع ظالمہاں حکم نیابت را بعینی کن

بہر صودت کہ باشد یا رسول اللہ کرم فرما

بلطف خود سروسامان جمع بے سرو پا کن

محبت آل و اصحاب توام کار من حیراں
بلطف خویش ہم امروز ہم در روز فردا کن

بیاحتی مدہ تصدیج حندام جنابش را
کہ احوال تو معلوم است اظهارش مکن یا کن

بقسمت باش راضی دم مزین الا بشکر حق
سکونت و رزق تسکین دل خود از قسمنان کن

زاد المتقین میں لکھا ہے کہ جب اس شعر پر پہنچے
خرابم در غم ہجر جبالت یا رسول اللہ
تو دل بے قابو ہو گیا اور بقول خود

”گر نہ زار زار در گرفت“ لے

خلوص و عقیدت کا یہ والہانہ تقاضہ قبول ہوا اور وہ زیارت رسول پاکؐ سے مشرف ہوئے
زاد المتقین میں شیخ عبدالحق دہلویؒ نے چار بار زیارت رسول اکرمؐ سے مشرف ہونے
کا حال لکھا ہے۔ ۲۱۔ ذی الحجہ ۹۹۸ھ کو مکہ معظمہ میں جو خواب دیکھا اس کو اس طرح بیان کرتے ہیں

”دیدم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بر سر یک
نشستہ درس علم حدیث شریف میفرمایند
انوار جمال و جلال از وجہ شریف وے متعالی
است دبا حسن صورت منجلی است کہ فوق
میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ایک تخت پر بیٹھے ہوئے حدیث شریف کا درس
دے رہے ہیں۔ اور جمال و جلال کے وہ انوار
اُن کے چہرہ مبارک سے چمک رہے ہیں جن سے
اُن تصویر توالاں کرد“
زیادہ تصویر ہی نہیں کیے جاسکتے۔

اسی شب میں یہ بھی خواب میں دیکھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اعدائے دین سے لڑنے کے
لیے لشکر تیار کر رہے ہیں۔ شیخ عبدالحقؒ کی پوری زندگی حقیقت میں اسی خواب کی تعبیر بن گئی۔
وہ آخری سانس تک حدیث کی نشر و اشاعت میں سرگرم اور بدعات کے خلاف نبرد آزما رہے

مصروف رہے۔

باب (۹) نم حجاز سے روانگی

علم و عمل کی سب وادیوں کی سیر کرنے کے بعد شیخ عبدالوہاب متقیؒ نے شیخ عبدالحق کو ہندوستان واپس جانے کی ہدایت کی اور فرمایا۔

”بخانہ خود پر وید کہ والدہ و فرزند شام بسیار (اب تم) اپنے گھر جاؤ کہ تمہاری والدہ اور بچے بہت پریشان حال و بجانب شام نگران خواہند بود پریشان حال اور تمہارے منتظر ہونگے۔

شیخ محدث ہندوستان کے حالات سے کچھ ایسے دل برداشتہ ہو چکے تھے کہ یہاں آنے کو مطلق طبیعت نہ چاہتی تھی۔ عرض کیا۔

”فقیرانیت اقامت میں مقامات شریفہ فقیر کے دل میں ان مقامات مقدسہ میں قیام
بسیار است و بعد از ان نیت سیر بغداد کرنے کی بڑی تمنا ہے۔ اس کے بعد سفر بغداد
وزارت حضرت غوث الثقلین رضی اللہ اور زیارت حضرت غوث الثقلین رضی اللہ
عند ہست۔“ نیت ہے۔

اس سلسلہ میں استاد اور شاگردوں میں جو گفتگو ہوئی وہ خود ان ہی کی زبانی سننے کے قابل ہے۔
شیخ عبدالوہاب :-

شمار بعد از این گنجائش ندارد کہ اینجا باشد اب اس کے بعد تمہیں یہاں رہنے یا اصلی
یا جائے دیگر رو بہدالابوطن اصلی خود حق شرع وطن کے سوا دوسری جگہ جانے کی اجازت
برہمہ مقدم است۔ و حضرت غوث الثقلین نہیں حق شرع سب پر مقدم ہے حضرت

رضی اللہ عنہ ہاشماں اند، ہر جا کہ باشد محبت و غوث اعظم تمہارے ساتھ ہیں جس جگہ بھی رہو
اعتقاد و توجہ با ایشاں درست دارید۔ و قصد اُن سے محبت اور اعتقاد اور ان کی طرف توجہ
اتباع ایشاں بکنید۔ و ہر فرمودہ ایشاں دید۔ رکھو۔ ان کی پیروی کی کوشش کرو اور ان کے
ایشاں ہرگز راضی نیستند کہ ایذائے والدہ و حکم پر چلو۔ وہ اس سے ہرگز خوش نہیں کہ تم اپنی
زیجہ و فرزندان صغیر بکنید۔ و شما خود می گفتند والدہ بیوی اور چھوٹے بچوں کو ایذا دو۔ تم خود
کہ والدہ من مرا رضائے حرمین دادہ و گفته کتے تھے کہ میری والدہ نے مجھے حرمین شریفین
است کہ جائے ثالث نزدی۔ پس چوں جلنے کی اجازت دی ہے اور تاکید کر دی ہے
می توانید رفت۔ کہ تیسری جگہ نہ جانا۔ اس حالت میں تم کیونکر جا سکتے ہو
شیخ عبدالحقؒ؟

”فقیر نیت کردہ است کہ از ہاں راہ بغداد فقیر نے یہ نیت کی ہے کہ اُسی راہ سے بغداد ہوتا
رسیدہ، ہندوستان رود۔ چہ ایں راہ و ہو اہندوستان جائے جیسی یہ راہ ویسی وہ راہ
چہ آں راہ۔ پس گویا جائے ثالث نرفتہ“ لہذا اس کو تیسری جگہ جانا کیونکر کہا جا سکتا ہے۔
شیخ عبدالحقؒ؟

ایں چنین اگر کینید درست است۔ امامی اگر ایسا کرو تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن کیا یہ ممکن
توانید کہ در بغداد یک ماہ یا چہل روز ہو کہ تم بغداد میں صرف ایک ماہ یا چالیس روز
باشید۔ بعدہ از انجا بر آئید۔ منی تو انید۔ قیام کرو اور پھر وہاں سے ہندوستان کو روانہ ہو
ایں نسبت کہ شما بجانب ایشاں دایید برآمد جائے۔ نہیں حضرت غوث اعظم سے تمہاری نسبت
شما از آں جا مشکل است منی تو انید از انجا کو دیکھتے ہوئے تمہارا وہاں سے نکلنا مشکل ہے۔
برآمد۔ سفر ممتدی شود۔ جماعہ شما در انتظار نتیجہ یہ ہو گا کہ سفر طویل ہو جائیگا اور تمہاری عمت
ہلاک می شوند و ایذا می کشند۔ انتظار میں تباہ ہو جائیگی اور ایذا اٹھائیگی۔

شیخ عبدالحقؒ؟

”توجہ فرمایند کہ در ہر چہ خیریت بندہ است دعا کیجیے کہ جو کچھ بندے کے حق میں بہتر ہو وہی
پیش آید۔
ظہور میں آئے۔

شیخ عبدالوہاب :-

ان شاء اللہ تعالیٰ خیریت است۔ استخارہ ان شاء اللہ تعالیٰ بہتری ہوگا، استخارہ کر لو۔ اب
بکنید۔ انکوں در ظاہر خود خیریت منحصر است بظاہر خیریت اسی میں نظر آتی ہے کہ اپنے وطن
در آنکہ بخانہ خود روید۔
واپس جاؤ

شیخ عبدالحق کو اور زیادہ گفتگو کرنے کی جرأت نہ ہوئی، اس وقت خاموش ہو گئے۔ دوسرے
دن موقع پا کر پھر اس گفتگو کو چھیڑا۔
شیخ عبدالحق :-

”شیخ عبداللہ بلیانی ... فرمودہ است شیخ عبداللہ بلیانی نے فرمایا ہے کہ طالب طریقت
کہ اس شرط طالب راہ آں است کہ بداند کے لیے یہ جانا ضروری ہے کہ حق تعالیٰ کے حق
کہ پیچ حقے از حقوق بالاتر از حق باری تعالیٰ سے بڑھ کر کسی کا حق نہیں ہر اور اس کی معرفت
نہیں۔ و بیشتر از تحصیل معرفت و سبھا حاصل کرنے سے زیادہ کسی کا حق اس کے ذمہ
تعالیٰ پیچ کس را ہر مے حقے نیست خواہ نہیں ہے۔ ماں باپ ہوں یا بیوی بچے سب
مادر و پدر باشند۔ یازدہ و فرزند اں۔ ترک کو چھوڑ دے اور معرفت الہی کی طلب اور تکمیل
ہمہ باید بود و تکمیل نفس باید کرد نفس کی کوشش جاری رکھے۔

شیخ عبدالوہاب نے یہ گفتگو سن کر کچھ دیر توقف کیا۔ پھر فرمایا :-

ابن چنیں خود نیست کہ ایشان گفتہ اند حقوق جو شیخ موصوف نے کہا ہر وہ صحیح نہیں۔ حقوق
شرع ہمہ حقوق اللہ اند۔ و رعایت آں شرع سب کے سب حقوق اللہ میں داخل ہیں
مورث معرفت حق تعالیٰ و موجب قرب اور ان کا خیال رکھنا معرفت اور قرب الہی کا
رضائے مے تعالیٰ است۔ اگر از طلب حق سبب ہے۔ البتہ اگر وہ لوگ طلب حق و دین اسلام

ودین اسلام مانع آئند آں دیگر است“ سے مانع ہوں تو دوسری بات ہے۔

شیخ عبدالحقؒ :-

”دیگر ہیں بزرگ گفتہ است کہ طلب رزق انہیں بزرگ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ طلب رزق و کسب معیشت نہایت کر دہ۔ زیرا کہ حق تعالیٰ گفتہ است : نحن نوزقک وان الله هو الرزاق ذو القوة المتین“ رزق دیتے ہیں)

شیخ عبد الوہاب :-

”اس مسئلہ مختلف فیہ است تفصیلے دارد۔ یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ اور تفصیل کا محتاج ہے۔

مطلق نیست۔ بشیبت تجرد ہر دو طریق قرب مطلق طلب رزق ممنوع نہیں ہے تعلق اور تجرّد و وصول است دونوں طریقوں سے قرب الہی حاصل ہوتا ہے

شیخ عبدالحقؒ کی عجیب حالت تھی شیخ کے سامنے سو ادب کے خوف سے زیادہ گفتگو نہ کرتے تھے، اور تعمیل حکم میں کوتاہی کرنے کو بھی جی نہ چاہتا تھا، لیکن جب تنہا ہوتے اور واپسی کے متعلق سوچتے تو دل گھبرانے لگتا۔ فرماتے ہیں :-

”چوں ایں فقیر بہ منزل خود می آمد و تنہا می جب فقیر قیام گاہ پر آتا تھا اور اکیلا ہوتا تھا

بود، بخود قرار می داد کہ بہ ہندوستان نرود تو دل میں طے کر لیتا تھا کہ ہندوستان نہ جاؤں گا

و مطلق ایں عنایت فرخ نمود۔ اور واپسی کا ارادہ بالکل نسخ کر دیتا تھا۔

اس کے بعد کئی بار بغداد کے سفر کا ذکر آیا۔ شیخ عبد الوہاب منقریؒ نے ہر مرتبہ ہی مشورہ دیا کہ وطن (پس) جانا چاہیے۔ شیخ دہلوی اس کے لیے کسی طرح راضی نہ تھے۔ ان کا دل چاہتا تھا کہ بغداد چلے جائیں یا پھر شیخ عبد الوہابؒ ہی کی خدمت میں رہیں۔ ایک دن شیخ نے وطن جانے کے لیے کہا تو عرض کیا کہ حضور کی صحبت سے مجھے روزانہ فوائد حاصل ہوتے ہیں، یہیں رہنے دیا جائے منسزایا :-

”اکنون فائدہ شہادین است کہ بوطن خود اب تھامے لیے یہی بہتر ہے کہ وطن جاؤ اور

بروید و اہل حقوق را بملاقات خود مسرور جن لوگوں کے تم پر حقوق ہیں ان کو اپنے دیدار

سازید، اس نیز عبادت است سے مسرور کرو کہ یہ بھی عبادت ہے۔

اسنہیم تقاضہ سے مجبور ہو کر شیخ عبدالحقؒ نے ہندوستان کو واپس ہو جانے کا ارادہ کر لیا۔ آخر

شعبان ۹۹۹ھ میں طائف جا کر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے مزار کی زیارت کی۔ پھر رمضان

کے آخر تک شیخ عبدالوہابؒ کی خدمت میں رہے۔ شوال میں عازم ہندوستان ہو گئے۔

حجاز سے روانگی کے وقت اُن کی حالت یہ ہو گئی کہ

”حیرتے در وقت پیش آمد کہ اس ہم خواب و خیالے بود کہ گذشت و چنان نمود کہ یک

روز اس عاقامت نہ نمودہ بود“ لے

آنکھوں میں آنسو اور دل میں یہ شعر لیے لے

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد

روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

وہ اس مقدس سرزمین سے رخصت ہوئے جہاں تین سال قبل وہ ایک نہایت ہی

والہانہ انداز میں داخل ہوئے تھے۔ اور جہاں ان کو وہ دولت ملی تھی جس پر دنیا کی تمام

دولتیں نثار کی جاسکتی تھیں۔ — صحیح مذہبی وجدان، بلند فکری فکر و نظر، احساس فرائض

اور دل دردمند۔

شیخ عبدالوہابؒ نے رخصت کرتے وقت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا ایک پیر

مبارک عنایت فرمایا، اور ہدایت کی کہ :

”بیکار نباشید۔ و ازینجا نباید از انوار ان شاد اللہ متوالی خواہد بود“

شیخ عبدالحقؒ ابھی جدہ میں ہی تھے کہ انہوں نے ایک ایسا ”خریطہ“ بھیجا جس کو انہوں نے

عرصہ تک استعمال کیا تھا۔

باب دہم (۱۰) شیخ محدث ہندستان میں

شیخ عبدالحق محدث دہلوی سنہ ۱۰۰۰ھ میں ہندوستان واپس آئے۔ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں :-
 "ولعل الملوك قد تشرف بكوفي" اور یہ غلام شاید اس مقام شریف میں آپ کی زیارت
 ذلك المقام بل قد يظن انه جاء سے مشرف ہو چکا ہے۔ بلکہ ایسا خیال ہوتا ہے کہ
 معكم في المراكب الهندية سنہ ۱۰۰۰ھ میں آپ ہی کے ساتھ ہندوستانی کشتیوں
 الفہ لہ پر واپس آیا ہے۔

یہ زمانہ وہ تھا جب اکبر کے غیر متعین مذہبی افکار نے دین الہی کی شکل اختیار کر لی تھی۔ ملک
 کا سارا مذہبی ماحول خراب ہو چکا تھا۔ شریعت و سنت سے بے اعتنائی عام ہو گئی تھی۔ دربار
 میں اسلامی شعار کی کھلم کھلا تضحیک کی جاتی تھی۔ اگر ملا عبدالقادر کے بیانات کو ایک متعصب
 ملا کے نظریات قرار دے کر قابل اعتناء نہ سمجھا جائے، تب بھی بعض ایسے قطعی تاریخی شواہد
 موجود ہیں جن کی بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اکبر کے دل میں اسلام کی عظمت قائم نہیں
 رہی تھی۔ ابوالفضل نے آئین اکبری میں اس کے اقوال "میں فرمودند" کے عنوان سے جمع کیے
 ہیں۔ ان میں متعدد جگہ "کیش احمدی" کہہ کر فرقہ اسلامی کا مذاق اڑایا گیا ہے۔

کسی نے سچ کہا ہے۔ الناس علیٰ دین ملوکھم۔ بادشاہ کی اس بے راہ
 روی نے عوام کی زندگی پر بھی اثر ڈالا۔ حد یہ ہے کہ مدرسے اور خانقاہیں تک اس کے مسموم
 اثرات سے محفوظ نہ رہ سکیں۔ صوفیہ نے شریعت کو طریقت سے علیحدہ کر کے اپنے غیر شرعی

لہ المکاتیب والرسائل۔ ص ۲۰۰ لہ آئین اکبری۔ ص ۲۲۳ وغیرہ۔

اعمال کا جواز تلاش کر لیا۔ علماء سود نے فقہ کو اپنی بہانہ جو فطرت کا آلہ بنایا اور حیلہ بازی کا وہ دوسرا
 شروع ہوا کہ بقول ملا عبد القادر بدایونی

حیل بنی موسیٰ پیش آن شرمندہ^۱

شیخ محدث ہندوستان کے ان روح فرسا حالات میں حجاز سے واپس آئے۔ چار
 سال قبل ان ہی حالات سے بد دل ہو کر انہوں نے ہندوستان کو خیر باد کہا تھا۔ لیکن اب
 خود ان کی حالت بدل چکی تھی پہلے وہ ان گمراہیوں کی مدافعت کا سامان اپنے اندر نہ پاتے
 تھے۔ اس لیے مایوسی اور بد دلی نے ان پر قابو پالیا تھا۔ اب ان کی راہ عمل متعین ہو چکی تھی۔
 علوم دینی کا بے پناہ سرمایہ ان کے سینے میں تھا۔ اور اسی سے مذہبی انتشار کو دور کرنے کے
 لیے انہیں حجاز کا کام لینا تھا۔

حجاز سے واپسی پر شیخ عبد الحقؒ نے دہلی میں مسند درس و ارشاد بچھادی۔ شمالی ہندوستان
 میں اس زمانہ میں یہ پہلا مدرسہ تھا جہاں سے شریعت و سنت کی آواز بلند ہوئی۔ اس مدرسہ
 کا نصاب تعلیم دوسری درس گاہوں سے بالکل مختلف تھا۔ یہاں قرآن و حدیث کو تمام
 علوم دینی کا مرکزی نقطہ قرار دے کر تعلیم دی جاتی تھی۔ فرمایا کرتے تھے

چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

نہ شمم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم^۲

اخبار الاخیار میں شیخ محدثؒ نے درس و تدریس میں اپنی مشغولیت کا ذکر نہایت کسر نفسی سے
 اس طرح کیا ہے۔

”... زیادہ ترازان محنت و ریاضت می کشم و مشغولی تعلیم و افادہ معاذ اللہ ملکہ تعلم

لہ مخدوم الملک نے زکوٰۃ سے بچنے کے لیے جو حیلہ تلاش کیا تھا وہ بدایونی کی زبان سے عین ہے :
 ”در آخر ہر سال مجموعہ خزانہ خود را بہ منکوحہ می بخشید و پیش از حلولِ حولِ کامل استرداد می نمود“

منتخب التواریخ - ج ۲ - ص ۲۰۳

۱۔ منتخب التواریخ ج ۲ ص ۲۰۳ ۲۔ المکاتیب والرسائل - ط ۲۰۲

واستفادہ بسر می برم، درزاویہ غیبت افتادہ و دل بامیدواری نہادہ باہیج کس از بیک بُد
کار سے نہ۔ و از ہیج آفریدہ بردل غبائے نہ و از مصاحبت این و آن فارغ بالم بلکہ از خود
زبد و عمر و کہ در تر اکیب نخود کور شود نیز در ملام۔ رباعی

صد شکر کہ باہیج کسم کار سے غیب و از من بدل ہیج کس از ار سے نیست
گر بردل دشمنان بار سے ہست بر خاطر دوستان من بار سے نیست

درس و تدریس کا یہ ہنگامہ شیخ محدثؒ نے اپنی زندگی کے آخری لمحات تک برپا رکھا۔ ان کا
مدرسہ دہلی ہی میں نہیں، سائے شمالی ہندوستان میں ایک امتیازی شان رکھتا تھا۔ سیکڑوں
کی تعداد میں طلباء استفادہ کے لیے جمع ہوتے تھے اور متعدد اساتذہ درس و تدریس کا کام انجام
دیتے تھے۔ عبد الحمید لاہوری نے لکھا ہے :-

..... از سلامت قومی با انواع طاعات و ریاضات و تعلیم و تالیف و تصحیح بیان
ایام شباب می پردازد۔ از اعقاب او ہفت تن تحصیل علوم رسمیه نمودہ با فادہ مشغول اند

شیخ محدثؒ کا یہ دارالعلوم اُس طوفانی دور میں شریعت اسلام اور سنت نبویؐ کی سب سے بڑی
پشت پناہ تھا۔ مذہبی گمراہیوں کے بادل چاروں طرف منڈلائے مخالف طاقتیں بار بار
اس دارالعلوم کے بام و در سے آکر ٹکرائیں، لیکن شیخ محدثؒ کے پائے ثبات میں ذرا بھی خلیش
پیدا نہ ہوئی۔ اُن کے عزم و استقلال نے وہ کام انجام دیا جو ان حالات میں ناممکن نظر آتا تھا۔

ہوئے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے

وہ مرد ہشیار جس کو حق نے دیے ہیں انداز خسروانہ

ابو انیسر مبارک کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ انسان کی زندگی کے تین درجے

ہیں۔ خوردی، جوانی اور پیری۔ جوانی "خلاصہ عمر" ہے۔ اس میں انسان کو پوسے انہماک اور

جوش و خروش کے ساتھ کام کرنا چاہیے۔ فرماتے ہیں :-

”اگر توفیق رفیق سعادت گردد کارے میتواں کرد و بے میتواں ببرد اگر توفیق کار یافت

و عروس مراد در کنار گرفت حاصل المقصود۔۔۔۔۔“ ۱

خود اپنی جوانی انہوں نے جس طرح گزاری تھی اس کی بابت بھی سن لیجیے :-

”تمامہ عمر پر یا صنت و مجاہدہ و غم و محنت و ناکامی گزشتہ ۱

من ندانم کہ زندگانی چیست کامرانی چہ و جوانی چیست

روز گاہے خوشی کرا گویند دل خوش در جہاں کجا جویند

وصل با کام دل چہ می باشد کامیاب از جہاں کہ می باشد

آنکہ اوزید چہرہ مقصود کیت در عالم کہ خواہد بود

آنکہ مقصود یافت در عالم کہ بود رہنا بہ اعلم“ ۲

شیخ محدثؒ جس طرح شب و روز کام میں مشغول رہتے تھے، اسی طرح یہ بھی چاہتے تھے

کہ اُن کے وابستگان، عقیدتمند اور متعلقین بے کار نہ بیٹھیں۔ وہ دقت کی قدر کریں اور سرگرم

عمل رہیں۔ ایک خط میں اعلان کرتے ہیں :-

”آدمی را دریں کارخانہ برکے کار آنسریدہ اند“ ۳

اور یہ مصرعہ اور شعر پڑھتے ہیں :-

ع مزد او گرفت جانِ برادر کہ کار کرد

کارکن کار و بگرد از گفتار کاندریں راہ کار دار دکار

شیخ محدثؒ کو مولانا عبدالوہاب متقیؒ کے اصرار سے مجبور ہو کر ہندوستان تشریف لے

آئے تھے، لیکن سرزمین حجاز سے اُن کو جو محبت اور تعلق تھا اُس میں کسی طرح کمی نہ آئی۔ اور اُن

کی تمنا یہی رہی کہ وہ حجاز کو واپس چلے جائیں اور دیارِ رسولؐ میں سکونت اختیار کر لیں۔

وصیت نامہ میں نہایت حسرت کے ساتھ انہوں نے یہ فقرہ لکھا ہے :-

اللھم ارحم ذقنی شہادۃ فی سبیلک واجعل موتی ببلد رسولک

اے مجھے تیری راہ میں شہادت نصیب ہو اور میرے موت تیرے رسول کے شہر میں ہو
شیخ فرید کے نام ایک خط میں اپنی اس تمنا کا ذکر اس طرح کرتے ہیں :-

”... چوں جوانی بود و توفیق رفیق شدہ و زاد و را علا شوق بہم رسیدہ بود بہ حقوق رفت
و بذوق ماند و سلامت آمد و بجنون نشست، اکٹوں می بینم باز آں سودا غلبہ می آرد و باعث محبت
آں مقامات جوش می زند کہ یا الہ العالمین اگر یک بار دیگر مددے کنی و بمقام قربت رسائی
چہ شود، پنج وقت بے این اندیشہ و خالی ازین خیال نیست تا در پردہ غیب صلیت و
ارادت الہی ہر چہ رفتہ است الا آنکہ در آں بار اول از قید تدبیر و مصلحت نیروشی عاقبت
کار اندیشی مطلق برآمدہ بود و چیزے از انچہ نافع عزیمت و موجب توقف گردد گرد سراپردہ
خیال نمی گشت، الآن مجتہد و خواہشے وارد و صلاح وقت خود دماں می اندیشد و مصلحت
حال در آں می بیند کہ بقیہ عمر صرف خدمت آں آستانہ گردد از پریشانیہائے این دیار و
بیگانگیہائے اہل این روزگار برآمدہ در مقام جمعیت و آشنائی جایابد“

شیخ نورالحقؒ کو بھی ایک خط میں انہوں نے اپنی اس دلی خواہش کی اطلاع دی ہے۔ اور بتایا ہے
کہ کس طرح وہ بے چین ہیں کہ حجر اسود کو بوسہ دیں، آنحضرتؐ کی زیارت کریں، مقام ابراہیم میں
دو گانہ ادا کریں، آب زمزم پیئیں، حرم میں بیٹھیں، طواف کعبہ کریں۔ وغیرہ وغیرہ۔ کہتے ہیں:
”اے کاخ آں مواسم گداشتہ باز گید کہ در پنج و ششش ماہ بروند و باز آیند، این جوش کہ دریں
ایام سینہ پد رتراست اگر مواسم می بود میدیدی کہ چہ میکرد“

باب یازدہم

شیخ محدث کے روحانی مُرشد

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے جس ماحول میں آنکھ کھولی اور جس فضا میں پرورش پائی اس پر تصوف کا رنگ غالب تھا۔ ناممکن تھا کہ وہ اس ماحول سے متاثر نہ ہوتے۔ چنانچہ بچپن ہی سے اُن میں عبادت و ریاضت کی لگن پیدا ہو گئی۔ ابتدائی زمانہ میں جس طرح وہ عبادت کرتے تھے اس کا ذکر پچھلے صفحات میں ہو چکا ہے۔ اُن کا یہ مذہبی جذبہ عمر کے ساتھ ساتھ ترقی کرتا رہا، یہاں تک کہ تصوف کا رنگ پوری طرح اُن پر چڑھ گیا۔ نظام الدین احمد بخشنی نے لکھا ہے:-

”امروز در دہلی است در لباس آج کل دہلی میں ہیں اور صوفیہ کے طرز پر زندگی

صوفیہ می گزراند“ ۱

علامہ عبدالقادر بدایونیؒ لکھتے ہیں:-

”در تصوف رتبہ بلند دارد“ تصوف میں بلند رتبہ رکھتے ہیں۔

بلکہ ملا صاحب کا خیال تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے درس و تدریس میں مشغولیت اس لیے رکھی تھی کہ لوگ اُن کو علوم ظاہری کا فاضل سمجھ کر باطنی تعلیم کے لیے پریشان نہ کریں لکھتے ہیں:-

”ستر حال خویش با افادہ و استفادہ علوم ربمید علوم ربمید کے درس و تدریس کو انہوں نے

۱۔ غانی خاں نے لکھا ہے، ”در صلاح و تقویٰ کہ لازمہ علم با عمل است ممتاز بودہ، در ادائے فرض و سنن کا

رم و الیس دقیقہ فرو گذاشت نمود“ ص ۲۴۰۔

۲۔ منتخب التواریخ۔ جلد سوم۔ ص ۱۱۳۔

۳۔ طبقات اکبری۔ جلد دوم۔ ص ۲۶۶۔

فی کند“ لہ

اخفاء حال کا ذریعہ بنا لیا ہے۔

والد ماجد سے بیعت
شیخ عبدالحقؒ نے سب سے پہلے اپنے والد ماجد مولانا سیف الدینؒ
سے روحانی تعلیم و تربیت حاصل کی۔ رسالہ وصیت میں
لکھتے ہیں :-

”والدہم را بر من حق پیری و اسادی و دوستی میرے والد ماجد کے مجھ پر پیری، استادی، دوستی
و پیری جمع است“
اور پیری کے حق جمع ہیں۔

شیخ سیف الدین کا یہ حال تھا کہ پیروں اپنے نو عمر فرزند کو آغوش میں لیے بیٹھے رہتے
تھے اور اس کے سینہ کو علوم باطنی سے معمور کرنے کے لیے بچپن رہتے تھے شیخ عبدالحقؒ
نے ”مکتب عشق“ کا پہلا درس اپنے باپ ہی سے لیا تھا۔ اس کے بعد باپ نے حکم دیا کہ
سید موسیٰ گیلانیؒ کے حلقہ مریدین میں شامل ہو جاؤ سعادت مند فرزند نے اس حکم کی
تعمیل بھی بسر و چشم کی۔ فرماتے ہیں :-

”ہامرید مرید حضرت سیدی سندی کلیم اللہی والد ماجد کے حکم سے میں نے حضرت سیدی
الشیخ موسیٰ گیلانی ام“ لہ
سندی شیخ موسیٰ گیلانی سے بیعت کی۔

حضرت سید موسیٰ گیلانیؒ قادریہ سلسلہ کے مشہور و معروف بزرگ مخدوم
سید حامد المعروف بہ حامد گنج بخش (المتوفی ۱۰۹۸ھ) کے فرزند ارجمند
سید سید موسیٰ گیلانیؒ

اور خلیفہ راستین تھے۔ مخدوم سید حامدؒ کے متعلق شیخ محدثؒ کا بیان ہے :-

”مخدوم شیخ حامد بن شیخ عبدالرزاق بن شیخ
عبدالقادر حسنی الجیلانی صاحب سجادہ خرقا
خلیفہ مطلق حضرت غوث الثقلین بودا بزرگ
وعالیشان و رفیع المکان منظر کبریا و جلال
شیخ حامد بن شیخ عبدالرزاق بن سید عبدالقادر
احسنی الجیلانی صاحب سجادہ برحق اور خلیفہ
مطلق حضرت غوث الثقلین کے نفع بزرگ
عالیشان و رفیع المکان منظر کبریا و جلال

لہ منتخب التواریخ - جلد ۳ ص ۱۱۴ - لہ وصیت نامہ قلمی

و صاحب تصرف و کرامت و عظمت بہت نصرت و کرامت و عظمت و اہت و جلالت
 و جلالت بہتے بس عالی داشت مقامے تھے بہت ان کی بہت عالی اور مقام بہت
 بس بلند از متاع دنیاوی از ہر قسم کہ تصور کنند بلند تھا۔ دنیا کے اسباب میں سے کل چیزیں
 تسطے و افزا حاصل بود لیکن ہرگز مالک نصاب ان کے پاس موجود تھیں لیکن کبھی نصاب کے
 نامی کہ شرط و جوہر زکوٰۃ باشد نشدہ ہے مرید جس سے زکوٰۃ واجب ہو مالک نہ تھے اور مرید
 جد خود ست شیخ عبدالقادر ثانی قبولے عظیم اپنے دادا کے ہیں۔ شیخ عبدالقادر ثانی نے اپنے
 داشت و در زمان خود کوس بزرگی مشیخت زمانہ میں نقارہ بزرگی و مشیخت اس سلسلہ کا خوب
 و خلافت اس سلسلہ علیہ میزد۔۔۔۔۔ شیخ حامد بجایا اور خلقت میں قبول عظیم رکھتے تھے جو شیخ
 در حالت حیات خود امر خلافت و سجادہ نشینی حامد نے اپنی حیات ہی میں اپنے صاحبزادہ کو امر
 را بولد شریف خود سپرد (یعنی شیخ موسیٰ) ۱۷ خلافت و سجادہ نشینی سپرد کر دیا تھا۔

شیخ حامد کے وصال کے بعد ان کے بیٹوں شیخ موسیٰ اور شیخ عبدالقادر میں سجادہ نشینی کے مسئلہ
 پر جھگڑا شروع ہوا۔ اور عرصہ تک چلتا رہا۔ شیخ موسیٰ، اوچہ چھوڑ کر دربار میں آگئے اور یہاں اکبر نے
 اُن کو پان سو کا منصب دیا۔ ۱۸

شیخ موسیٰ اتباع شریعت و سنت میں مشہور تھے۔ لکھا ہے :-

”در خلق و خلق و ارث حضرت نبوی است صلی اللہ علیہ وسلم“ ۱۹

ملا بد الونی کا بیان ہے کہ مذہبی معاملات میں وہ بادشاہ کی بھی پرواہ نہ کرتے تھے۔ اگر وہ
 بادشاہ کے حضور میں ہوتے اور نماز کا وقت ہو جاتا تو دیوان خانہ میں خود اذان دے کر
 نماز باجماعت شروع کر دیتے تھے، اور کسی کو اُن کے روکنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ لکھا ہے:

۱۷ اخبار الاخبار۔ ص ۲۰۰۔ اردو ترجمہ ص ۲۹۵-۲۹۶

۱۸ ”در میان شیخ عبدالقادر و شیخ موسیٰ برادر خوردش سالہائے دراز ہر سیر سجادہ مشیخت مناسبت افتاد“

مختب التواریخ۔ جلد سوم ص ۹۱۔

۱۹ مختب التواریخ۔ جلد دوم ص ۴۰۴ ۲۰ اخبار الاخبار۔ ص ۲۰۱

در حضور پادشاہ و رعین دیوان خانہ خاص و عام اگر وقت غامی رسید خود اذان گفتہ نماز بچھو

خلیفہ وقت بجاعت میگذازد و پیکس چیزے نمی توانست گفت ۱۰

شیخ موسیٰ قادریہ سلسلہ کے عظیم المرتبت بزرگ تھے۔ شیخ محدث کا بیان ہے :-

”وے دریں سلسلہ علیہ عالیہ (یعنی سلسلہ قادریہ) مطلع انوار و مہبط اسرار تجلی بود و

جمال صورت و معنی داشت ۱۱

شیخ موسیٰ کی صحبت میں بڑی کشش تھی۔ جو ان کے پاس پہنچ جاتا تھا ان ہی کا ہوجانا

تھا۔ شیخ عبدالحق نے لکھا ہے کہ وہ اس حدیث کے مصداق تھے۔

کانت فی عینی موسیٰ ملاحظۃ من موسیٰ کی آنکھوں میں نمکینی تھی جو ان کو دیکھتا

راہ آحبہ ۱۲ تھا ان سے محبت کرتا تھا

شیخ محدث نے اخبار الاخیار میں دو بزرگوں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور شیخ موسیٰؒ کے

تذکرہ میں انشا پر دازی کا پورا زور صرف کر دیا ہے اس کا ایک ایک حرف عقیدت و

ارادت میں ڈوبا ہوا ہے۔ شیخ موسیٰؒ کا تعارف اس طرح کرانے کے بعد —

کسیکہ قدم بر قدم مصطفیٰ بود سعادت آن سراسر است کہ پائمال او گردد ۱۳

فرماتے ہیں —

۱۴ دیگر ان قطب اند او قطب الاقطاب است و اگر ایشان سلاطین و سلطان

السلاطین بھی الدین کہ دین اسلام زندہ گردانید ۱۵

یہ دونوں جملے شیخ محدثؒ کی اپنے پیر و مرشد سے عقیدت کی وجہ پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔ شیخ

موسیٰؒ (۱) قدم بر قدم مصطفیٰؐ بود (۲) دین اسلام زندہ گردانید۔ خود شیخ محدثؒ کی زندگی ان ہی

دو جملوں کی تفسیر ہے۔

۱۶ منتخب التواریخ جلد سوم ص ۹۲ ۱۷ رسالہ وصیت (قلمی)

۱۸ اخبار الاخیار ص ۲۰۱ ۱۹ ایضاً ص ۳۰۲ ۲۰ ایضاً ص ۳۰۲

لگے چل کر شیخ محدث خدا کا شکر ادا کرتے ہیں

”برسرین عیسیٰ نفسے رافرتاد کہ نفس اومائدہ میرے واسطے ایک عیسیٰ نفس کو بھیجا جن کا ہر
 بود از آسمان معرفت نازل و باعث عید سانس آسمان سے نازل ہونے والا مادہ تھا
 سرور و اخروا و اہل موسیٰ مقالے کہ جمال اور لگے پھیلوں کے واسطے عید و سرور موسیٰ
 او نارسیست از شجر وحدت طالع و نویسے مقام جن کا جمال شجر وحدت کی نار اور حقیقت
 از جانب حقیقت طور لامع خلیل کہ کا نور ہے، خلیل خلعت جن کا رخسارہ زیبا
 رخسارہ زیبائش گلزار بوستان خلعت و گلزار بوستان خلعت اور گلستان دین و ملت ہے
 گل گلستان دین و ملت است، مصطفیٰ مصطفیٰ جمال کہ جن کا دہان نمکدان خوان انا
 جمالے کہ دہانش نمک دان خوان انا الخ الخ اور جن کی زبان تبیان قرآن انا فصیح
 و زبانش تبیان قرآن انا فصیح ست مرثیٰ ہے۔ مرتضیٰ کمال جن کا دل مدینہ علم
 کما لے کہ دلش باب مدینہ علم و فتوح و بر و فتوح ہے اور ان کے ضمیر دل پر ابواب
 ضمیر میں ابواب اسرار و کشف مفتوح، اسرار و کشف مفتوح ہیں۔ حسن سیرت
 حسن سیرت و ارث مرتبہ و انک لعلی و ارث اہل اعلیٰ خلق عظیم و نائب
 خلق عظیم و نائب منصب بالموئمنین منصب بالموئمنین سرؤف رحیم
 سرؤف رحیم حسین سریرتے کہ مصدوق حسین سریرتے جن کے مصداق آیت تطہیر
 و بطہر کہ تطہیر آدم و مصداق الا المودۃ ہے اور مصداق الا المودۃ فی القربی
 فی القربی شد زین العابدین امام الصادقین السید النقی زین العابدین و امام الصادقین
 السید النقی و العلوی و العلوی المہدی اتقی و العلوی و العلوی المہدی سہمی کلیم اللہ
 سہمی کلیم اللہ و محبوب حبیب اللہ۔ و محبوب حبیب اللہ۔

رباعی

احمد خوئے کہ عالم بندہ دوست یوسف روسئے کہ ماہ شرمندہ دوست

عیسیٰ نفس کہ جان و دل زندہ دوست موسیٰ کہ لقاے دوست خواہند دوست
جب تعریف کرتے کرتے تھک جاتے ہیں تو بے اختیار پکار اٹھتے ہیں
حقا بیان شوق بیاباں نمی رسد
کوتاہ ساز قصہ دور و دراز را

شیخ محدث ۱۰ شوال ۹۸۵ھ (۱۵۷۷ء) کو حضرت سید موسیٰ گیلانیؒ کے دامن سے وابستہ
ہوئے تھے۔ شیخ نے اُن پر خاص توجہ فرمائی اور اُن کو خلافت سے بھی نوازا۔ خود فرماتے ہیں:
”غایت محبت بمن داشت، و مرا بفرزندی قبول کرد، و تلمین نمود و خلافت داد“
[شیخ عبدالوہاب متقیؒ سے] کہ معظمہ میں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اپنے استاد شیخ
عبدالوہاب متقیؒ سے بھی بیعت کی تھی۔ فرماتے ہیں:-

”بعد شرف یابی از سید موسیٰ گیلانیؒ بہ مکہ رنم و بہ خدمت شیخ ولی اجل و اکرم قطب
الوقت عبدالوہاب متقی رضی اللہ عنہ مشرف شدم۔ وے نیز مرا قبول کرد۔۔۔۔۔ و علم ظاہر
و باطن تربیت فرمود۔ وے در انتساب قادری و در سلوک و ارشاد شاذلی و از سلسلہ
مدنیہ و چشتیہ کہ از راہ بالا بجناب ولایت مآب شیخ مود و چشتیؒ می رسد نیز خلافت داشت
مرا نیز خلافت اس سلاسل مشرف گردانید“

شیخ عبدالوہاب متقیؒ، شیخ علی متقیؒ کے شاگرد امرنیا و خلیفہ تھے۔ شیخ علی متقیؒ نے بچپن میں
شاہ باجن چشتیؒ سے جو بُرہان پور کے مشہور مشائخ میں تھے بیعت کی تھی۔ اس کے بعد جب
سن بلوغ کو پہنچے تو شیخ عبدالحکیم بن شاہ باجن چشتیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر اُن سے چشتیہ
سلسلہ میں خلافت حاصل کی۔ پھر حرمین شریفین چلے گئے۔ وہاں شیخ ابوالحسن بکری قادری
کی صحبت میں رہے، اور شیخ محمد بن محمد بن سخاویؒ سے خاندان قادریہ کی خلافت حاصل کی۔

۱۔ اخبار الاخیار۔ ص ۳۰۵۔ اردو ترجمہ۔ ص ۳۳۵۔ ۳۳۶ ایضاً۔ ص ۳۰۷
۲۔ رسالہ وصیت (قلمی)۔ ۳۔ حالات کے لیے ملاحظہ ہو ”گلزار ابرار“۔ ص ۲۶۵۔

علاوہ ازیں شیخ سخاویؒ ہی سے شاذلیہ سلسلہ کی اجازت حاصل کی۔ اور سلسلہ مدنیہ کا فرقہ پایا۔
 شیخ عبدالوہاب متقیؒ نے اس طرح پر اپنے مرشد سے حشتیہ، قادریہ، شاذلیہ اور مدنیہ
 چاروں سلسلوں کی خلافت انہوں نے اپنے عزیز ترین مرید اور شاگرد شیخ عبدالحق دہلویؒ کو
 بھی عنایت فرمائی۔

شاذلیہ سلسلہ میں دعائے حزب البحر کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اور اس سلسلہ کی بانی
 تعلیم کا بیشتر حصہ اسی سے متعلق ہے۔ شیخ عبدالحق دہلویؒ جب ہندوستان کو روانہ ہونے لگے
 تو شیخ عبدالوہابؒ نے ان کو حزب البحر کی مخصوص اجازت سے سرفراز فرمایا۔
 شیخ محمد ثانیؒ نے الرسالة السابعة والخمسون فی ذکر الاحوال والاحوال متنبہ علی رعایۃ
 طرق الاستقامۃ والاعتدالؒ میں ان اوراد کی تفصیل دی ہے جس کی اجازت شیخ عبدالوہاب متقیؒ

۱۔ شیخ ابودکسن علی بن عبد اللہ شاذلیؒ (المتوفی ۵۶۵ھ) حالات کے لیے ملاحظہ ہو Encyc. of
 جلد چہارم ص ۲۳۰-۲۳۶ A. Cour کا مضمون اس سلسلہ کے بانی ہیں۔ مولانا جامی نے ان کا ذکر نفحات
 لافس (۱، ۳، ۴) میں کیا ہے۔ مصر البحر یا اورٹو نیاس میں یہ سلسلہ خوب پھیلا۔ اور کثیر تعداد میں لوگ اس میں شامل
 ہو گئے۔ (D. S. Margold Loukh) نے Encyc. of Islam (جلد چہارم ص ۲۳۰-۲۳۹)
 میں اس سلسلہ کے اصولوں اور نشوونما پر مضمون لکھا ہے وہ بہت دلچسپ ہے اور مطالعہ کے قابل ہے

۲۔ مدنیہ سلسلہ شیخ ابوہریرہ بن شعیب المخزومیؒ پر ختم ہوتا ہے
 ۳۔ دعائے حزب البحر شیخ ابودکسن شاذلیؒ کی تصنیف ہے۔ ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ (عجائب الاسفار
 جلد اول ص ۲۱-۲۲) میں اس کو نقل کیا ہے اور لکھا ہے: "جب شیخ مدنیہ کو راج فرمایا کرتے اور براہ صمد مصر
 اور بحر جدہ ہو کر تشریف لے جایا کرتے اور کشتی پر سوار ہوا کرتے اور روز اذان اس دعائے حزب البحر کو پڑھ لیا کرتے۔
 چنانچہ آپ کے سلسلہ کے لوگ روز اذان تک اس کا ورد رکھتے ہیں" (ص ۲۱) کشف الظنون (جلد سوم ص ۱۸)
 میں اس دعا کے اثرات تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ شیخ محمد ثانیؒ نے زاد المعاد میں یہ حالات بھی بیان کیے ہیں
 جن میں شیخ شاذلیؒ نے دعا قریب دی تھی۔

یہ زاد المعاد میں لکھتے ہیں کہ رخصت کرتے وقت شیخ عبدالوہابؒ نے پوچھا کہ حزب البحر شمار اذکار
 سن بہت گنتم بہت۔ لیکن اگر در ملازمت شامہ کردہ شود سعادتے دیگر است کہ ما عادت مضمون گردیدہ

نیز ملاحظہ ہو، المکاتیب والرسائل ص ۲۸۲-۲۸۱

۴۔ المکاتیب والرسائل ص ۲۸۲-۲۸۱

نے ان کو عنایت فرمائی تھی۔

ان اعمال و اوراد سے قطع نظر شیخ عبدالوہاب متقیؒ نے یہ حقیقت بھی شیخ عبدالحقؒ کے ذہن نشین کرائی کہ دعوت و اصلاح بھی روحانی ترقی کا ایک موثر ذریعہ ہے۔ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

در وقتیکہ حضرت قطب الوقت شیخ عبدالوہاب
متقی قدس اللہ روحہ ایں فقیر را نعمت
اجازت اذکار و دعوت و احصار مشلح
مشرف ساختند فقیر پر سید کہ دعوت ہم
طریق قرب و مول حق می باشد فرمودند
چرا نباشد؟ لے

جس وقت حضرت قطب الوقت شیخ
عبدالوہاب متقی قدس اللہ سرہ نے اس فقیر کو
اذکار و دعوت و احصا مشلح سے مشرف
فرمایا تو فقیر نے پوچھا کہ کیا دعوت بھی قرب
حق تعالیٰ کا ذریعہ ہے۔ فرمایا۔ کیوں
نہیں۔

پھر شیخ عبدالوہابؒ نے دعوت و اصلاح کے کام کی نوعیت بتائی۔ اور سمجھایا کہ لوگوں کی جفا و تقا کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنے ہی میں روحانی ترقی کا راز پنہاں ہے۔ انسان کو چاہیے کہ مشکلات میں صبر سے کام لے۔ ماحول نا سازگار ہو تو بد دل نہ ہو جائے۔ صبر و استقامت کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرے اور دعوت و اصلاح کے کام میں سرگرم رہے۔ فرماتے ہیں:-

بآزار رسائی مردم صبر شرط است چنانکہ
وطن گذاشتن و ہجرت نمودن نیامدہ است
..... دل قوی باید داشت لے

آدمیوں کی آزار رسائی پر صبر کرنا چاہیے جگہ
سے ہٹنا اور وطن چھوڑ کر ہجرت کر جانا کہیں
نہیں آیا ہو۔۔۔۔۔ دل کو قوی رکھنا چاہیے۔

رسالہ وصیت میں شیخ عبدالحقؒ دہلوی فرماتے ہیں:-

حضرت خواجہ باقریؒ کی مکتبہ میں

چوں بہندوستان آمد صحبت افتاد مرا جب ہندوستان واپس آیا تو خواجہ محمد باقریؒ

لے المکانیب والرسائل۔ ص ۲۹۷۔ لے ایضاً ص ۱۹۸

باخواجہ محمد باقی نقشبندی مدتی مشق نسبت نقشبندی کی خدمت میں حاضری کا موقع ملا
خواجگان کردہ طریقہ ذکر، مراقبہ، درابطہ و عرصہ تک طریقہ خواجگان کی مشق کی اور ذکر،
حضور و یادداشت حاصل نمودہ مراقبہ، رابطہ، حضور اور یادداشت کی تعلیم
حاصل کی۔

محمد صادق ہمدانی نے کلمات الصادقین میں لکھا ہے کہ شیخ محدثؒ نے حضرت شیخ عبدالقادر
جیلانیؒ کے روحانی اشارے پر حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی
اگر سو لوہیں صدی کے آخر اور سترہویں صدی کے شروع کی مذہبی اور روحانی تاریخ کا
غور سے مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جائیگی کہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی ذات
گرامی احوار سنت اور امانت بدعت کی تمام تحریکوں کا منبع و مخرج تھی۔ ان کے ملفوظات
و مکتوبات کا ایک ایک حرف ان کی مجددانہ مساعی، بلندی فکر و نظر کا شاہد ہے۔ شیخ عبدالحقؒ
نے جب احوار علوم الدین کا بیڑا اٹھرایا تو حضرت باقی باللہؒ کا آفتاب ارشاد نصف النہار
پر تھا۔ ناممکن تھا کہ وہ ان سے کسب فیض نہ کرتے۔ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔

”وكان الداعي اليها والمرشد
للطالبيين في بلدنا هذا الشيخ
العارف الكامل سر الله الاعظم
ونور الانوار سيدنا و مولانا خواجہ
محمد الباقي قدس سره الاصفى و
هو من مشائخنا في هذا الطريق
جزاه الله منا خيرا.“

ہمارے شہر میں اس نسبت (نقشبندیہ) کے
داعی اور مرشد شیخ العارف الکامل
سر اللہ الاعظم و نور الانوار سیدنا
مولانا خواجہ محمد الباقي قدس سره
تھے۔ وہ اس طریقہ میں ہمارے مشائخ
میں ہیں۔ اللہ ان کو جزائے خیر دے

۱۔ ان اصطلاحات کی وضاحت کے لیے ملاحظہ ہو ”شہار العلل ترجمہ قول الجلیل از حضرت
شاہ ولی اللہ دہلویؒ ص ۶۱-۶۰۔
۲۔ المکاتیب والرسائل۔ ص ۲۷۸-۲۷۹

حضرت خواجہ محمد باقیؒ ۹۰ھ میں کابل میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے والد ماجد قاضی عبد السلامؒ علم و فضل میں ممتاز تھے۔ فقہ و حدیث میں کمال رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنے بیٹے کی تعلیم و تربیت کی طرف خاص توجہ کی خواجہ محمد باقیؒ نے ملا صادق حلوائی سے جو مشہور فاضل تھے تلمذ کیا۔ دورانِ درس میں ایک محذوب نے خواجہ صاحب کو مخاطب کر کے کہا ہے

در کنز و ہدایہ نتوان دید حصارا آئینہ دل ہیں کہ کتابے بہ ازیں نیست
اس شعر کا سننا تھا کہ خواجہ صاحب کا دل علوم ظاہری سے گھبرا گیا اور مرشد کامل کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ عرصہ تک صحرا نوردی کرتے رہے۔ مختلف بزرگوں کی خدمت میں رہ کر فیض حاصل کیا۔ اور بالآخر ایک روحانی اشارے پر ہندوستان کا رخ کر دیا، اور یہاں آکر نقشبندیہ سلسلہ کے فیض کو خاص عام تک پہنچا دیا۔ خانی خاں نے لکھا ہے :-

”حضرت خواجہ باقی بائند دراز عہد از مقتدائے زماں بودہ، صفات ذاتی و کسبی و خواق
ایشان زیادہ ازاں است کہ بزبان قلم دادہ شود“ ۱

مکتوبات و ملفوظات کے مطالعہ سے خواجہ صاحبؒ کی جو تصویر ذہن میں آتی ہے اس میں اصولی سختی اور حکیمانہ نرمی کا امتزاج بڑا حیرت انگیز معلوم ہوتا ہے۔ ان کی نظر سوسائٹی کے اُن تمام گوشوں تک پہنچ گئی تھی جہاں اصلاح و تربیت کی ضرورت تھی۔ امراء، صوفیہ علماء، طلباء، سپاہی، تاجر۔ سب کو انہوں نے موقع اور مصلحت کے مطابق ہدائیں کیں اور اس انداز میں کہ جس نے اُن کی بات سنی، گناہوں سے اُکتا گیا

شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ نے خواجہ باقی بائندؒ کے دامنِ تربیت سے دایستہ ہو کر بہت کچھ حاصل کیا۔ کتاب المکاتیب والرسائل میں مندرجہ ذیل سات خطوط

۱۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ حیاتِ باقیہ۔ ص ۱۲-۱۱ ۲۔ منتخب الباب ص ۲۴۰۔

شیخ محدثؒ نے اپنے مرشد کے نام لکھے ہیں۔

(۱) سلوک طریق الفلاح عند فقد التزبیت بالاصطلاح۔

(۲) اصول الطريقة لکشف الحقیقة

(۳) تبیین الطريق لایل الارادة بالتزام وظائف الخیر والعبادة

(۴) تنبیہ اہل التہی بتفاوت حال الملا بتدارد الانتہاء

(۵) تحصیل الکمال الابدی باختیار الفقر المحمدی۔

(۶) قرع الاسماع باختلاف اقوال المشیخ و احوالہم فی السماع

(۷) ورود الامداد بالاستقامة علی الاوراد

یہ مکتوبات مستقل رسائل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان سے شیخ محدثؒ کی اپنے مرشد سے عقیدت اور اس زمانہ کے حالات پر بہت روشنی پڑتی ہے۔ شیخ محدثؒ نے بعض اہم وقتی مسائل پر ان سے گفتگو کی ہے اور ان کی رہنمائی چاہی ہے۔ لیکن یہ تمام خطوط نہایت حزم و احتیاط سے لکھے گئے ہیں۔ اس لیے پہلی نظر میں ان کا سمجھنا مشکل ہے۔ جتنا ان کے الفاظ پر غور کیا جاتا ہے اسی قدر شیخ کا مفہوم صاف ہوتا جاتا ہے اور ”سردگمان“ کے پردے اٹھتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ اور اخیر میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان خطوط کو لکھنے والا مذہبی انتشار پر خون کے آنسو رو رہا ہے۔

خواجہ باقی باللہ نے شیخ محدثؒ سے ایک مرتبہ رسالہ فقر محمدی کے مصنف اور مضمون کے متعلق دریافت کیا۔ شیخ محدثؒ نے ان کے استفسار کے جواب میں جو کچھ لکھا وہ ہندوستان کے حالات پر ایک بصیرت افروز تبصرہ تھا جس میں اس کتاب کی آڑے کر حالات گرد و پیش پر نہایت بالغ نظری کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔ پردے پردے میں انہوں نے محمد

۱۔ شیخ احمد بن ابراہیم الواسطی الحزرمی کی تصنیف ہے۔ شیخ محدثؒ نے ان کے متعلق لکھا ہے:
”ادکبار مشایخ دیار عرب و مقتدر روزگار و در طریق اتباع سنت و تقویم و ترویج ایں طریقہ
بے نظیر وقت خود بود“
المکاتیب والرسائل۔ ص ۱۹

اکبری کے سب فتنوں کی طرف اشارہ کر دیا ہے اور اپنے پریشان دل کی دھڑکن کو اپنے پیرو
مرشد کے کانوں تک پہنچا دیا ہے۔

شیخ محدثؒ اپنے مرشد کا جو ادب و احترام کرتے تھے اس کا اندازہ اس عبارت سے لگایا جاسکتا ہے۔ لکھتے ہیں:-

”نقل ایں چند کلمہ اتفاق افتاد، ہر بار کہ می خواست کہ بجانب ایشان عرضہ بنویسد و چیز
ازیں سخنان کہ بنظر درآیدہ نقل نماید، چنانہ و حجاب مانع می آمد و نا محرمیت و نا اہلیت خود منظور
می افتاد تا دریں مرتبہ کہ قلم تقدیر سے بے سابقہ قائل و تدبر جریان یافت و کلمہ چند بنظر آمد
معذور خواہند داشت“

خواجہ باقی باللہؒ نے ایک مرتبہ اُن کو خط میں کچھ راز کی باتیں بتائیں۔ شیخ محدثؒ کو اس قدر خوشی ہوئی کہ پھولے نہ سہاتے تھے اور تعجب کرتے تھے کہ کس طرح — ایں حقیر اب اس سخن مخاطب ساختہ“ ہے

حضرت خواجہ صاحب کو بھی اُن سے بڑی محبت اور خصوصیت تھی۔ اُن کے خطوط کو نہایت ذوق و شوق سے پڑھتے تھے۔ ملفوظات باقیہ کی یہ عبارت اس سلسلہ میں کچھ سی سے پڑھی جائیگی۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ حضرت محمد می حاجی
شیخ عبدالحق کا عنایت نامہ جو حقیقت میں
حقانی آمیز مضامین اور فصیح آمیز کلمات
کا نسخہ سعادت بلکہ اس کا عنوان تھا پہنچا۔
خطا کی پشت پر چند کلمے حضور کے قلم سے
لکھے ہوئے نظر دیے۔ ایک ایسی حالت اور۔

”روزے عنایت نامہ بندگان حضرت
مخدومی حاجی شیخ عبدالحق کدہامضامین
حقائق آمیز و کلمات فصاحت انگیز نسخہ
سجادت را عنوانے بود، رسید، بنظر
آں مکتوب کلمہ چند از آثار کلک بدائع نگار
حضرت ایشان بنظر تعیش اثر در آمد و حلتے

۱۰۰ کتاب المکاتیب والرسائل۔

بخشید کہ از حوصلہ کاغذ و قلم بیرون است
مجلس از ذوق آل دریں مصرعہ یافتہ می شود
نہادم ردے بردے دے و از خوشن رقم
و ان کلمات حقائق آیات این است
اللہ ولی الذین امنوا یخرجہم من
الظلمت الی النور۔
ہرچہ نوشتنی بود در صحیفہ بندگان
مخدومی مندرج است زیادہ چہ
نویسم بارے فرصت و قوت بلکہ
وقت و نفس را غنیمت شمرہ بمقتضائے
ان زندگانی بیاید کرد، دریغ کہ اس
عاجز گرفتار راقوت کار نمازہ و گرد
بنوفیق اللہ دریں دور روزہ عمر
دیوانہ وار ماتم باز ماندگی خود میداشت
و زندگانی فدائے اس راہ می کرد حق تعالیٰ
دریں افتادگی نیز در دے و آشوبے
کرامت فرماید کہ کار وہ جہاں خود را
در قبضہ اقتدار ادا نہادہ از مجموع
گرفتار بہا فرغے بیایم۔ آمین یا رب
العلمین۔ امید از آن برادر آئست
کہ ردے بر خاک نہد و از برائے حصول

و جد طاری ہوا کہ کاغذ و قلم کے حوصلہ سے
خارج ہو۔ اس ذوق کا نمونہ مجملہ اس مصرعہ
میں پایا جاتا ہے یعنی میں نے اپنا مزہ اس کے
منہ پر رکھا اور اپنے آپ سے بے آپ ہو گیا۔
حضور نے جو کلمات حقائق آمیز لکھے تھے وہ یہ
ہیں "اللہ ایمان والوں کا حامی و مددگار ہے کہ
ان کو کفر کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان کی
روشنی میں لاتا ہے" جو کچھ لکھا تھا بندگان
مخدومی کے خط میں لکھا گیا۔ زیادہ کیا لکھوں
ہاں اتنا لکھتا ہوں کہ فرصت اور قوت بلکہ
وقت اور نفس کو غنیمت شمار کر کے اس کے
مناسب زندگی کرنی چاہیے۔ افسوس کہ اس
عاجز گرفتار کو قوت کسی کام کی نہیں رہی۔
و گرد خداوندی توفیق سے اس دودن کی
عمر میں دیوانوں کی طرح اپنی عاجزی اور
سستی کا ماتم کرتا اور اپنی زندگی کو اس
راہ میں قربان کر دیتا لیکن دعا ہے کہ خدا
تعالیٰ اس عاجزی میں بھی ایسا در و اور
آشوب عنایت فرمائے کہ میں اپنے دین و دنیا
کے کاموں کو اس کے قبضہ اقتدار میں سونپ
کر تمام گرفتاریوں سے فراغت پا جاؤں۔ آمین

یہیں آرزو دے فقیر از خدا بخوابد کہ یارب اعلیٰ امید ہے کہ تم ہمیشہ خاک مذلت پر عاجزی
دعا عا غائب للعائب کامنہ رکھ کر فقیر کی اس آرزو پر کامیاب ہونے کی خدا
اسرع اجابۃ آئندہ است۔ سے دعا مانگتے رہو گے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ غائب
والد عا لے کی دعا غائب کے لیے بہت جلد قبول ہوتی ہے۔ والد عا

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کو مندرجہ ذیل سلاسل
سلسلۃ قادریہ سے وصی تعلق کی خدمت ملی تھی :-

(۱) قادریہ

(۲) چشتیہ

(۳) شاذلیہ

(۴) مدنیہ

(۵) نقشبندیہ

لیکن اُن کا قلبی اور حقیقی تعلق سلسلہ قادریہ سے تھا۔ اُن کی عقیدت و ارادت کا مرکز حضرت
غوث الاعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ وہ بعض وقتی ضروریات اور
ماحول کے اثرات کی بنا پر دوسرے خانوادوں کے بزرگوں سے استفادہ کرنے پر مجبور ہو گئے تھے
لیکن اُن کا دل و دماغ کا ریشہ ریشہ شیخ جیلانیؒ کے عشق میں گرتا رہا۔ ذبذۃ الآثار منتخب ہجرت
الاسرار میں لکھتے ہیں کہ مجھے خواب میں حضرت غوث الاعظمؒ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
کے اشارہ پر مرید کیا تھا اور بیعت ہونے کے بعد حضور سرور کائناتؐ نے بزبان فارسی بشارت دی
تھی کہ ”بزرگ خواہی شد“۔

اپنی تصانیف میں جس طرح انہوں نے شیخ جیلانیؒ کا ذکر کیا ہے وہ ان کے جذبات
عقیدت کا آئینہ دار ہے۔ شیخؒ کا نام آتے ہی اُن پر ایک کیفیت طاری ہو جاتی ہے، اور اُن کا

قلم فرط مسرت اور جوش عقیدت میں وجد کرنے لگتا ہے۔ اخبار الاخبار میں انہوں نے صرف ہندوستان کے علماء و مشائخ کا ذکر کیا ہے، لیکن عقیدت کی بنا پر حضرت شیخ جیلانیؒ کے تذکرہ سے کتاب کا آغاز کیا ہے۔ ایک مکتوب میں اپنے فرزند شیخ نور الحقؒ کو لکھتے ہیں:-

”مرجع دما دلے ما فقیراں ہمہ جناب سید کائنات و خلاصہ موجودات است علیہ افضل الصلوٰۃ

و اکمل التحیات بوسید حضرت پیر ستیگر غیب نواز شکستہ پر درغوث الثقلین شیخ محیی الدین

عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ“

شیخ محدثؒ اپنے نام کے ساتھ بھی صرف قادریہ سلسلہ سے ہی اپنی نسبت ظاہر کرتے ہیں:

”عبدالحق بن سیف الدین الدہلوی وطناً، ابیحاری اصلماً، الترمذی

نسباً، محتفی مذبہا، الصوفی مشرباً، القادری طریقہ“

۱۔ المکاتیب والرسائل - ص ۲۹۸۔

British Museum Catalogue (Persian Ms)

Rieu - Or 1107 Vol I p 14.

باب دوازدہم (۱۲)

شیخ محدث اور شاہان وقت

شیخ عبدالحق محدث دہلوی، سلیم شاہ سوری کے عہد میں پیدا ہوئے تھے۔ اور شاہجہاں کے سنہ جلوس میں انہوں نے وصال فرمایا۔ اس مدت میں دہلی کے تخت پر مندرجہ ذیل فرمانروا بیٹھے۔

(۱) اسلام شاہ	(۲) میرز خاں
(۳) ابراہیم شاہ	(۴) احمد خاں سکندر شاہ
(۵) ہمایوں	(۶) اکبر
(۷) جہانگیر	(۸) شاہ جہاں

آخری تین بادشاہوں کے عہد کو انہوں نے اچھی طرح دیکھا تھا اور حالات کا بغور مطالعہ کیا تھا۔ لیکن انہوں نے کبھی سلاطین یا ارباب حکومت سے کوئی تعلق رکھنا پسند نہیں کیا۔ وہ عمر بھر گوشہ تنہائی میں رہے، اور ہمیشہ یہ کہتے رہے۔

حقّی از گوشہ دہلی نہ نیم پائیں خود گرفتیم کہ ملک گجراتم دادند

اس گوشہ گیری کے متعدد اسباب تھے۔ اول تو ظہار سونے دربار اکبری میں جس طرح علم دین کی تذلیل کی تھی، اس سے علمائے حق اس درجہ بددل ہو گئے تھے کہ دربار سے قطع کر لینے ہی میں ان کو علم و دین کی عافیت نظر آتی تھی۔ دوسرے شیخ محدث کا خیال تھا کہ دربار شاہی میں آمد و رفت سے علمی کاموں میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ علمی کام اور دربار داری ساتھ ساتھ نہیں چل سکتیں۔ تیسرے، شیخ محدث کی خود دار فطرت شاعرانہ مبالغہ آرائی اور مدح و ثنا سے

انکار کرتی تھی شیخ فرید کو لکھتے ہیں :

”در حفظ مرام مدح و تعظیم و بیان حقوق و محبت بر جادہ وسط و اعتدال ایستادن و از دوا
احتیاط و نفس الامر بیرون نیفتادن در غایت دشواری است اگر بہاد مبالغہ و مدح و ثنا
نزد نامہ از خطبہ عرف و عادت عاقل بود و اگر بہود غریت دین و صولت یقین باطل شود
لے کاشن ایں رسم و عادت در عالم بودے“

جس شخص کی فطرت مبالغہ کے القاب تک لکھنے سے گھبراتی ہو وہ دربار میں قصہ
خوانی کا کام کس طرح کر سکتا تھا! شیخ محدثؒ نے امرام میں بھی صرف اُن سے تعلقات
لکھے ہیں جن کو کبھی بھول کر بھی یہ خیال نہیں آتا تھا کہ یہ پوریشین شہنشاہ اُن کے سامنے
تعظیم و ادب سے حاضر ہوں۔

شیخ محدثؒ کے عزم و احتیاط اور سیاست سے علیحدہ رہنے کی خواہش کا یہ حال تھا کہ
ان کو تاریخ لکھنے میں بھی اس لیے تامل تھا کہ اس طرح بھی سیاست میں کچھ نہ کچھ دخل ہو
ہی جاتا ہے۔

در دیش ترا ز ذکر شاہاں چہ غرض

اکبری عہد میں جب ملت کی پریشاں حالی اور ابتری کا دل پر اثر ہوا تو حجاز چلے گئے۔ جب
شیخ عبدالوہاب متقیؒ نے عہد کریمہ ہندوستان واپس کر دیا تو یہاں آکر گوشہ نشین ہو گئے۔ جب
اکبر کا انتقال ہوا تو انہوں نے شیخ فرید کو عربی زبان میں ایک نہایت ہی پر معنی خط لکھا۔
مرآۃ العقائد میں لکھا ہے کہ یہ خط شیخ فرید کی معرفت جہانگیر کو بھیج دیا گیا تھا۔
اکبر کے عہد میں مذہب کا جو حال ہوا تھا اس سے شیخ محدثؒ کا دل مجروح ہو چکا تھا۔

تہ ملاحظہ ہو ضمیمہ

لہ المکاتیب والرسائل

تہ مرآۃ العقائد۔ ص ۶۵۔ ”ایں رسالہ در واقعہ رحلت جلال الدین اکبر بادشاہ بکن سلطنت نور
سید فرید مرثیٰ خاں برائے اطلاع و آگہی نفاذ الدین محمد جہانگیر بادشاہ فرستادہ شدہ“

جہانگیر کی تخت نشینی کے وقت انہوں نے ضروری سمجھا کہ مئے بادشاہ کو اس کے فرائض اور پابندیوں سے آگاہ کیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے ایک رسالہ نورانیہ سلطانیہ تصنیف کیا اور اس میں قواعد و ارکان سلطنت پر تفصیلی بحث کی۔ بعد کو شاہجہان کے لیے انہوں نے ایسی چالیس احادیث جمع کیں جن میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلاطین کو نصیحتیں فرمائی ہیں اس رسالہ کا نام انہوں نے ترجمۃ الاحادیث الاربعین فی نصیحتۃ الملوک و السلاطین رکھا۔

اکبر کے انتقال کے بعد غالباً شیخ محمد گزنی نے شاہان سے کچھ تعلقات رکھنے ضروری تاکہ دین کی صحیح تعلیم کسی نہ کسی طرح ان تک پہنچائی جاسکے ممکن ہے کہ شیخ محمد گزنی کے رویہ میں اس تبدیلی کا سبب حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی تعلیم ہو۔ خواجہ صاحب کا اصول یہ تھا کہ چھوٹپڑوں سے لے کر علویوں تک ارشاد و تلقین کا سہکارہ برپا کرنا چاہیے اور سلاطین سے علیحدہ رہنے کی بجائے ان کو متاثر کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

جہانگیر کے سواہر جلوس میں شیخ محمد گزنی بادشاہ سے ملاقات کے لیے دربار میں تشریف لے گئے۔ جہانگیر اپنی تزک میں لکھتا ہے —

”شیخ عبدالحق دہلوی کہ از اہل فضل و عبادت
 سعادت امت، دریں آمدن دولت ملازمت
 میں سے ہیں، میرے یہاں آنے پر تشریف لائے
 دریا فت، کتاب تصنیف نمودہ بود
 انہوں نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس
 مشتمل بر احوال مشائخ ہندوستان
 میں ہندوستان کے مشائخ کے حالات و حج
 خیلے زحمتمنا کشیدہ، مدت امت کہ در گوشہ
 ہیں، میں نے اس کو دیکھا، اس کی تصنیف
 دہلی بوضع توکل و تجرید بصری نمودہ و در گزشتہ
 میں انہوں نے بڑی محنت کی۔ و مدد سے
 امتد محبتش بے ذوق نیست۔ با انواع
 دہلی کے ایک گوشہ میں توکل و تجرید کی زندگی گزارا
 مراحم دل لوار دی کردہ خصت فرمودم۔
 رہی میں دہر دگرای میں ان کی محبت بے ذوق

یہ تزک جہانگیری، ص ۲۸۲ (سرمد پبلیکیشنز، لاہور)

انگریز مورخین نے خط کشیدہ عبارت کے سمجھنے میں غلطی کی ہے اور کچھ ایسا ترجمہ کر دیا ہے جس سے جہانگیر کا مفہوم بالکل ہی بدل گیا ہے۔ ایلٹ عبارت خط کشیدہ کا ترجمہ کرتا ہے

"He had suffered a great deal of trouble and was living in retirement at Delhi; resigned to his lot and trusting in God" انہوں نے بڑی تکلیفیں اٹھائی تھیں اور وہ دہلی میں ایک گوشہ نشین تھے، اپنی قسمت پر قانع اور خدا پر توکل کی ہوئے۔

روجرس لکھتا ہے :-

"He had endured some hardships and for a long time had lived in Delhi in seclusion and the practice reliance on God and of asceticism." انہوں نے کچھ تکالیف برداشت کی تھیں اور بہت عرصے سے وہ دہلی میں سب سے علیحدہ رہتے تھے، خدا پر بھروسہ کرتے تھے اور تجرید کی زندگی بسر کرتے تھے۔

دونوں مصنفوں نے "خیلے زحمہ کشیدہ" کا مطلب غلط سمجھا ہے۔ جہانگیر نے یہ جملہ اخبار الانبیاء کی تصنیف میں شیخ محدث کی محنت، تلاش اور تحقیق کے متعلق لکھا ہے۔ ایلٹ اور روجرس نے اس کو دوسرے جیلے کے ساتھ ملا کر اس کا مطلب یہ کر دیا کہ شیخ نے دہلی میں اپنا وقت سخت تکلیف

Elliot and Dawson's History of India Vol VI p 366.

کس قدر جرات اور دیدہ دلیری کی بات ہے کہ یہ سی ایلٹ، تاریخِ حق کے اقتباس کے سلسلہ میں جب شیخ عبدالحق محدث کا ذکر کرتا ہے تو ان کو ابن الوقت یا زمانہ ساز بزرگ (Time-Serving saint) لکھتا ہے (جلد ششم ص ۱۷۸) شیخ محدث کی پوری زندگی اس جملہ کی تردید کرتی ہے۔ اگر ایلٹ شیخ کے حوالہ زندگی سرسری نظر سے مطالعہ کرنے کی زحمت گواہ اگر تو اس کو یہ بات لکھتے ہوئے شرم محسوس ہونے لگتی۔

English Translation by Alexander Rogers,

Vol II p. 111.

اور مصیبت میں گزارا تھا۔

جہانگیر نے شیخ محدثؒ کی "وضع توکل" سے متاثر ہو کر ایک گاؤں بکروالا جاگیر کے طور پر پیش کیا، شیخ نے اس کے قبول کرنے سے انکار کیا۔ بادشاہ کے اصرار پر آپ نے مجبوراً قبول کر لیا۔ آخری زمانہ میں جہانگیر کے تعلقات شیخ محدثؒ سے خراب ہو گئے تھے۔ داراشکوہ کا بیان ہے :

دروقتی کہ جہانگیر بادشاہ کشمیر بودند بعضی جس زمانہ میں جہانگیر بادشاہ کشمیر میں تھے، کچھ مردمان سخاں غیر واقع از طرف شیخ عبدالحق لوگوں نے شیخ عبدالحق دہلوی (جو محدثان وقت دہلوی کہ امام محدثان وقت اند و مرزا حسام الدین کہ از مریدین باکمال شیخ احمد سہروردی سرہندی کے مریدان باکمال میں ہیں) کے متعلق بودہ اند بعض بادشاہ رسانیدند کہ بے سروپا باتیں بادشاہ کے کانوں میں ڈالیں۔

جہانگیر نے دونوں کو کشمیر بلوایا۔ شیخ نورالحقؒ کو حکم ہوا کہ کابل چلے جائیں۔ شیخ محدثؒ جب لاہور پہنچے تو سخت تنگ دل اور پریشان تھے۔ حضرت میاں میر صاحبؒ نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ پیرانہ سالی میں وطن سے اوزبچوں سے جدا ہونے کا بڑا خیال ہے۔ شیخ ابھی کشمیر نہ پہنچے تھے کہ جہانگیر کا انتقال ہو گیا اور وہ اپنے بیٹے کے ساتھ دہلی واپس آ گئے۔

۱۔ مصنف مرآۃ الحقائق لکھتے ہیں :۔ دہلی سے نوکوس بگوشہ غریب و جنوب قریب سڑک پختہ روزنہ منڈوی بھوانی کے واقع ہے۔ رقبہ اس کا سات ہزار چھ سو یکہ خام ہے اور اڑتیس چالات پختہ واقع ہیں جمع اس کی اس وقت کثیر تھی۔ چنانچہ بس تیزیری آمدنی سالانہ اپنی حصہ ششم کی اور دسے بٹائی رک جو بٹائی نصف لٹائی مشہور ہے) ایک ہزار روپیہ کی ہوتی تھی لیکن اب بموجب بندوبست انگریزی قریب دو ہزار روپیہ کے رہ گئی ہے تقسیم اس کی مدت سے چھتیس چاہ پر باشر منڈے باہمی چھ حصص پر ہے یعنی ۶ حصہ ہیں چھ چاہ اور آدھی دو چاہ کی شاطانی ہر شش حصہ داران ہے۔ انہی دو چاہ سے آب نوشی بھی سکنا لے دیہ کی ہوتی ہے یہ گاؤں اب تک ہم لوگوں یعنی اولاد در اولاد حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کے قبض و تصرف میں چلا آتا ہے اور بہت کچھ انقلابات بہتے اور دیہات معالی گرد و لولج اس کے ضابطہ ہونے کے لیے بہتور محفوظ رہا ہے" ص ۸۹

۲۔ مکتبۃ الاولیاء، (قلی نسخہ) ص ۶۳-۶۵۔

جیسا کہ داراشکوہ نے خود لکھ دیا ہے یہ محض بہتان تھا۔ ورنہ شیخ محدث کا مسلک تو یہ

تھا۔

رموز مصلحت ملک خسرواں داند گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش
داراشکوہ نے "سرخان غیر واقع" کی وضاحت نہ کر کے شیخ محدث کی زندگی کے اہم حادثہ
کی صحیح نوعیت کو سمجھنے میں بڑی دشواری پیدا کر دی ہے۔ مرآۃ المحتالین میں لکھا ہے کہ نور جہاں
اور شیخ محدث کے تعلقات اچھے نہ تھے۔ ممکن ہے کہ نور جہاں ہی ان "سرخان غیر واقع"
کی ذمہ دار ہو۔ مشہور ہے کہ ایک بار نور جہاں نے شیخ محدث کو بلایا۔ شیخ نے جواب میں
کہلا بھیجا: "فقیر کا بادشاہوں یا بیگمات کے پاس کچھ کام نہیں ہے۔ فقیر کے لائق جوامر ہو
کہلا بھیجے کہ اس کے انجام میں حتی الامکان دریغ نہ ہوگا"۔

باب سیزدہم وصال

۲۱۔ ربیع الاول ۹۵۲ھ کو یہ آفتاب علم جس نے چورانوے سال تک فضائے ہند کو اپنی ضوفشانی سے منور رکھا تھا، غروب ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔
وصیت نامہ میں لکھا تھا :-

”دعا و تمنائے فقیر از درگاہ الہی است اللہم از قبری شہادت فی سبیلک واجعل موتی ببلد رسولک اگر ایں دعا قبول اتیاد بیچ حاجت بوصیت نیست، و اگر درینجا اجل رسید بالائے حوض شمس کی جائے پا کاں و مغفوران است دفن کنند“
چنانچہ ان کے جسد خاکی کو حوض شمس کے کنارے ہی سپرد خاک کیا گیا۔ وصیت نامہ میں قبر کے متعلق یہ ہدایات تھیں

”قبر وسیع بکنند۔ تجاوز از حد اعتدال و درون قبر گنج نکنند۔ و دیوار لمبے او بخت خام برآرند و بدیوار بالیں طاق بسازند و شجرہ پیراں دراں بنند“
اس کے بعد لکھا تھا کہ شیخ سیف الدینؒ کے کفن پر جو عبارت لکھی گئی تھی وہ قبر پر علی حروف میں لکھ دی جائے۔ اور

”اگر مصلحت داند بسے قائم کنند کہ دروے تاریخ ولادت و فوت یا ہنر و احوال تحصیل و سفر و اوقات آنرا باختصار نوشتہ بکنند۔

وصیت کے مطابق شیخ نور الحقؒ نے نماز جنازہ پڑھائی اور مزار پر یہ کتبہ نصب کرایا :-

لے خانی خاں نے غلط لکھا ہے کہ زیادہ از صد سال مرحلہ عمر طے نمودہ“ ص ۲۴۰۔

”محلے از احوال کرامت منوال این شیخ وقت مقتدائے زماں صاحب المفاخر ابوالمجد
 عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعة آنکہ از مبادی شعور بطاعت حق و طلب علم کمر بستہ
 نزدیک باوان بلوغ اکثر علوم دین تحصیل کرد و در سن بست و دو سالگی از ہر آن فارغ
 شدہ و کلام مجید از برگزیدہ بر مسند افادہ نشست۔ وہم در غفوان جوانی جاذبہ الہی در رسیدہ بیکبار
 دل از یار و دیار برگزیدہ متوجہ صحن محترمین گشت۔ مدتے میدبائن مقامات شریفہ اقامت
 و زیدہ باقطاب زماں و اولیائے کبار صحبتہا داشتہ بود و ارجحتہ و رخصت ارشاد طالبان
 اختصاص یافت۔ و علاوہ آن تکمیل فن حدیث نمودہ با برکات فراوان بوطن مالون حضرت
 فرمود۔ و مدت پنجاہ و دو سال بحیثیت ظاہر و باطن تکمیل یافتہ تکمیل فرزندان و طالبان
 بجا آورد۔ و بشر علوم سیما بعلم شریف حدیث پرداختہ بنہجیکہ در دیار عجم احوالے راز
 علمائے متقدمین و متاخرین دست ندادہ است۔ ممتاز و مستثنی گردید۔ و در فنون علمیہ
 خاصہ فن حدیث کتب معتبرہ تصنیف کرو۔ چنانکہ علمائے زماں اعتنا بآں و زیدہ
 دستور العمل خود دارند۔ و اہل دانش از خواص و عوام بجاں خریداری می نمایند۔ تقصا
 ایں فیاض والا گہرا از صغیر و کبیر بصد مجلد و بحسب شمار ابیات بیان قصد ہزار رسیدہ است
 در محرم ۱۰۹۵ھ ایں نور اتق پر تو ظہور بعالم عنصری زاد۔ و در ۱۲۱۰ھ تمام آگہی و کشادہ
 پیشانی بعالم قدس خرامید۔ تاریخ ولادت شیخ اولیاء و تاریخ رحلت فخر عالم
 است“

لوح مزار کی یہ عبارت اس قدر جامع اور مکمل ہے کہ بہت سے مصنفین نے شیخ محدث
 کے حالات میں صرف اسی کو نقل کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ مولوی انوار الحق نے اس عبارت
 کو کتاب المکاتیب والرسائل کے ساتھ طبع کرا دیا ہے۔

مرآۃ المحققین میں مقبرہ کے متعلق لکھا ہے :

”ایسا سن ہے کہ نواب مہابت خاں سپہ سالار عہد شاہجہان نے حضرت کی حیات میں

کنارہ حوض شمس پر بنوایا تھا۔ نواب مدوڑ کہ حضرت سے عقیدت مغرط تھی معمار یا مہتمم
 نے حضرت شیخ سے جب اطلاع کی کہ حضرت مقبرہ تیار ہے۔ فرمایا کہ ہم بھی تیار ہیں۔
 سرسید نے آثار الصنادید میں لکھا ہے کہ یہ مقبرہ وفات کے بعد تیار ہوا میرے خیال
 میں سرسید کی رائے صحیح ہے۔ عہدیت کا انتقال شیخ محدث کے وصال سے آٹھ سال قبل
 ہو گیا تھا۔

باب چہارم

شیخ محدث کامکان، مدر اور کتب خانہ

دہلی دروازہ سے آگے ابراہیم ہمدیاں کے قریب شیخ عبدالحق محدث دہلوی کامکان، خانقاہ اور مسجد واقع تھی۔ خانقاہ کی طرف خود انہوں نے مشکوٰۃ شریف کی شرح میں اس طرح اشارہ کیا ہے :-

تَمَّ فِي الْخَانَقَاهِ الْقَادِرِي وَهَذَا الْفَقِيرُ يَخْدُمُهُ وَيُكْنِسُهُ وَيُوقِدُ مَرَّجًا
كَانَ تَمَّ فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ -

(یہ کتاب خانقاہ قادریہ میں ختم ہوئی جس کی خدمت یہ فقیر کرتا ہے اور اس میں بھاڑ دیتا ہے اور ہاں کا چراغ روشن کرتا ہے۔ گویا کہ یہ کتاب ایک جلسہ میں تمام ہوئی)

شیخ کی خانقاہ کا کچھ حصہ انیسویں صدی کے آخر تک موجود تھا۔ منشی برکت علی حق مصنف مرآۃ المحققین نے اس کی زیارت کی تھی۔ مسجد کی اس زمانہ میں مرمت کرائی گئی تھی۔ شیخ محدث کے مکانات کی زمین کی پیمائش اُن کے خاندان کے لوگوں نے کرائی تھی۔ کل رقبہ چھ بیگہ اور چند سوہ تھا۔ شیخ کے خاندان کے لوگ ہی اس پر قابض تھے۔

شیخ محدث نے جس مدرسہ میں تعلیم پائی تھی اور جس کی نسبت اخبار الاخیار میں لکھا ہے -
"ہر روز باوجود غلبہ پرودت ہونے زمستان و شدت حرارت تابستان دو بار ہر روز دہلی کہ
از منزل ما بعد دو میل و اشتہ باغ میل میگردیم۔ و مدت پیشتر از وقت صبح بعد از

ما رسیدیم در سایہ چلغ جزوی کشیدیم"

پرانے قلعہ کے قریب واقع تھا۔ مرآۃ المحققین میں اس کے متعلق لکھا ہے -

یہ مدرسہ بھارت پختہ و منزلہ مع مسجد مقابل قلعہ کمند لب سڑک دہلی و اگرہ واقع ہے یعنی دروازہ قلعہ کا بجانب غرب ہے اور اس مدرسہ کا بسمت شرق ہے۔ یہ مکان مدرسہ اب تک اپنی ہیئت پر بدستور قائم ہے۔ سامنے دروازہ سے مسجد اس کی نظر آتی ہے۔ اور گرد صحن کے ہر چار طرف مکانات بنے ہوئے ہیں۔ اور اس سے بھی زیادہ تر پتہ یہ ہے کہ بسمت دکھن جو دیوار مکانات بالائی کی ہے۔ اس میں چند دروازے باہر کی طرف ہیں کہ منجملہ ان کے کوئی دروازہ پتھر اور چوٹے سے مسدود شدہ ہے اور کوئی بدستور کشادہ ہو کہ یہ ہیئت پول سے جانے والوں کو دور سے دکھائی دیتی ہے اور جانب شمال متصل اس مدرسہ کے ایک ایسا ہی مکان عظیم الشان اسی زمانہ کا بنا ہوا ہے اور اس کے دروازہ صدر پر سنگ شریخ لگا ہوا ہے" لہ

ایک ایسے دور میں جبکہ پبلک کتب خانے وجود میں نہیں آئے تھے ہر تصنیفی کام کرنے والے کے لیے ناگزیر تھا کہ وہ ایک ذاتی کتب خانہ جمع کرے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ تصنیف و تالیف میں بسر کر دیا۔ اس نصف صدی میں انہوں نے عرب و عجم کے علمی فوائد اپنے کتب خانہ میں سمیٹ لیے تھے۔ ان کی تصانیف سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر فن پر ان کے پاس معیاری کتابوں کا اچھا ذخیرہ تھا۔ شرح سفر السعادت لکھنے بیٹھے تو حدیث، تفسیر و فقہ کی کتابوں کا ڈھیر سامنے تھا۔ اخبار الاخیار مرتب کرنے لگے تو اسلامی ہند کا سارا مذہبی لٹریچر پیش نظر تھا۔ حجاز میں قیام کے دوران میں انہوں نے کثیر تعداد میں کتابیں حاصل کی تھیں۔ اس طرح ان کا کتب خانہ ہندوستان کے نہایت ہی پیش قیمت علمی ذخیروں میں تھا۔ شیخ محدث کے کتب خانہ کی جو کتاب بھی خاکسار کے نظر پڑی ہے اس پر شیخ کے دست مبارک سے تصحیح و مقابلہ کے نشانات ضرور ملے ہیں۔ اس سے ان کے کتب خانہ کی افادیت اور علمی حیثیت بہت بڑھ جاتی ہے۔ شیخ کا یہ کتب خانہ ان کے وصال کے بعد عرصہ تک صحیح حالت میں رہا۔ ان کے فرزند

شیخ نور الحقؒ اور پھر ان کی اولاد علمی ذوق رکھتی تھی۔ اس طرح اس کتب خانہ کی نگرانی اور نگہداشت ہوتی رہی۔ اٹھارہویں صدی میں جب دہلی کی سیاسی فضا بدلی اور مرہٹوں اسکھوں اور جاٹوں نے مسلسل ہنگامہ آرائی پر کمر باندھ لی تو معنوی دولت کے یہ خزانے بھی دست بردمان سے محفوظ نہ رہ سکے۔ شیخ محدثؒ کی روح ان ہنگاموں کو دیکھ رہی تھی اور جس کتب خانہ کو نصف صدی کی جگر سوزی کے بعد جمع کیا تھا اُس کی تباہی کو دیکھ کر بے اختیار زبانِ حال سے کہہ ہی تھی۔

اس دور میں ہر اک تیر چرخ کہن لٹا

اور دوں کا زرٹا مرا رفتِ سخن لٹا

شیخ نور الحقؒ کے پوتے شیخ الاسلامؒ شرح بخاری کی دوسری جلد کے خاتمہ پر شیخ محدثؒ کے کتب خانہ کی بربادی کا حال اس طرح لکھتے ہیں :-

”تمام شد..... در ہنگامِ ششت بالِ دیرستانی حال از نسب و فارت خانہ در حلقہ شہر کہنہ دہلی کہ باستیلا رکفار عتاء با اتفاق طغاة و لمغاة واقع شد و ذاب کتب خانہ قدیرہ جدیدہ کہ بسیار ازاں دریں دیار کیا بود و بعضے ازاں بہ تصحیح و تحشیہ و تدوین شیخ المحمّدین شیخ اجل محقق دہلوی بود رحمۃ اللہ علیہ..... خانہ در خانہ مگر چند کتب در گوشہ شملے مشکتہ افتادہ“

حصہ دوم

تصانیف

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے چورانوے سال کی عمر پائی۔ اس عمر کا بیشتر حصہ تصنیف و تالیف میں بسر ہوا جس جوش و خروش سے انہوں نے جوانی میں کام شروع کیا تھا اسی جذبے اور بہمت کے ساتھ آخر عمر تک انجام دیتے رہے۔ عبدالحق لاہوری کا بیان ہے:

”با آنکہ عقود و تدفینش پست است از سلامت قوی با نواع طاعات و ریاضات و

تعلیم و تالیف و تصحیح بسااں ایام شباب می پردازد و

ان کی تصانیف کی تعداد عبدالحق لاہوریؒ، محمد صالح کنہوہ اور خانی خاں نے تو یا سو سے کچھ زیادہ بتائی ہے۔ اس اندازہ میں مورخین نے غلطی کی ہے۔ انہوں نے وہ مضامین و رسائل بھی علیحدہ کتاب تصور کر لیے ہیں جو حقیقت میں ایک ہی کتاب کا جز ہیں۔

شیخ محمد شمس نے اپنی تصانیف کی فہرست خود ایک رسالہ میں جس کا نام تالیف قلب الالہیہ بذکر فہرس التوالیف ہے دی ہے۔ یہ فہرست جس وقت مرتب کی گئی تھی اس وقت تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری تھا۔ چنانچہ اسی فہرست کے اختتام پر فرماتے ہیں:

”ہنوز سلسلہ سخن دراز است و در فیض الہی باز تا بکار رسد و بکار ماند“

اس فہرست میں ۴۹ کتابوں کے نام درج ہیں۔ ان میں ایک کتاب یعنی المکاتیب والرسائل میں ۶۸ رسائل شامل ہیں۔ اگر اس میں سے ہر سالہ کو الگ تصنیف مانا جائے (جیسا کہ عبدالحق لاہوری اور محمد صالح کنہوہ نے کیا ہے) تو تصانیف کی تعداد ۱۱۶ ہو جاتی ہے لیکن میرے خیال میں ان رسائل کو ایک ہی کتاب سمجھنا چاہیے، جیسا کہ خود شیخ نے بھی ہدایت فرمائی ہے:

”ایں ہمہ را یک صحیفہ سازند و در یک جلد شیرازہ بہ بند“

فہرس التوالیف کو مرتب کرنے کے بعد شیخ محدثؒ نے گیارہ کتابیں اور تصنیف فرمائی

۱۔ عباد شاہنامہ حصہ دوم ص ۲۴۱-۲۴۲ ۲۔ ادب و فنون دانش یک صد و کسرے ۱۱ تصانیف مختصر و مطولہ دارد۔

۳۔ بادشاہ نامہ۔ ۴۔ ویک صد و چند کتاب از تصانیف مختصر و مطولہ بر صفحہ روزگار گذارشتہ۔ کتابچہاں نامہ ج ۳ ص ۳۸۴

۵۔ صد کتاب از ہمہ علوم عقلی و نقلی تالیف فرمودہ ”فتح الباب“ ج ۱ ص ۲۴۰۔

تھیں۔ اس طرح اُن کی کُل تصانیف کی تعداد ساٹھ ہوتی ہے۔ ان تصانیف کے موضوع مختلف ہیں، لیکن قصداً ایک ہے۔

مصلحت دیدن آنست کہ یاراں ہمہ کار
بگذارند و سر طرہ یارے گیرند

جیسا کہ خود انہوں نے کتاب الرسائل میں کہا ہے وہ اس بات پر مامور تھے کہ سوائے سنت و شریعت کے کسی موضوع پر گفتگو نہ کریں، چنانچہ ان کی تمام ادبی کاوشوں کا مرکز و محور شریعت و سنت ہی ہے۔

شیخ محدثؒ کی تصانیف فن و موضوع کے اعتبار سے مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت آتی ہیں۔

(۱) تفسیر	(۶) تصوف	(۱۱) سیر
(۲) تجوید	(۷) اخلاق	(۱۲) نحو
(۳) حدیث	(۸) اعمال	(۱۳) ذاتی حالات
(۴) عقائد	(۹) فلسفہ و منطق	(۱۴) خطبات
(۵) فتنہ	(۱۰) تاریخ	(۱۵) مکاتیب
	(۱۶) اشعار	

جب اس چیز پر غور کیا جاتا ہے کہ ایک ہی قلم سے یہ مختلف النوع تصانیف نکلی ہیں اور ان سب کا علمی معیار نہایت اعلیٰ ہے تو شیخ محدثؒ کے علمی تبحر کا غیر فانی نقش دل پر قائم ہو جاتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ

یک چراغ ست دریں خانہ کلاز پر توآن
ہر کبسامی نگری لبخنے ساختہ اند

باب اول

تفسیر

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی تین تصانیف اس عنوان کے ماتحت آتی ہیں۔

(۱) تعلیق الحاوی علی تفسیر البیضاوی۔

(۲) شرح صدور تفسیر ایت النور۔

(۳) تحصیل الغنائم والبرکات بہ تفسیر سورۃ العادیات۔

تفسیر کے سلسلہ میں شیخ محدثؒ کا عقیدہ واضح یہ تھا کہ فلسفیانہ موشگافیوں سے کلی طور پر پرہیز کرنا چاہیے۔ وضاحت سے کلام ربانی کی تاثیر کم ہو جاتی ہے۔ قرآن براہ راست انسان کے مذہبی وجدان و شعور کو آواز دیتی ہے۔ چنانچہ صحیح تفسیر وہی ہے جو انسان کے ہوش و گوش کو اس آواز کے سننے کے لیے آمادہ کر دے۔

علامہ عبد اللہ بن عمر البیضاویؒ (المتوفی ۱۲۹۱ھ) کی مشہور تفسیر النوار التانیل و الاسرار التاویل کو عموماً بہت مقبر سمجھا جاتا ہے۔ شیخ محدثؒ کی نظر میں اس کی بہت سی خامیاں تھیں۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:

”بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ در تفسیر قرآن و شرح احادیث ازیں باب قباحتہا بسیار کردہ

تجاوز اللہ عنہ و اگر آں مواضع را بشمارم سخن دراز گردد“ (نکات الحق)

ایک مشہور مستشرق نالدیکی (Naldiki) نے بھی اس تفسیر کے متعلق تقریباً اسی طرح

کی رائے ظاہر کی ہے۔

تعلیق الحواوی علی تفسیر البیضاوی تفسیر بیضاوی کے کچھ حصے پر حاشیہ ہے۔ شیخ
محدث کا مقصد اس حاشیہ سے یہ ہی تھا کہ تفسیر بیضاوی کے موثر و معتبر جزاء کو ابھار دیا جائے
اور دور از کار اور مشکل مباحث کو علیحدہ کر دیا جائے، تاکہ اس کی افادیت بڑھ جائے۔ اس
حاشیہ کا کوئی نسخہ اب موجود نہیں ہے۔

شرح صدق تفسیر آیت النور آیت نور السموات والارض کی تفسیر
تھی جو ایک ہزار سے کچھ زائد سطروں پر پھیلی ہوئی تھی۔ اس کا قلمی نسخہ مولوی انوار الحق مرحوم
دہلوی کے کتب خانہ میں ۱۹۰۲ء تک موجود تھا۔

تخصیص الغنائم والبرکات بتفسیر سورة والعادیات، سورة والعادیات
کے برکات وغنائم پر ڈھائی صفحہ کا مختصر نوٹ ہے جو المکاتیب والرسائل میں شامل ہے۔

۱۔ خان بہادر مولوی انوار الحق حقی، شیخ عبدالحق محدث کی اولاد امجد سے تھے۔ دہلی میں تراجم بہرام خاں
میں رہتے تھے۔ شیخ محدث کی قلمی اور مطبوعہ کتب کا بیٹا بہا ذخیرہ ان کے پاس تھا۔ مرآة المحققین کے
مصنف کو ان کے کتب خانہ سے بڑی مدد ملی تھی۔ المکاتیب والرسائل کو مولوی انوار الحق ہی نے
مطبع مجتہائی دہلی سے شائع کیا تھا۔

معلوم نہیں کہ مولوی انوار الحق مرحوم کے کتب خانہ کا کیا حال ہوا، اور اب یہ جو اہر پارے
کہاں اور کس حال میں ہیں؟

۲۔ کتاب المکاتیب - ص ۲۸۳-۲۸۶۔

باب دوم تجوید

شیخ عبدالحق محدثؒ نے شیخ عبدالوہاب متقیؒ سے علم قرأت سیکھا تھا۔ شیخ عبدالوہابؒ علم قرأت کے ماہر استاد تھے۔ انہوں نے شیخ دہلوی میں بھی اس فن سے ایسی دھچپی پیدا کر دی کہ انہوں نے ایک کتاب درة الفرید فی قواعد التجوید اسی موضوع پر تصنیف فرمائی۔ یہ کتاب اب نایاب ہے اور ہندوستان کے کسی کتب خانہ میں اس کے قلمی نسخے کا پتہ نہیں چلا۔ اسی عنوان کے ماتحت شیخ محدثؒ کی اور تصنیف شرح القصیدۃ الجزریہ آتی ہے۔ اس کا ایک خوشخط نسخہ ۱۳۸ھ کا لکھا ہوا، اسلامیہ کالج پشاور کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

۱۔ درة الفرید نام سے ہی حافظ طاہر صفحانی کی اس فن پر ایک مشہور تصنیف ہے۔ اس کا ایک نسخہ جو رمضان ۱۳۹۹ھ میں لکھا گیا ہے، خاکسار کے پاس ہے۔
۲۔ لباب المعارف العلمیہ۔ کتاب نمبر ۱۰۹۲۔

باب سوم

حدیث

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی علمی خدمات کا خاص پہلو علم الحدیث کی ترویج و اشاعت سے متعلق ہے۔ اس ضمن میں اُن کی بیش بہا خدمات پر آگے بحث کی جائیگی۔ یہاں صرف ان کی تصانیف کا ذکر مقصود ہے۔ حدیث اور علم حدیث پر شیخ محدثؒ کی مندرجہ ذیل تصانیف ہیں:-

- (۱) اشعة اللمعات فی شرح مشکوٰۃ
- (۲) لمعات التنقیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح۔
- (۳) ترجمۃ الاحادیث الاربعین فی نصیحة الملوك والслаطین
- (۴) جامع البرکات منتخب شرح مشکوٰۃ
- (۵) جمع الاحادیث الاربعین فی ابواب علوم الدین
- (۶) رسالہ اقسام الحدیث
- (۷) رسالہ شب برات
- (۸) ما ثبت بالسنة فی ایام السنة
- (۹) الاکمال فی اسماء الرجال
- (۱۰) شرح سفر السعادت
- (۱۱) اسماء الرجال والروایہ المذکورین فی کتاب مشکوٰۃ
- (۱۲) تحقیق الاشارة فی تعمیم البشارة

(ترجمہ مکتوب البنی الاہل فی تضریتہ ولد معاذ بن جبل -

فارسی زبان میں مشکوٰۃ کی نہایت جامع اور مکمل
اشعۃ اللمعات فی شرح مشکوٰۃ | شرح ہے۔ شیخ محدث نے یہ عظیم الشان کام ۱۰۱۹ھ

میں دہر میں شروع کیا تھا ۱۰۲۵ھ میں چھ سال کی محنت کے بعد مکمل کیا۔ کتاب کے خاتمہ
پر لکھتے ہیں:

الکتاب شکر اللہ سعیدہ واتم علیہ نعمہ وقع انقراغ من جمیع الاحادیث
النبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخریوم الجمعة من رمضان عند
رویۃ ہلال شوال سنۃ سبع و ثلاثین و سبع مائۃ بحمد اللہ
مشکوٰۃ کی شرح لکھنے کا خیال جن حالات میں پیدا ہوا اس کے متعلق خود فرماتے ہیں۔

بعد از رجوع از ہرمین شریفین زادہا اللہ تشریفاً و تعظیماً و حصول اجازت روایت حدیث
از مشائخ اہل دیار شریف چون توفیق و تائید الہی تعالیٰ دستگیری کرد و در خدمت اہل علم
شریف در مقام استقامت بنشاند خواست کہ کتاب مشکوٰۃ المصابیح را کہ دریں روزگار
بہمت تامل و اشتہار موسوم است شرح کند و از فوائد آنچہ کہ در کتب قوم بیدہ و از مشائخ
وقت شنیدہ یا بخاطر فائزہ رسیدہ بطالبان برساند۔

اشعۃ اللمعات کی تکمیل میں حضرت شاہ ابوالمعالیؒ کے تلامذوں اور دعاؤ کو بھی بڑا دخل تھا
ایک مرتبہ شیخ محدثؒ لاہور شریف لے گئے تو فرمایا:

”شرح مشکوٰۃ را تمام کنید ان شاء اللہ کتابہ شود کہ اہل عالم ہمہ اراں مستفید

شود۔“

شاہ صاحب نے ساتھ ہی ساتھ یہ ہدایت بھی فرمائی کہ شرح میں موقع کی مناسبت سے جگہ
پر جگہ اشعار بھی لکھے جائیں جیسا کہ ملا حسین نے اپنی تفسیر میں کیا ہے۔ شیخ محدث نے عرض کیا کہ

۱۔ اشعۃ اللمعات۔ جلد چہارم ص ۶۳، ۲۔ ایضاً جلد اول ص ۱۵ کتاب المکاتیب الرسائل ملت

۳۔ اس عبارت میں کتاب کی تکمیل کا سنہ ۱۰۳۴ھ ظاہر کسی طرح درست نہیں ہے۔ یہ طباعت کی کھلی ہوئی غلطی ہے۔ ”معجم“

دوسروں کے اشاران کو یاد نہیں ہیں۔ فرمایا:

”شمارا حاجت مہلکے مردم نیست۔ آنچه شمارا باید از شمارا دید، شمارا در هیچ چیز بہ هیچ کس احتیاج

نخواہد بود، ہمہ چیز حاصل است، ان شاء اللہ تعالیٰ“ لہ

اشعۃ اللمعات، چار جلدوں پر مشتمل ہے اور مطبع نول کشور سے شائع ہو چکی ہے۔ ان چار جلدوں میں مضامین کی ترتیب یہ ہے۔ پہلی جلد میں علم حدیث و محدثین پر اثنالیس صفحات کا ایک مقدمہ ہے جس میں علم حدیث اور اقسام حدیث پر نہایت عالمانہ اور بصیرت افروز انداز میں تبصرہ کیا گیا ہے۔ اور امام بخاری، امام مسلم، امام مالک، امام شافعی، امام حنبلی، امام ابو داؤد و ہجتانی، امام ترمذی، امام نسائی، ابن ماجہ، دارمی، دارقطنی، بیہقی، رزین، نووی، ابن جوزی کے حالات مختصر لکھے گئے ہیں۔ اس کی مفادیت کے پیش نظر اس کو علیحدہ بھی شائع کیا گیا۔

اس مقدمہ کے علاوہ پہلی جلد میں مشکوٰۃ کی مندرجہ ذیل پانچ کتابوں کا ترجمہ ہے:

(۱) کتاب الایمان	(۲) کتاب العلم	(۳) کتاب الطہارت
(۴) کتاب الصلوٰۃ	(۵) کتاب الجنائز	

دوسری جلد میں چھ کتابیں ہیں:-

(۱) کتاب الزکوٰۃ	(۲) کتاب الصوم	(۳) کتاب فضائل القرآن
(۴) کتاب الدعوات	(۵) کتاب سماء اللہ تعالیٰ	(۶) کتاب المناسک

تیسری جلد میں مندرجہ ذیل نو کتابیں ہیں:-

(۱) کتاب البیوع	(۲) کتاب العتق	(۳) کتاب الحدود
(۴) کتاب الامارت و القضاء	(۵) کتاب الجہاد	(۶) کتاب الصيد الذبائح
(۷) کتاب الاطعمہ	(۸) کتاب اللباس	(۹) کتاب الطب و الرقی

لہ کتاب الملائب و الرسائل۔ ص ۳۰۶-۳۰۷
 ۱۰۰۰۰ میں مطبع اعظم جون پور سے شائع ہوا۔

چوتھی جلد میں دو کتابیں ہیں۔۔

(۱) کتاب الآداب (۲) کتاب الفتن

چاروں جلدیں ۲۶۵۵ صفحات پر مشتمل ہیں۔ ان ڈھائی ہزار صفحات میں شیخ محدث نے مشکوٰۃ کی شرح کا حق پوری طرح ادا کر دیا ہے۔

اشعة اللمعات کے قلمی نسخے حبیب گنج (علی گڑھ) اسلامیہ کالج پیشاور، ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ، برٹش میوزیم، بانکی پور، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور دیگر کتب خانوں میں موجود ہیں۔ ان سب نسخوں میں حبیب گنج کا نسخہ سب سے زیادہ قدیم اور قابل قدر ہے۔ اس کے خاتمہ پر مصنف کے دست مبارک کی یہ عبارت ہے:-

”تمام شد تسویدا میں کتاب عشیہ یوم الاربعاء بیست و چہارم ربیع الآخر سنہ ہزار و بیست و بیس از ہجرت سید المرسلین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ و اتباعہ آمین۔
و بود ابتداء تالیف سیردہم ذی الحج سنہ یک ہزار و نو زدہ و چہ تحقیق درآمد در میان مشاغل دیگر از تالیفات دیگر کہ مجموعہ سہ سال و کسرے باشد و تمام شد در خانقاہ قادریہ در دہلی کہ میں بندہ خدمت میکند اورا و جاروب (می کشد) می افروزد چراغ آن را۔ و بود ابتداء ختم در یک مکان گو باد در مجلس واحد تمام شد مقصود بیان توفیق الہی است بحانہ و اعطائے

۱۔ ”مقالات شروانی“ ص ۲۲۵-۲۲۶۔ نیز سالہ شمارت“ اکتوبر ۱۹۲۳ء ص ۲۶۶۔

۲۔ نمبر ۲۱۵۔ Catalogue of the Arabic and Persian Books and Mss in the Library of the Asiatic Society of Bengal, by Ashraf Ali p 3.

Catalogue of Mss in the British Museum, Vol I Rien (1879) Ms. No. 1107 Or

۳۔ نمبر ۱۱۹۳-۱۱۹۴ ۱۔ سبحان اللہ کلیکشن ۲۹۶۱۲، ۲۹۶۱۳، ۲۹۶۱۴ شیفتہ کلیکشن ۱۔

۴۔ اسی زمانہ میں شرح فتوح النیب اور دیگر رسائل کی تکمیل ہوئی۔

وے استقامت مرا تخصیص دے تعالیٰ بندہ مسکین را بسلامت و عافیت والحمد للہ۔ اولاً
 و آخراً و ظاہراً و باطناً حررت ہذا الاسطر علی ید مولفہ الفقیر الحقیر عبد الحق بن سیف الدین
 القادری الدہلوی البخاری۔ ضحیٰ یوم الجُمُعہ ۱۰۲۹ھ الف وتسع واربعین و آخر دعوانی ان الحمد
 للہ رب العالمین

اس عبارت کی تحریر کے وقت شیخ محدث کا سن شریف اکیانوے برس کا تھا مگر بقول نواب حبیب
 الرحمن خاں صاحب مرحوم ”خط میں ہاتھ کی کمزوری یا نگاہ کے ضعف کا بال برابر اثر نہیں ہے“
 خاتمہ کتاب پر لکھا ہے :-

”ترجمہ مشکوٰۃ شریف تصنیف حضرت شیخ عبد الحق قدس سرہ کہ در فائدہ کتاب دستخط
 حضرت شیخ درج است بہ ہدیہ یک ہزار و دو صد روپیہ گرفتہ“

یہ عبارت بھی کافی قدیم ہے۔ اس سے اس زمانہ میں شیخ محدث کی تصانیف کی قدر و قیمت کا
 اندازہ ہوتا ہے۔ حبیب گنج کے نسخہ کے بعد ایشیا ٹک سوسائٹی اور اسلامیا کالج کے نسخے بہت قابل
 قدر ہیں۔ دونوں کا سنہ کتابت ۱۰۹۵ھ ہے یعنی مصنف کے تینتالیس سال بعد۔

ملعات التبیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح | عربی زبان میں مشکوٰۃ کی شرح ہے۔ درجہ اول
 پر مشتمل ہے۔ فرس التوالیف میں شیخ

محدث نے سرفہرست اسی کا ذکر کیا ہے۔ شیخ محدث جب اشعة الملعات کی تصنیف میں
 مصروف تھے تو بعض مضامین ایسے پیش آئے جن کی تشریح کو فارسی میں مناسب سمجھا
 فارسی عوام کی زبان تھی بعض مباحث میں عوام کو شریک کرنا مصلحت کے خلاف تھا لہذا
 جواب میں فارسی میں قلم انداز کر دی تھیں وہ عربی میں بیان کر دیں۔ فرماتے ہیں :-

”داستانے مطالعہ آن سخاں رونے نمود کہ درج آن در شرح فارسی مناسب باشد و اندک
 دادن آن سخاں را نیز گنجائش ندید، پس در شرح آن بلسان عربی نیز شروع نمود تا چند گاہ ہر دو شرح

فارسی و عربی معائنہ یافتہ، آخر چنان گشت کہ عربی چوں اسپ تازی جیش گرفت و تمام شد فارسی
در نیمہ راہ ماند چو امر از نظر ثانی براں مقید شد و تبیض نمود و زمانے مدید براں گشت و مسودہ فارسی
حکم نسبا منیا گرفت باز امر شد کہ فارسی نیز تمام گردد" لے

۲۴۔ رجب ۱۲۵۰ھ کو شیخ محدث لمعات التفتیح سے فارغ ہوئے۔

لمعات میں لغوی و نحوی مشکلات اور فقہی مسائل کو نہایت عمدگی سے حل کیا گیا ہے۔
علاوہ ازیں احادیث سے فقہ حنفی کی تطبیق نہایت کامیابی کے ساتھ کی گئی ہے۔ خود قرآن
ہیں کہ اس شرح کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ حضرت امام شافعیؒ اصحاب الرائے میں
سے ہیں اور حضرت امام اعظمؒ اصحاب ظواہر میں سے۔ لمعات کے شروع میں جو مقدمہ
ہے وہ نہایت جامع اور مفید ہے اور مشکوٰۃ کے متن کے ساتھ اور علیحدہ شائع کیا گیا ہے
لمعات التفتیح ابھی تک شائع نہیں ہوئی ہے۔ اس کے قلمی نسخے بانکی پورہ رامپور
حیدر آباد ایشیاٹک سوسائٹی دہلی اور علی گڑھ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

جمع احادیث الاربعین فی

جمع الاحادیث الاربعین فی ابواب علوم الدین

ابواب علوم الدین میں چالیس

ایسی احادیث جمع کی گئی

ترجمۃ الاحادیث الاربعین فی نصیحة الملوك والاسلاطین

۱۔ اشعة اللغات ج ۱۔ ص ۲ لے مولانا احمد علی محدث سہارنپوری نے مشکوٰۃ کے ساتھ شائع کیا ہے
ترجمہ شیخ المی بخش بہاری اور خواجہ محمد علی فاضل سہارنپور نے کیے تھے۔

۲۔ Catalogue of the Arabic & Persian Mss in the
Oriental Public Library - Ms No 361

۳۔ نسخہ نمبر ۱۔ فرست کتب خانہ آصفیہ۔ نسخہ نمبر ۶۶۲

۴۔ نسخہ نمبر ۵۰ AG (فرست مرتبہ مرزا اشرف علی)

۵۔ نسخہ نمبر ۱۴۱ Hand-written Catalogue of Arabic Mss in
the India Office.

۶۔ سہان الشہ کلکشن۔ ۲۹۶۱۲/۱۹

ہیں جن میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں کو ہدایات کی ہیں۔ ترجمۃ الاحادیث میں ان احادیث کا فارسی ترجمہ شاہ جہاں کے لیے کیا گیا ہے۔

جامع البرکات منتخب شرح مشکوٰۃ | یہ شرح مشکوٰۃ کا دو جلدوں میں خلاصہ
تھا۔ فرس التوالیف میں اس کے

متعلق فرماتے ہیں :

”مجموعہ آمدہ است شامل فوائد کثیرہ دعوائد عزیزہ در ہر باب یک دو متن حدیث ذکر

کردہ در دو باقی احادیث بر مضامین آن اقتصار کردہ واختصار نمودہ شدہ است“

اس کے قلمی نسخے مولوی انوار الحق مرحوم دہلوی کے کتب خانہ میں موجود تھے۔

رسالہ راقسا محدث | عربی زبان میں علم حدیث پر مفید رسالہ تھا۔ فرس التوالیف
میں شیخ محدث نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ مولوی انوار الحق

مرحوم کے کتب خانہ میں اس کا قلمی نسخہ موجود تھا۔

رسالہ مشب بركات | فارسی زبان میں تھا۔ فرس التوالیف میں اس کا ذکر نہیں
گزشتہ صدی تک اس کا قلمی نسخہ شیخ محدث کے خاندان میں

موجود تھا۔

ما ثبت بالسنة فی ایام السنة | (عربی) اس کتاب میں ماہ محرم سے لے کر ماہ ذی
الحجہ تک کے ان تمام مذہبی مناسک کا تفصیلی

ذکر ہے جو حدیث سے ثابت ہیں عاشرہ محرم کے بارے میں جو صحیح حدیثیں مروی ہیں ان
کو نقل کیا ہے اور محرم کے سلسلہ میں جو توہمات ہیں ان کی تردید کی گئی ہے۔ مثلاً یہ خیال کہ
عاشرہ کے دن سر نہ لگانے سے آنکھیں نہیں دکھتیں، یا عاشرہ کے دن غسل کرنے
والا کبھی بیمار نہیں ہوتا، لغو اور باطل ہے اس کے بعد ان تمام احادیث پر تنقید و تبصرہ کیا
گیا ہے جو حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے متعلق ہیں۔ ماہ صفر کے سلسلہ میں

اس خیال کی تردید کی ہے کہ یہ مہینہ نامسعود ہے، شعبان، رمضان، شوال، ذی الحجہ کے سلسلہ میں روزہ تراویح، عید الفطر، حج وغیرہ کے متعلق سب احادیث کو یکجا جمع کر دیا گیا ہے۔ ماہ ربیع الاول کے مذہبی مناسک کا جہاں ذکر ہے وہاں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ پر ایک مختصر نوٹ ہے۔ ربیع الثانی کی بحث میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا مختصر حال درج ہے۔

ماثبت بالسنہ کے قلمی نسخے بانکی پور، رامپور، دہلی اور حیدرآباد کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ ۱۲۵۳ھ میں یہ کتاب کلکتہ اور ۱۳۰۹ھ میں لاہور سے شائع ہوئی تھی۔ ۱۳۰۹ھ میں

سبحان بخش شکارپوری نے دہلی سے اس کو مع ترجمہ شائع کیا تھا اور اعمال مانورہ نام رکھا تھا۔ الاکمال فی اسماء الرجال کا ذکر ڈاکٹر زبیر احمد نے شیخ محدث کی عربی تصانیف حدیث کے ضمن میں کیا ہے۔ فرس التوالیف میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ اسماء الرجال پر شیخ

الاکمال فی اسماء الرجال
(اور)

اسماء الرجال والروایات
المذکورین فی کتاب المشکوۃ

کتاب المشکوۃ ہے۔ اس میں مشکوۃ کے سب راویان حدیث کے نام یکجا کر دیے گئے ہیں شروع میں خلفاء راشدین کا ایک طویل تذکرہ ہے۔ اس کے بعد اہل بیت کا حال ہے پھر راویان حدیث کے حالات حروف تنہی کی ترتیب سے لکھے گئے ہیں۔ اسماء الرجال پر ہندوستان میں عربی زبان میں اس سے قبل امام رضی الدین حسن الصفحانیؒ صاحب مشارق الانوار نے ایک کتاب در السحابہ فی بیان مواضع و فیات الصحابہ لکھی تھی۔

اسماء الرجال والروایات المذکورین فی کتاب المشکوۃ کا ایک قلمی نسخہ بانکی پور کے

۱۰ نمبر ۴۰ سہ کتابت ۱۲۹۹ھ ہے ۲۰ نمبر نسخے ۳۲۰، ۳۱۹، ۳۱۸ - ۳۱۵ نمبر ۲۷۵

۱۱ کتب خانہ آصفیہ - فهرست جلد اول - ص ۵۰-۵۱

The Contribution of India to Arabia Literature,

۵

۲۵۶

کتب خانہ میں موجود ہے۔ کتاب اب تک شائع نہیں ہوئی ہے۔

شرح سفر السعادت، مولانا محمد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس
کی تصنیف ہے۔ اس میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی

وہ احادیث جو عبادات، احوال و معاش سے متعلق ہیں جمع کی گئی ہیں۔

شیخ محدثؒ نے اس کتاب کی افادیت کے پیش نظر اس کی شرح لکھنی شروع کی
تھی لیکن ساتھ ہی ساتھ ایک اور خیال بھی ملحوظ خاطر تھا۔ مولانا فیروز آبادی بعض موقعوں
پر حد اعتدال و جادۂ انصافؒ سے باہر چلے گئے تھے۔ اس لیے شیخ محدثؒ نے ضروری سمجھا
کہ ان تمام لغزشوں کی نشان دہی کر دی جائے۔ فرماتے ہیں۔

”... ولین چوں وے دریں باب مذہب، تھاج محدثین از اصحاب ظواہر رفتہ و درسیار

از مواضع سخن در خلاف مذاہب مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم اجمیع گفتہ و ادعائے فساد و بطلان

مخالفت مدعائے خود نمودہ درمبالغہ و افراط از حد اعتدال و جادۂ انصاف بیرون رفتہ

است لازم طریقۂ انصاف و نصیحت نمودہ شرح آن کردن و حقیقت حال کشف نمودن

فہرست التالیفات میں لکھتے ہیں:

”مقصد وے (مولانا محمد الدین) دریں کتاب آنست کہ اعمال شریفہ حضرت نبویہ را از عبادات

و عادات با حدیث اثبات کردہ و تصحیح نمودہ و بردو انکار برآنچہ مخالف آن از مذاہب اربعہ

واقع شدہ تصریح کردہ است۔ پس در شرح تا یہ مذاہب اربعہ خصوصاً مذہب حنفی

و معارضہ کلام مصنف ادعائے صحت احادیث موافق مدعائے خود نمودہ رقم زد و بطلان

برخلاف آن کشیدہ است، کردہ شد۔“

شرح سفر السعادت تین حصوں پر منقسم ہے، پہلے حصہ میں مولانا فیروز آبادی کی بیان

کردہ احادیث پر محدثانہ انداز میں بحث کی گئی ہے اور ہر ایک حدیث کے اسناد و رجال کو

۱۔ شرح سفر السعادت - ص ۳۔

معلوم کیا گیا ہے۔ دوسرے حصہ میں مجتہدین پر بحث ہے خصوصیت کے ساتھ خفی مذہب کے اصولوں کی حمایت کی گئی ہے۔ یہ کتاب کا خاص حصہ ہے اور حقیقت میں سفر السعادت کی شرح لکھنے کا اصلی سبب بھی یہی ہے۔ تیسرے حصہ میں شرعی احکام کو تفصیلی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

جس وقت شیخ محدثؒ نے یہ شرح لکھنی شروع کی تھی اس وقت خیال تھا کہ شاید زندگی وفانہ کرے اور یہ کتاب نامکمل رہ جائے۔ اس لیے فرماتے ہیں:-

”وصیت می کنم فرزند عزیز نورالدین دانش و پیش نورالحق را کہ رجود ثانی و مقصود اولیٰ من است

..... ایں مہم را صورت و ہدایت

ساتھ ہی احتیاطاً سب ماخذ کی فہرست بھی دے دیتے ہیں تاکہ شیخ نورالحق کو کتابوں کی تلاش میں دقت نہ ہو۔ جو کتابیں اس شرح کے لکھتے وقت شیخ محدثؒ کے پیش نظر تھیں اُن کے نام یہ ہیں:-

(۱) تفسیر کشاف	(۲) تفسیر بیضاوی	(۳) مارک
(۴) جلالین	(۵) صحیح البخاری	(۶) کرمانی
(۷) فتح الباری	(۸) توشیح سیوطی	(۹) مشارق الانوار
(۱۰) صحیح مسلم	(۱۱) شرح امام نووی	(۱۲) موطائے امام محمدؒ
(۱۳) جامع ترمذی	(۱۴) جامع الاصول	(۱۵) جمع الجوامع سیوطی
(۱۶) شمائل النبوی	(۱۷) مشکوٰۃ	(۱۸) طبیبی
(۱۹) شرح ابن حجر	(۲۰) انوار فضل رابع مشکوٰۃ و مصابح	
(۲۱) تورپشتی	(۲۲) مشارق	(۲۳) جمع البحار

۱۰۳۳ھ میں یہ کتاب مکمل ہوئی۔ اس وقت شیخ کی عمر ۷۰ سال تھی

۱۰۳۳ھ شرح سفر السعادت - ص ۲ -

(۲۳) نہایہ جزوی	(۲۵) مختصر نہایہ سیوطی	(۲۶) مقاصد حسنہ سخاوی
(۲۷) تنزیل الشریعہ ابن عراق	(۲۸) والدہ المنتشرہ فی الاحادیث المشتملہ للسیوطی۔	
(۲۹) تمیز الطیب من الخبیث فیما یدور علی اللسان من الاحادیث لابن رجب		
(۳۰) شفاۃ قاضی عیاض (۳۱) مواہب لدنیہ	(۳۲) صواعق محرقة	
(۳۳) روضۃ الاحباب	(۳۴) سنن الہدی	(۳۵) اذکار نووی
(۳۶) عمل الیوم واللیلہ سیوطی	(۳۷) حصن حصین جزوی	(۳۸) شرح العین ابن حجر
(۳۹) مختصر السیر طبری	(۴۰) جامع الاصول	(۴۱) تقریب
(۴۲) تہذیب	(۴۳) مغنلو	(۴۴) شرح نخبۃ المصنف
(۴۵) شرح شمنی	(۴۶) الفیہ عراقی	(۴۷) شرح مصنف
(۴۸) سخاوی	(۴۹) شیخ زکریا	(۵۰) رسالہ مختصر طبیبی
(۵۱) ہدایہ	(۵۲) شرح ابن الہمام	(۵۳) شرح وقایہ
(۵۴) شرح نقایہ متمنی	(۵۵) زاد الفقہ	(۵۶) حاوی
(۵۷) رسالہ ابن ابی زید	(۵۸) شرح زکشی بر کتاب خرقی	(۵۹) قرۃ شاہی
(۶۰) آفتان سیوطی	(۶۱) جوزہ جزویہ	(۶۲) قاموس
(۶۳) مہذب	(۶۴) مغرب	

اس طویل فہرست کے باوجود لکھتے ہیں:-

”بجز ایں مذکورات بعضے کتب و رسائل نیز شاید کہ در بعضے بنظر آیدہ باشد“

شرح سفر السعادت، ۱۲۵۲ھ میں کلکتہ سے ۱۸۴۵ء اور ۱۸۸۵ء میں لکھنؤ سے

شائع ہوئی تھی، قلمی نسخے انڈیا آفس، حیدرآباد، ایشیاٹک سوسائٹی، کلکتہ، مدرسہ، پیشاور

۱۰ شرح سفر السعادت ص ۴۔ ۵ نمبر ۵۔ ۳ نمبر ۲۸، ۲۹ نمبر ۵۴ نمبر ۱۰۰۲

۵ نمبر ۱۱۔ ۵ نمبر ۳۱۹۔

اور بانگی پور کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ بانگی پور کا نسخہ مصنف کے دست خاص کا لکھا ہوا ہے۔ اس کے خاتمہ پر یہ عبارت ہے :

”ثم انه كان تسويد هذا الكتاب بين الصلواتين من يوم الاثنين
الرابع والعشرين من شهر جمادى الاولى سنة ست عشر واثنتي
لله ثم تمت انتساخ هذه النسخة ومقابلتها على يد مولفها الفقير الى الله
عبد الحق بن سيف الدين بن سعد الله سحرة يوم الثلاثاء السابعة والعشرين
من جمادى الاخرى سنة ثلث وثلاثين من هجرة سيد الاولين و
الآخرين“ ۱۵

انڈیا آفس کا نسخہ خود مصنف کا تصحیح کیا ہے۔ حیدرآباد کا نسخہ ۱۰۸۶ھ کا ہے۔ ایشیاٹک
سوسائٹی کا نسخہ ۱۰۸۶ھ کا۔ کلکتہ رسد کا ۱۱۹۲ھ کا۔

مرزا مظہر جان جاناں کے پاس شرح سفر السعادت کا ایک ایسا نسخہ تھا جو مصنف
کے درس میں رہ چکا تھا۔ مرزا صاحب کو یہ نسخہ بہت عزیز تھا۔ ایک دوست فرید الدین
خاں نے عاریتاً مانگا تو بھیج دیا لیکن ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا :

”نسخہ شرح سفر السعادت موجود است اما میان ما و شما وعدہ آن نمود، ہر گاہ شما طلبید یہ
مستحق ترے از شما کیسرت، آنرا ہم حوالہ محمد عظیم کر دیم۔ ایں نسخہ از درس مصنف گذشتہ و
حاشی بہ دست مصنف وارد و خط شیخ عبد الحق راجی شناسم، قدر آنرا بدانیید، و بآب قلم
نگاہ دارید چنانچہ بہت“ ۱۶

اس کتاب میں ان تمام احادیث کو جمع کیا گیا ہے
تحقیق الاشارة فی تعمیم البشارة جن میں کسی نہ کسی بزرگ کو جنت کی بشارت دی گئی

ہے۔ اس کا قلمی نسخہ دہلی کے ایک کتب خانہ میں موجود ہے۔

ترجمہ مکتوب النبی الاہل

فی تعزیتہ ولد معاذ بن جبل

رسول مستبول صلی اللہ علیہ وسلم کے
ایک مکتوب کا ترجمہ ہے جو حضورؐ
معاذ بن جبل کے نام لکھا تھا کتاب

المکاتیب والرسائل میں یہ دو صفحہ کا ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔

Contribution of India to Arabic Literature

p. 256

۵۷ ص ۲۸۸-۲۸۶

باب چہارم

عقائد

عقائد پر شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی کتاب تکمیل الایمان وتقویۃ الایمان کو بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ اس کتاب میں شیخ نے عقائد اسلام اور قواعد ملت کو ”بر طریق سنیہ اہل سنت وجماعت“ نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے۔ وجہ تصنیف اس طرح بیان فرماتے ہیں:

”نوشتہ آنرا برائے ہر مومن طالب و طالب صادق و اقتضایا کر دم دروے بر اثبات مذہب حق و بیان قول صحیح و تعرض نکردم بذکر مذاہب زائغہ و ایراد و اقوال باطلہ و نفی براہ بحث و جدال و طریقہ قبیل قال و تجرید کردم از دلائل کلامیہ و تدقیقات فلسفیہ تا طالب را در ورطہ حیرت و تذبذب نیفلکند“ ۱۷

ویسے تو یہ کتاب کل ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ لیکن مضامین کے تنوع اور جامعیت کے اعتبار سے بہت بلند پایہ ہے۔ ایمان کی نوعیت، جبر و اختیار، عذاب قبر، بعثت، معراج، شفاعت، جنت و دوزخ، توبہ، استمداد از قبور، معجزات، اہل بیت وغیرہ وغیرہ عنوانات پر صحیح مذہبی نقطہ نظر کو نہایت وضاحت اور صفائی سے پیش کیا ہے۔ کتاب حجم میں کم ہے، لیکن افادیت میں بہت زیادہ ہے۔

تکمیل الایمان اپنے موضوع پر بہت جامع کتاب ہے، حجم میں مختصر اور سلیجی ہوئی زبان میں ہونے کی وجہ سے اس کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ اور متعدد بار طبع ہوئی۔ ۱۸۴۳ء میں میر علی نے اس کا اردو ترجمہ سیل الجنان کے نام سے کانپور سے شائع کیا تھا۔ ۱۸۸۱ء میں

دوسرا ایڈیشن طبع ہوا۔

تکمیل الایمان کے قلمی نسخے برٹش میوزیم، حیدرآباد، انڈیا آفس، ایشیاٹک سوسائٹی
بوڈلین لائبریری، ہانکی پور وغیرہ میں موجود ہیں۔ ہانکی پور میں ایک ایسا نسخہ بھی موجود ہے جس
کی تصحیح خود مصنف نے کی ہے۔

۱۳۳۶ء ۵۲

(Rieu) ۸۲۷ ۵۱

۱۸۹۱ء ۵۲ (مرزا اشرف)

(Etbe) ۲۵۸۲-۵۱ ۵۲

۱۷۸۲ء ۵۶

(Etbe) ۱۷۸۹ ۵۵

باب (۵) پنجم فہرست

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی مندرجہ ذیل تصانیف اس عنوان کے ماتحت آتی ہیں:

(۱) فتح المنان فی تائید النعمان (۲) الفوائد

(۳) ہدایت الناسک الی طریق المناسک

فتح المنان فی تائید النعمان (عربی) فقہ حنفی کی تائید میں ہے۔ شیخ محدثؒ نے احادیث کو مختلف عنوانات کے ماتحت جمع کیا ہے۔ پھر چاروں ائمہ کے منضبط کیے ہوئے مسائل بیان کیے ہیں۔ آخر میں محاکمہ کیا ہے، ائمہ کے مآخذ اور منشاء پر بحث کی ہے اور امام اعظمؒ کے مآخذ کو دیگر مآخذ پر ترجیح دی ہے۔

فتح المنان فی تائید مذہب النعمان کا قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے
شیخ محدثؒ کا ایک رسالہ الفوائد بھی فقہ اور عقائد سے متعلق ہے، اس کا قلمی نسخہ کتب خانہ
بائلی پور میں موجود ہے۔

ہدایت الناسک الی طریق للناسک میں زیارت حرمین اور اعمال حج سے بحث کی گئی ہے
فہرست التالیف میں اس کے متعلق فرماتے ہیں،

”رسالہ ایست مضبوط منقح کہ زبدۃ مناسک حج و آداب زیارت بہجت سالکان

ایں راہ وقاہ بیان این درگاہ ذکر کردہ شد“

۱۔ نمبر ۱۳۲۰ (فن کلام نمبری ۷۶) کیوریٹر کتب خانہ آصفیہ سے کتاب کے متعلق تفصیلات دریافت کر لے پر
معلوم ہوا کہ کتاب میں نہ تو عنوانات کی فہرست ہے اور نہ سنہ کتابت ۵۸۳ نمبر ۲۴۸ (المفتاح الکونز)

باب ششم

تَصَوُّف

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے تصوف پر جو پیش بہا ذخیرہ چھوڑا ہے، اس کی فہرست یہ ہے:

- (۱) تنبیہ العارف بما وقع فی العوارف
- (۲) تحصیل التعرف فی معرفة الفقه والتصوف
- (۳) شرح فتوح الغیب
- (۴) ترجمہ غنیۃ الطالبین
- (۵) انتخاب المثنوی المولوی للمعنوی
- (۶) توصیل المرید الی المراد بہ بیان الاحزاب والاوراد
- (۷) مرج البحرين فی الجمع بین الطریقتین
- (۸) نکات الحق والحقیقة من باب معارف الطریقة
- (۹) جواب بعض کلمات شیخ احمد سرہندی
- (۱۰) رسالہ وجودیہ

تنبیہ العارف بما وقع فی العوارف (دعویٰ) | یہ کتاب حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے ایک ارشاد کی تائید اور حضرت

شیخ شہاب الدین سروردیؒ کے اس پر اعتراض کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا تھا:

قد می ہذا علی رقبۃ کل ولی اللہ میرا قدم ہر ایک ولی اللہ کی گردن پر ہے

شیخ سہروردی نے عوارف المعارف میں اس پر اعتراض کیا ہے اور لکھا ہے کہ حضرت
 شیخ کا یہ فرمانا بہ حالت سُکر تھا۔ شیخ عبدالحقؒ نے اس کا جواب دیا ہے اور کہا ہے کہ اُن کا
 ایسا فرمانا بہ حالت صحو تھا اور انہوں نے بحکم الہی مامور ہو کر یہ فرمایا تھا۔ اس رسالہ کا قلمی نسخہ رامپور
 کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ فہرست میں نام یہ دیا ہوا ہے

”الرسالۃ فی بیان قول قدمی ہذا علی رقبۃ کل ولی اللہ“ ۱۷

تحصیل المعارف فی معرفۃ الفقہ والتصوف (عربی) فقہ اور تصوف یا شریعت اور
 طریقت میں تطبیق کی کوشش شیخ

محدثؒ کا ایک زبردست علمی کارنامہ ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے اسی قسم کی کوشش
 کی ہے۔ اس کتاب کا قلمی نسخہ مولوی الوارث حقؒ کے کتب خانہ میں موجود تھا یہ

شرح فتوح الغیب، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے اٹھتر وعظوں کا مجموعہ
 ہے۔ ان کی فصاحت، بلاغت اور تاثیر کا اعتراف انگلستان کے

مشہور مستشرق مارکو لیتھ نے بھی کیا ہے۔ اس میں مذہبی مسائل کو قرآن و حدیث کی روشنی
 میں تصوف کی چاشنی سے کر اس انداز سے بیان کیا گیا ہے کہ پڑھنے والا متاثر ہوئے بغیر
 نہیں رہ سکتا۔ شیخ محدثؒ کا تو یہ خیال ہے کہ —

”در تحقیق مقالات دین و کمالات اہل یقین موافق لسان رسالت و زبان نبوت است

چنانکہ شان معارف صدیقان است فرمودہ اند“ ۱۸

۱۷ نمبر ۳۳۹۔ اے اخبار الاخیار میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا ذکر کرتے ہوئے شیخ محدثؒ
 نے حضرت غوث الاعظمؒ کے اس ارشاد کو پھر دہرایا ہے (ص ۱۰) میرے خیال میں شیخ محدثؒ نے ہندوستان کے
 مشائخ اور علماء کے سلسلہ میں ان کا ذکر بھی اسی عقیدہ کے ماتحت کیا ہے۔

۱۸ مرآۃ الحق ص ۵۰ ۱۹ ۳۳۳ میں مصرعے شائع ہوئی۔

Ency of Islam Vol I p. 4142

۲۰ ملاحظہ ہو

۲۱ فہرست التالیفات (قلمی)

شیخ محدثؒ نے اس کی شرح نہایت ہی عالمانہ انداز میں لکھی ہے۔ مشرح لکھنے کی دانتی
بھی بڑی دلچسپ ہے۔ شیخ محدثؒ نے یہ کتاب شیخ عبدالوہاب متقیؒ کے پاس دیکھی تھی۔ بلکہ شیخ
متقیؒ نے فرمایا تھا۔

”ایں را حاصل کنید و دست دراز ز نید و براں با شید و ہر قدر کہ توانید براں عمل کنید

و بدانید و آگاہ باشید کہ طریقہ حضرات قادریہ در راہ روشن ایں سلسلہ علیہ اینست“ ۱۷

مکہ معظمہ میں شیخ محدثؒ کو فتوح الغیب کا کوئی نسخہ دستیاب نہ ہو سکا۔ ہندوستان آئے
تو قادریہ سلسلہ کے ایک بزرگ نے اس کا نسخہ عنایت فرمایا شیخ محدثؒ نے استاد کی ہدایت
کے مطابق اس کو کافی غور سے پڑھا۔ فرماتے ہیں :

”بوصیت شیخ ذکرہ السد باخیر آنرا گرفتیم و بخواندم و درہ ساختیم“ ۱۸

اس کے بعد حضرت شاہ ابوالمعالی قادریؒ نے ترجمہ کرنے اور شرح لکھنے کا حکم دیا اور

فرمایا —

”ہمہ کار ہا گذاشتہ ایں کار باید گردید“ ۱۹

لیکن شیخ محدثؒ کو اس کام کے کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ لاہور گئے، وہاں
بیس روز تک شاہ ابوالمعالیؒ کی خدمت میں رہنا ہوا۔ شاہ صاحب کی صحبت میں رہ کر
اس کام کو انجام دینے کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ لکھتے ہیں :-

”ناگاہ حال دیگر گشت و ہمت در کار شد و فتح باب روئے نمود و بیم از دل ما رفتہ امید

بہم رسید و ہمیت فروشتہ اُنسے پیدا آمد“ ۲۰

۱۰۲۳ھ میں اس شرح کی تکمیل ہوئی۔ مفتاح فتوح تاریخی نام رکھا گیا۔ خاتمہ پر ایک باغی
لکھی ہے ۲۱

اس شرح کہ مفتاح فتوح الغیب است از غیب است ایں ازاں بری از غیب است

۱۷ تا ۱۸ شرح فتوح الغیب ص ۴۲۱۔

مفتاح فتوح نام و تاریخ افتاد در خاطر آن کہ منظر لاریب است
 شیخ محدث کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے جو بے پناہ عقیدت تھی اس کا اظہار
 اس کتاب میں عجیب طریقہ سے ہوا ہے۔ شیخؒ نے اس شرح کے شروع میں اپنا مقدمہ یا
 نام نہیں لکھا۔ اور یہ اس لیے کہ شیخ جیلانیؒ کی تصنیف کے شروع میں انہوں نے اپنی
 طرف سے کچھ لکھنا سورا دہ خیال کیا۔

”ذکر نام اس حقیر خود چہ صدو محالی کہ دریں مقام توں برد“ ۱
 کتاب کے خاتمہ پر شارح نے ایک مختصر سائوٹ لکھا ہے اور فتوح الغیب کے
 متعلق اپنی یہ رائے ظاہر کی ہے۔

”انچہ دریں کتاب ازاں مودع است ہمہ بیان کتاب سنت است“ ۲
 شیخ محدث کی یہ شرح متن کے ساتھ ۱۲۸۳ھ میں لاہور سے شائع ہوئی تھی۔ ۱۲۹۸ھ
 میں مطبع نول کشور لکھنؤ سے شائع ہوئی۔ قلمی نسخے بانکپور، ایشیاٹک سوسائٹی بنگال
 حیدرآباد اور یورپ کے متعدد کتب خانوں میں موجود ہیں۔

غنیۃ الطالبین، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی تصنیف ہے۔ اس
 ترجمہ غنیۃ الطالبین میں مختلف دینی مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ منجملہ دیگر مباحث

کے تہتر اسلامی فرقوں کی تفصیل بہت دلچسپ ہے۔ شیخ محدثؒ نے فارسی میں اس کا ترجمہ
 کیا تھا جواب دستیاب نہیں ہوتا۔ مولوی عبدالحی فرنگی علیؒ نے اپنی بعض تصانیف میں اس
 ترجمہ کا حوالہ دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ترجمہ ان کے پیش نظر تھا۔ ۳

۱ شرح فتوح الغیب ص ۲۲۳ ۲ شرح فتوح الغیب ص ۲۲۰

۳ نمبر ۱۳۸۶۔ ۴ فہرست مرتبہ مرزا اشرف علی (ص ۶۰) نمبر

۵ اصفیہ کتب خانہ۔ فہرست جلد اول۔ ص ۲۸۰

۶ مصر ۱۲۸۸ھ

۷ ملاحظہ ہو مرآۃ المحتائق۔ ص ۱۲۵

انتخاب المثنوی المولوی المعنوی | فرس التوالیف میں شیخ محدثؒ نے اس تصنیف کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس کی دو ہزار تین سو سطر ہیں یہ کتاب اب موجود نہیں۔

توحید المريد الى المراد به بيان الاحزاب الاقوال | فارسی زبان میں ہے۔ فرس التوالیف میں اس کے مباحث کے متعلق فرماتے ہیں۔

”در بیان علوم وقواعد متعلقہ باوراد و ادعیہ و احزاب و توفیق میان مذہب محدثین و

مشائخ کہ در تصحیح و تضعیف بعضی اعمال دریں باب اختلاف دارند“

۱۲۹۹ھ میں یہ رسالہ مطبع مفید عام آگرہ سے طبع ہوا تھا

مرج البحرین فی الجمع بین الطریقین | خود شیخ محدثؒ اس کتاب کا تعارف اس طرح کرتے ہیں۔

ایں رسالہ ایست مسلمی بہ مرج البحرین و جامع الطریقین جامع طریقہ فقہ و تصوف

و شریعت و طریقت و ظاہر و باطن و صورت و معنی و تشر و لب و علم و حال و

محو و سکر و مذہب و مشرب و عقل و عشق و اگر آرا صراط مستقیم و طریق قویم نام

کنند جائز باشد و دین خالص و سبیل سلم لقبش نہند و ابا خد و دعوت حق

و منہج رشاد گویند و درست افتد و میزان عدل و دستور العمل گردانند راست آید

اس کتاب کی تصنیف سے شیخ محدثؒ کا مقصد یہ تھا کہ ”فقیہ محب مستشرق احوال و صوفی

محقق مقید باعمال ہو۔

کتاب تیرہ وصال پر مشتمل ہے۔ مباحث یہ ہیں۔

وصال اول : محبت دنیا و مافیہا۔

۱۷ مرج البحرین - ص ۳۰

وصال دوم: اختلافات اُمت محمدیہ اور ترویج علوم فلسفہ

وصال سوم: فلسفیات کے حرام جاننے اور مباحثات سے پرہیز کر لے کے بیان میں۔

وصال چہارم: عقل و علم و ذکر و فکر

وصال پنجم: صحت عقل

وصال ششم: مذمت عقل ظاہر۔

وصال ہفتم: خدا کے تعالیٰ کو چشم بصیرت سے دیکھنے کے بیان میں

وصال ہشتم: عقل کو نقل کے ساتھ کچھ علاقہ نہ ہونے کے بیان میں۔

وصال نہم: تطابق شریعت و طریقت

وصال دہم: ہفوات اولیاء۔ وصال یازدہم: حکایات صوفیہ صافیہ

وصال دوازدہم: فقراء کے بے سرو سامان رہنے کے بیان میں۔

وصال سیزدہم: خلاصہ مضامین کتاب قواعد الطریقۃ فی الجمع بین الشریعۃ والحقیقۃ

آخری باب حضرت شیخ سید احمد مغربی کی مشہور تصنیف کا ترجمہ اور خلاصہ ہے۔

مرج البحرین ۱۲۹۵ھ میں مطبع عبد الرحمن سے اور ۱۳۰۲ھ میں مطبع محمدی کلکتہ سے شائع

ہوئی تھی ۱۳۱۲ھ میں مطبع نامی لکھنؤ سے اس کا ترجمہ شائع ہوا تھا۔ اردو ترجمہ مولوی غوث محمد

فرخ آبادی نے کیا تھا اور وصال السعدین نام رکھا تھا۔ مولوی شیخ عبدالقادر صدیقی نے اس

کی شرح فارسی زبان میں شرح البحرین کے نام سے کی تھی، اس کا قلمی نسخہ آصفیہ کتب خانہ میں

موجود ہے (جلداول ص ۴۴۶) بانگی پور کے کتب خانہ میں اس کا ایک ایسا قلمی نسخہ موجود ہے

جس کی تصحیح خود حضرت شیخ نے فرمائی ہے۔

مرج البحرین گو مختصر کتاب ہے لیکن افادیت میں بڑی بیش بہا ہے۔ شیخ محدثؒ نے

شرعیات و طریقت، تصوف اور فقہ، علم اور عقل پر نہایت ہی دلنشین انداز میں بحث کی

ہے۔ قرآن پاک، احادیث نبوی، اور کتب تصوف کے بے شمار حوالے درج ہیں۔ مضمون کی

خشکی کو شیخ محدثؒ نے اپنے شگفتہ انداز بیان اور فارسی اشعار کے بر محل استعمال سے حیرت انگیز حد تک دور کر دیا ہے۔

نگات الحق والحققة من بامعنا الطریقین | فارسی میں تصوف کے مختلف مسائل پر بحث کی گئی ہے ۱۸۹۱ء میں مولوی

سید محمد یوسف مراد آبادی نے مطبع احتشامیہ مراد آباد سے شائع کیا تھا۔ اردو ترجمہ لطائف الحق کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

جواب بعض کلمات شیخ احمد سرہند | یہ رسالہ نایاب تھا اور اب تک طبع نہیں ہوا تھا، اس لیے ضمیمہ میں اس کو شائع کیا

جا رہا ہے۔

رسالہ مولوی انوار الحق حق دہلوی کے کتب خانہ میں موجود تھا۔ مرآة الحقائق میں اس کا ذکر کیا گیا ہے یہ

رسالہ موجود ہے

باب (۷) مفتاح اخلاق

شیخ محدثؒ کی مندرجہ ذیل تصانیف اس عنوان کے ماتحت آتی ہیں :-

(۱) آداب الصالحین

(۲) آداب اللباس

(۳) آداب المطالعة والمناظرة

(۴) تسلیۃ المصاب لنیل الاجر والثواب

علم اخلاق علماء اسلام کا محبوب موضوع رہا ہے، اور اس پر پیش بہا تصانیف جو ہیں آتی ہیں۔ حضرت امام غزالیؒ نے اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ اب تک عزت و وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اس میدان میں امام غزالیؒ ہی سے روشنی حاصل کی ہے۔

اسلامی معاشرت اور آداب و اخلاق پر زور دینے اور لکھنے کی ضرورت اکثر ایسے موقعوں پر پیش آتی ہے جب کسی نئی تہذیب یا طرز فکر کا اثر اسلامی سوسائٹی کا شیرازہ منتشر کر رہا ہو۔ امام غزالیؒ کے زمانہ میں یونانی افکار اور طرز معاشرت سے مسلمانوں کی زندگی بہت متاثر ہو رہی تھی۔ چنانچہ حضرت امامؒ نے اپنی عظیم الشان تصنیف احیاء العلوم سے اس طوفان کو روکا۔

شیخ محدثؒ کے زمانہ میں اسلامی طرز معاشرت پر سخت وقت آگیا تھا اور ہر چیز پر سخت تنقید کی جا رہی تھی۔ ان حالات میں شیخ محدثؒ نے ضروری سمجھا کہ اسلامی اصول زندگی کو پوری

طرح پیش کر دیا جائے۔

آداب الصالحین | حضرت امام غزالیؒ کی مشہور عالم تصنیف اجیار العلوم کے چند ابواب کا فارسی خلاصہ ہے۔ شائع ہو چکی ہے ۱۲۶۳ھ میں نواب

قطب الدین خاں دہلوی نے اس کا اردو ترجمہ مادی الناطرین کے نام سے شائع کیا تھا۔ ۱۲۹۰ھ

میں اردو ترجمہ دوسری بار شائع ہوا۔ مولانا عبدالغزیزمین کے ذریعہ آداب الصالحین کا ایک ایسا قلمی نسخہ دیکھنے کو ملا تھا جس کی تصحیح حضرت شیخؒ نے خود اپنے دست مبارک سے کی تھی۔

آداب اللباس | اس رسالہ میں شیخ محدثؒ نے لباس میں اتباع سنت کی ہدایت کی ہے۔ مکروہ و مہنوع لباس کی تفصیل بتائی ہے۔ اس رسالہ کے قلمی نسخے

بانکی پور، برٹش میوزیم، برلن اور دیگر کتب خانوں میں موجود ہیں۔ عرصہ ہوا اردو ترجمہ کے ساتھ یہ رسالہ طبع ہوا تھا۔ (۱)

آداب المطالقات المناظر | یہ شہنوی شیخ محدثؒ نے آداب گفتگو اور آداب مناظرہ کے متعلق ایام طالب علمی میں لکھی تھی۔ ممکن ہے کہ دربار

اکبری کے ماحول سے متاثر ہو کر لکھی ہو۔ اکبر کے عبادت خانہ میں علماء سور نے گفتگو و مناظرہ کا جو انداز اختیار کیا تھا، اس سے ہر دیندار عالم کا دل مجروح ہو چکا تھا۔ یہ شہنوی اب دستیاب نہیں ہوئی۔

تسلینا لمصاب للنیل لاجرا الثواب | اس رسالہ میں مصیبت کے وقت صبر کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ فرس التوالیف میں اس کے متعلق

لکھتے ہیں :-

”در بیان صبر بر مصائب و بلا یا و تنبیه بر وجود نعم خفایا و تحقیق معنی اجابت و منع در دعا و سلوک طریق رضا و تسلیم در ورود احکام ارادیہ قریہ و طب و تداب الہی بترک طلب سوال با اختلاف اوقات احوال“

باب مشتم اعمال واوراد

اس عنوان کے ماتحت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی مندرجہ ذیل تصانیف آتی ہیں:

- (۱) اجوبتنا الاثنا عشر فی توجیہ الصلوٰۃ علی سید البشر
- (۲) ترغیب اہل السعادات علی تکیث الصلوٰۃ علی سید الکائنات
- (۳) رسالہ عقد انا مل
- (۴) رسالہ وظائف

(۵) مطلب الاعلیٰ فی شرح اسماء اللہ الحسنى

کے متعلق خود شیخ محدث کا
اجوبتنا الاثنا عشر فی توجیہ الصلوٰۃ علی سید البشر بیان ہے :-

”رسالہ تحت توجیہات التخیبہ الواقع فی الصلوٰۃ علی النبی الکریم
اللہم صلی علی محمد و آل محمد کما صلیت علی ابراہیم و آل ابراہیم
جمعہا فی مجلس واحد من وقت السحر الی طلوع ذکاء مع ما وقع فی
البین من الصلوٰۃ والورد والدعاء“

اس کا ایک قلمی نسخہ مولوی انوار الحق دہلوی کے کتب خانہ میں ۱۹۰۲ء تک موجود تھا۔

فارسی زبان میں

ترغیب اہل السعادات علی تکیث الصلوٰۃ علی سید الکائنات درود شریف کی

فضیلت پر ایک مختصر رسالہ ہے۔ ہانکی پور کے کتب خانہ میں ایک رسالہ فضیلت صلوٰۃ نامی موجود ہے۔ غالباً یہ ترغیب اہل السعادات والے رسالہ ہی کا مختصر نام ہے۔ اس کے شروع میں شیخ فرماتے ہیں :-

”بدانکہ فوائد صلوٰۃ نبویہ علیہ اکمل الصلوٰۃ والتجہ از حد احصا متجاوز است“

(فارسی) انگلیوں پر اوراد کا شمار کرنے کے متعلق ہے۔ شیخ نے

رسالہ عقدا نامل | فرس التوالیف میں اس کا ذکر نہیں کیا۔ مولوی انوار الحق حق

کے کتب خانہ میں اس کا ایک قلمی نسخہ موجود تھا۔ رسالہ وظائف کا ذکر بھی شیخ نے اپنی فہرست میں نہیں کیا ہے۔ لیکن اس کا قلمی نسخہ ان کے خاندان کے لوگوں کے پاس موجود ہے۔

اس رسالہ میں اسماء الہی کے خواص

مطلب الاعلیٰ فی شرح اسماء اللہ الحسنی | بیان کیے ہیں۔ یہ رسالہ اور اس کا اردو

ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ اردو ترجمہ مولوی قطب الدین صاحب نے محرم ۱۲۶۹ء میں مطبع مصطفائی لکھنؤ سے شائع کیا تھا۔

۱۲۸۵ نمبر

۲۵ مرآۃ الحقائق - ص ۵۵

۳۵ مرآۃ الحقائق -

باب (۹) نم فلسفہ اور منطق

شیخ محدثؒ نے منطق و فلسفہ پر تین کتابیں عربی زبان میں تصنیف فرمائی ہیں۔

- (۱) بنا المرفوع فی ترصیص مباحث الموضوع
- (۲) درة البہیہ فی اختصار الرسائل الشمسیہ

(۳) شرح شمسیہ

درة البہیہ کا قلمی نسخہ برٹش میوزیم کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

باب دوم تاریخ

تاریخ پر شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تصانیف یہ ہیں :-

(۱) جذب القلوب الی حیار المحبوب

(۲) ذکر ملوک

(۳) رسالہ نورانیہ سلطانیہ

جذب القلوب الی یار المحبوب (فارسی) مدینہ منورہ کی تاریخ ہے۔ اس کی تصنیف و تالیف میں شیخ محدث نے زیادہ تر سید نور الدین علی

کی کتاب وفاء الوفا باخبار دارالمصطفیٰ سے مدد لی ہے۔ کتاب مندرجہ ذیل سترہ ابواب پر مشتمل ہے۔

(۱) اسماء ایں بلدہ عظیم۔

(۲) در ذکر فضائل و محامد وے کہ ہر حادثہ و آثار بہ ثبوت رسیدہ

(۳) در اخبار مکان این بقعہ کرامت نشان در قدیم الزماں

(۴) در انبغات باعثہ قدوم سید الکائنات بدیں بلدہ

(۵) در ہجرت نمودن سید المرسلین۔

(۶) در کیفیت عمارت مسجد نبوی

(۷) در بیان تغیرات و زیارتہا کہ در مسجد شریف بعد از حضرت راہ یافتہ۔

(۸) در فضائل مسجد شریف و روضہ آنحضرتؐ

(۹) در ذکر عمارت مسجد قبا و بیان سائر مناجات نبوی

(۱۰) در ذکر بعض آثار متبرکہ کہ بشرط حضور فائض النور مشہور اند۔

(۱۱) در ذکر بعض اماکن شریفہ کہ در ما بین مکہ و مدینہ مشہور و معروف اند۔

(۱۲) فضائل مقبرہ شریفہ۔

(۱۳) فضائل جبل احد و شہداء

(۱۴) فضائل زیارت حضرت سید الانام

(۱۵) در حکم زیارت قبر شریف۔

(۱۶) در آداب زیارت حضرت سید الانام و اقامت در آن عالی مقام

(۱۷) فضائل و آداب صلوٰۃ برسید کائنات

شیخ محدث نے مدینہ منورہ میں اس کتاب کو شروع کیا تھا۔ دہلی میں مکمل کیا۔ خود لکھے

ہیں :

”واہذا کے تسوید میں حروف در سنہ ثمان و تسعین و تسعمائے در مدینہ منورہ بودہ و توفیق

تبیض آن در سنہ احدی و الف در بلدہ دہلی یافتہ“ ۱۷

گو اس کتاب کا بیشتر مواد سید نور الدین علی کی کتاب سے ماخوذ ہے لیکن پھر بھی

شیخ نے اپنے مخصوص انداز تحریر سے اس میں ایک شگفتگی اور تازگی پیدا کر دی ہو۔

مدینہ منورہ سے جو والہانہ تعلق ان کی ذات کو تھا اس کا اظہار اس کے حرف حق

سے ہوتا ہے۔ کتاب کو ان اشعار سے شروع کرتے ہیں۔

صد شکر کہ از تشنگی غم رستم چوں قطره بدریائے کرم پیوستم
برشتی توفیق ازل بنشستم و ز زمزم قدس چہرہ دل شستم

۱۷ مذب القلوب۔ ص ۶۔

جب مدینہ النبی کی تاریخ کے خاتمہ پر پہنچے ہیں تو جذبات عقیدت میں ایک تلاطم
سایا ہونے لگتا ہے اور درود کی کثرت کا یہ عالم ہو جاتا ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ
وسلم کے جسم مبارک کے ہر ہر حصہ پر درود بھیجتے ہیں۔

جذب القلوب میں ایک جگہ دہلی کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

”اصل حسن و زیبائی کہ دریں شہر شریف (مدینہ) است در پچ شہرے مشاہدہ
نمی افتد و مسموع نمی گردد، مگر در بعض جا کہ شہ از اشعہ لمعات و آثار برکات اس بقعہ شریفہ
دراں پروانہ داخستہ باشد، چنانکہ در بلدہ دہلی و امثال آن کہ بعضی از خادماں اس درگاہ
و خاکساماں اس راہ در آنجا خفتہ اند“ لہ

جذب القلوب کو بڑی شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔ کلکتہ، لکھنؤ اور دہلی سے
متعدد بار طبع ہو چکی ہے۔ سب سے قدیم مطبوعہ نسخہ ۱۲۶۳ھ مطابق ۱۸۴۶ء کا ہے ”مطبع
انڈیان سن واقعہ بلدہ کلکتہ“ میں ٹائپ میں چھپا تھا۔ اور کئی قلمی نسخوں سے مقابلہ کرنے کے
بعد چھپا گیا تھا۔ ایڈیٹر کا کہنا ہے۔ ہر قدر حمد کہ درج تصحیح ممکن شد بعمل آمد۔ لیکن پھر بھی کچھ
غلطیاں رہ گئی ہیں۔

جذب القلوب کا اردو ترجمہ تاریخ مدینہ کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

بانکی پور میں جذب القلوب کا ایک ایسا قلمی نسخہ ہے جو مصنف کی وفات سے
چار سال قبل یعنی ۹ صفر ۱۲۴۸ھ میں نقل کیا گیا ہے۔ یہ کیمبرج یونیورسٹی کے کتب خانہ میں بھی
اس کا ایک اچھا قلمی نسخہ موجود ہے۔

ذکر مملوک | اسلامی ہند کی ابتداء سے اپنے زمانہ تک کے حالات شیخ محدث نے اس تاریخ

۱۔ جذب القلوب - ص ۶
۲۔ غانی خاں کو یہ کتاب اس وجہ سے پسند تھی کہ ”دراں ذکر حضرت
الحظ ظاہرین و ظلم و تعدی مخالفین باظهار کمال حسن عقیدت نمودہ“ (منتخب اللہاب ص ۲۴۰)
۳۔ نمبر ۶۳۳ جلد ہفتم
۴۔ فہرست مرتبہ براؤن - ص ۳۵۵

میں لکھے ہیں۔ لودھی خاندان سے قبل کے حالات کے لیے اُن کا ماخذ طبقات ناصری، تاریخ فیروز شاہی اور تاریخ بہادر شاہی ہیں۔ اس کے بعد جو کچھ لکھا ہے وہ یا تو ذاتی مشاہدہ پر مبنی ہے یا بزرگوں سے سنا ہے۔ کتاب کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے :

”اللهم مالك الملك تؤتي الملك من تشاء وتنزع الملك ممن تشاء وتعزّز

من تشاء وتذل من تشاء بيدك الخير انك على كل شيء قدير“

دیباچہ کے اختتام پر یہ شعر ہے۔

مقصود اہل ذوق ذکر گزشتگان

تنبیہ عبرت است چہ مسکین چہ بادشاہ

کتاب کی ابتدائی عبارت اور اس دیباچہ کا آخری شعر نہایت اہم اور پر معنی ہے۔ ان دونوں کو اگر شیخ محدثؒ کے اس خط کے ساتھ پڑھا جائے جو انہوں نے اکبر کی وفات پر لکھا تھا تو اس زمانہ میں ان کی ذہنی کیفیات اور محرکات کا پورا اندازہ ہو جاتا ہے۔ شیخ محدثؒ نے یہ تاریخ اکبر کے چالیسویں سنہ جلوس میں ختم کر لی تھی۔ آخری باب میں فرماتے ہیں :

واذا دل جلوسنا الآن کہ از مدت سلطنت عظمی و دولت کبریٰ این شہنشاہ عالی نژاد

عالم مدار اقاہم ستاں زیادہ بر چہل سال رقتہ است“

یعنی سنہ ۹۷۴ھ میں لیکن اس کے بعد بھی کتاب میں اضافہ کرتے رہے۔ آخری باب میں انہوں نے اپنے اس ارادہ کا اظہار اس طرح کیا تھا۔

”و تفصیل احوال فتوحات و جہالستانی و قواعد و ضوابط و روابط عالمگیری در وفات“

لہ اکبر کے جاہ و جلال، شان و شوکت، فراوانی دولت اور فتوحات کا ذکر کرنے کے بعد نہایت حسرت سے یہ دعا کرتے ہیں کہ ”کیا ہی اچھا ہو کہ شہنشاہ شریعت اسلامیہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قائم کر سکے۔ اے رب العالمین میری اس دعا کو قبول فرما!

(ملاحظہ ہو تاریخ حق)

و مجلدات ننگد، اگر مدت عمر سختی پیدا کردہ و توفیق و تائید پروردگار دستگیری کرد حسب
الطاف صرف ہمت نمودہ بتقصیر راضی نشدہ خواہد بود۔

اُن کو اتنی فرصت تو نہ ملی کہ کوئی تفصیلی اضافہ اس تصنیف میں کر سکتے، لیکن پھر بھی بعض
واقعات کو اس میں درج کر دیا۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ شاہ کے بعد کے تمام واقعات
کا احاطہ کسی اور شخص کا کیا ہوا ہے۔ لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے۔

شیخ نور الحقؒ نے زبدۃ التواریخ کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ شیخ فرید نے ان کے والد
ماجد سے درخواست کی تھی کہ وہ اپنی تاریخ کو ترمیم و اضافہ کے بعد مکمل کر دیں۔ شیخ
عبد الحقؒ ان دنوں کچھ اعلیٰ کاموں میں مصروف تھے۔ اس طرف توجہ کرنے کی فرصت
نہ ہوئی۔ اور شیخ فرید (یعنی نواب مرتضیٰ خاں) کی درخواست کو رد کرنا بھی مناسب سمجھا
چنانچہ انہوں نے شیخ نور الحقؒ سے کہا کہ وہ شیخ فرید کی درخواست کو پورا کر دیں۔ چنانچہ
انہوں نے زبدۃ التواریخ میں اکبر اور اس کے بعد کے حالات کا اضافہ کر دیا۔

ذکر ملوک کا ایک تتمہ مولوی حاجی رفیع الدین خاں مراد آبادی نے لکھا ہے جس میں
۱۹۳۲ء تک کے واقعات درج ہیں۔ روہیلوں، مرہٹوں وغیرہ کے متعلق بعض دلچسپ
اور اہم معلومات اس تتمہ میں ملتے ہیں۔ اس کا ایک قلمی نسخہ جناب ماموں مولوی نسیم احمد
صاحب فریدی کے ذریعہ حاصل ہوا ہے۔

ہندوستان میں تاریخ حقی کے قلمی نسخے بانکی پور، علی گڑھ، مدراس، حیدرآباد
وغیرہ کے کتب خانوں میں ملتے ہیں۔ علی گڑھ کے نسخہ کی کتابت ۱۰۳۳ھ کی ہے۔

تاریخ حقی اب تک شائع نہیں ہوئی ہے۔ ایلیٹ نے اس کے کچھ حصہ کا انگریزی

۱۔ نمبر ۵۳ جلد ہفتم۔ ص ۸-۹۔ ۲۔ لنن لائبریری۔ مسلم یونیورسٹی۔ علی گڑھ
۳۔ گورنمنٹ اورینٹل لائبریری مدراس۔ نمبر ۲۴۔ تاریخ حقی کا ابتدائی حصہ تاریخ فیروز شاہی برنی
سے ماخوذ ہے۔ اس بنا پر فهرست کے مرتب کو غلط فہمی ہوئی اور اس نے اس کا نام انتخاب تاریخ فیروز
شاہی المعروف بہ تاریخ حقی لکھ دیا۔ ۴۔ آصفیہ جلد اول۔ ص ۲۲۳۔

ترجمہ اپنی کتاب میں کیا ہے۔

رسالہ نورانیہ سلطانیتہ | یہ رسالہ تاریخ سے نہیں سیاست سے متعلق تھا۔
لیکن اب اس کی حیثیت ایک تاریخی رسالہ کی

ہے، اس بنا پر تاریخ کے ذیل میں ہی اس کا ذکر مناسب سمجھا گیا۔

یہ رسالہ نورالدین جہانگیر کے لیے لکھا گیا تھا۔ فرس التوالیف میں لکھتے ہیں:-

”در بیان قواعد سلطنت و احکام ارکان و اسباب و آلات تحصیل آس و اوضاع

و آداب این امر عظیم الشان مزین باسم سامی سلطان الوقت و ملک الزمان خلد

اللہ ملکہ“

اس رسالہ کا ایک قلمی نسخہ ۱۶۴۷ء سے قبل دہلی میں سید ظہیر الحسن صاحب کے کتب خانہ
واقع قزو لبلاغ میں خاکسار نے دیکھا تھا۔ ہندوستان اور یورپ کے کسی اور کتب خانہ میں
اس کا قلمی نسخہ موجود نہیں تھا۔ معلوم نہیں اب وہ نسخہ کہاں ہے اور کس حالت میں ہے۔

باب یازم (۱۱) سیر و تذکرہ

عنوان بالا کے تحت شیخ محدثؒ کی یہ تصانیف قابل ذکر ہیں :-

(۱) مدارج النبوة

(۲) اخبار الایثار

(۳) احوال ائمہ اثنا عشر خلاصہ اولاد سید البشر

(۴) انوار البیہ فی احوال مشائخ الشاذلیہ

(۵) زبدۃ الآثار منتخب بہجۃ الاسرار

(۶) ترجمہ زبدۃ الآثار

(۷) مطلع الالوار البیہ فی الحلیۃ البیہ النبویۃ

مَدَارِجُ النَّبُوَّةِ | رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل حیات طیبہ ہے۔ رسول پاکؐ کی زندگی کا شاید ہی کوئی گوشہ ہو جس پر اس کتاب میں روشنی نہ ڈالی گئی ہو۔ یہ کتاب شیخ محدثؒ کا نہایت اعلیٰ اعلیٰ اور ادبی شاہکار ہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں نے جو مذہبی لطیفہ پیدا کیا ہے، اس میں مدارج النبوة کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس سے پہلے کسی ہندی مسلمان نے رسول پاکؐ کی اتنی جامع مفصل اور مکمل سوانح حیات مرتب نہیں کی تھی۔

مدارج النبوة بارہ سو سے زیادہ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کو پانچ حصوں میں اس طرح تقسیم کیا گیا ہے۔

(۱) قسم اول - در ذکر فضائل و کمالات، اخلاق و صفات

(۲) قسم دوم - در ذکر نسب و ولادت

(۳) قسم سوم - در ذکر وقائع سنوآت از ابتداء ہجرت تا وفات -

(۴) قسم چہارم - در ذکر حدوث مرض و غسل و تکفین وغیرہ

(۵) قسم پنجم - در ذکر اولاد طاہرہ و ازواج مطہرہ

مدارج النبوة کی تصنیف کا محرک اس زمانہ کے حالات تھے۔ اکبری عہد میں شریعت و سنت سے بے اعتنائی انتہا درجہ کو پہنچ گئی تھی۔ حضور سرور کائنات سے تعلق ٹوٹ رہا تھا۔ ان حالات میں ضروری تھا کہ رسول مقبول کی حیات طیبہ کو مکمل طور پر پیش کر دیا جائے۔ فرماتے ہیں

”..... چون از فساد زمان انحراف در مخرج وقت بعضی درویشان مغروریں روڈگار راہ یافتہ و از تیرگی آئینہ استعداد و تنگی حوصلہ ادراک پایہ ارفع و مقام اقدس محمدی را ہیج کس بدرک و دریافت آن راہ نیست شناختہ و تقصیرے و دادلئے حق اعتقاد نمودہ و از جادہ دین و صراط مستقیم ہر افتادہ بودند لازم حق نصیحت دریں مسلمانان آن بود کہ احوال و صفات قدس یہ آن سرور انبیاء و امام اولیاء و مخیر رسل و استاد کل معدن علوم اولین و آخرین و منبع فیض انبیاء و مرسلین واسطہ ہر فصل و کمال و منظر ہر حسن و جمال..... نگارش نہاد و ایں بے خبراں را از حقیقت حال آگاہ گرداند و غافلان را از خواب غفلت بیدار سازد و طالبان را رو بہ راہ آرد“ لے

مدارج النبوة ۱۲۶۹ھ میں فخر المطایع دہلی، ۱۲۷۱-۷۲ھ میں مظہر العجاائب پریس سے طبع ہوئی تھی ۱۸۶۴ء اور ۱۸۸۱ء میں لکھنؤ سے دوا پڈیشن شائع ہوئے۔ اس کے قلمی نسخہ لکھنؤ میں

لے مدارج النبوة - جلد اول - ص ۳۰

نمبر ۱، ۱۹۵۰ء کا نسخہ ہے

بانکی پور، جرنی، برٹش میوزیم وغیرہ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ بعض اجزاء کے اقتباسات علیحدہ بھی کتب خانوں میں ملتے ہیں۔ خواجہ عبد المجید نے منہاج النبوة کے نام سے اس کا ترجمہ کیا تھا جو شائع ہو چکا ہے۔

اخبار الاحیاء | ہندوستان کے علماء و مشائخ کا نہایت مستند تذکرہ ہے۔ شیخ محدثؒ نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ سے لے کر اپنے زمانہ تک کے مشہور علماء و مشائخ کے حالات قلم بند کیے ہیں۔ ابتدا میں عقیدت کی بنا پر حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کا ذکر کیا ہے۔

اخبار الاخبار شیخ محدثؒ کے علمی تجربہ، انداز تحقیق اور وسعت مطالعہ کا بہترین آئینہ دار ہے۔ قرون وسطیٰ کے پورے مذہبی لٹریچر پر ان کی نظر ہے۔ وہ جو کچھ لکھتے ہیں اس کی پوری طرح تحقیق کرتے ہیں۔ عقیدت کہیں واقعات کی تحقیق میں مانع نہیں آتی۔ اصول اسناد کا استعمال شیخ نے نہایت سختی سے کیا ہے۔

اخبار الاخبار میں مشائخ کے حالات کی ترتیب سلسلوں کے اعتبار سے نہیں ہے۔ بلکہ کل مشائخ کو زمانہ کے لحاظ سے تین طبقوں میں تقسیم کر لیا گیا ہے۔

(۱) طبقہ اول: از خواجہ معین الدین چشتیؒ تا شیخ فخر الدین فرزند خواجہ بزرگؒ

(۲) طبقہ دوم: از بابا فرید گنج شکرؒ تا مولانا احمد حافظؒ

(۳) طبقہ سوم: از شیخ نصیر الدین چراغ دہلویؒ تا مولانا بختیؒ

اس کے بعد مجاذیب اور بزرگ عورتوں کا تذکرہ ہے۔ آخر میں ایک تکریم ہے جس میں شیخ محدثؒ نے اپنے اجداد کا حال لکھا ہے۔ اخبار الاخبار کے مطبوعہ نسخے اس قصیدے پر

جلد ۳۹، ۶۱۲، ۱۱۲ کا نسخہ بر ۵۵ منہ (۷۵۵۵) ۵۳ نمبر ۸۶۳ (Rieu) ۵۵ نمبر ۹۳، جلد اول، کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد، انتخاب مدارج النبوة۔ نیز نمبر ۵۱ رسالہ علیہ جناب رسالتاب اور رسالہ در شمائل آنحضرت (ص ۸۷، ۸۸) ۵۵ اس وقت چار مطبوعہ نسخے پیش نظر ہیں۔
۱۔ مطبع محمدی دہلی ۱۲۸۳ھ۔ ۲۔ مطبع مجتہائی دہلی ۱۳۱۹ھ۔ ۳۔ ایضاً ۱۳۳۲ھ۔ ۴۔ مسلم پریس دہلی ۱۳۴۲ھ

ختم ہو جاتے ہیں جو پہلے حصہ میں پورا نقل ہو چکا ہے۔ لیکن ایک قلمی نسخہ میں جو حضرت جد
 امجد مولوی ارشاد علی صاحب مرحوم نے ۱۳ ذی الحجہ ۱۲۵۵ھ کو ملتان میں نقل کرایا تھا اور
 جس کی تصحیح حکیم محمد حسن صاحب امر وی نے کی ہے، یہ عبارت تتمہ کے طور پر درج ہے۔
 ”اس سطرے چند است کہ در بیان باعث اختصار کتاب رقم زدہ گلک مؤلف گشتہ بمنہ و فضلہ
 یحیٰ اللہ ما یثنا و یثبت عندہ ام الکتاب کاتب حروف ختم اللہ لہ بالمحسنی و جیل
 آخرتہ خیر اسن الاولیٰ پیش از تاریخ از سی سال بیشتر از چهل سال کمتر روزے در خدمت درویشا
 بذوق صحبت ایشان نشستہ بود چنان کہ رسم مریداں باشد از مناقبت پیراں خود سخن میگردند بخا^{صت}
 و ملاوتے کہ سخناں ایں طائفہ دارد چنان آں حکایات در دل جائے کرد اگر گفت کہ چوں ازاں
 مجلس برخاست براں شدہ بود اگر فکر میکرد ہماں می تراوید پس بشوق تمام آزا بنوشت و طلب
 مزید کرد تا رفتہ رفتہ قد سے محسوس پیدا آمد و چوں ثبت احوال پیشیاں پیش از ذکر مقامات
 پیشیناں اتفاق افتاد طلب آں نیز کرد و از ادنی با علی رفت و با آن پیشینہ ضم کرد و کتاب را با
 مزین و محلی ساخت تا مجموعہ ہم رسید نیکو و پسندیدہ و جامع و مفید لیکن اول عشق بازی و
 مشوق ایں سخناں تازہ بود و حرص استماع و اجتماع آن بے اندازہ در اول کتابے بود کہ خامہ
 کاتب حروف بہ تسوید آں جبریاں یافتہ صورت ترتیب سخن بے اضطرابے نباید چنانکہ باید
 تنقیح و انتخابے بتافت و ہم بحکم اضطراب یا ضمیمہ افراہ بعضے از اصحاب دوسہ نسخہ ہم براں
 منظر نوشتہ شدہ اعتبار یافت دریں اثنا در سنہ ست و تسعین و تسع مائتہ بسفر حجاز رفت
 چوں ازیں سفر باز آمد حالے گردیدہ و ہمت بجانب دیگر مصروف گشتہ بود فرصت نظر بران کتاب
 نیافت۔ ناگاہ مردم را دید براہ اختلاف و انتقاد رفتہ بعضے آن را بتطویل اظہار موصوم داشتہ
 و بعضے در جرح و تعدیل آں افتادہ و نظر ملالت و سامت بروے گماشتہ و زبان تشنیع کشادہ
 بعلمت آنکہ بعضے از بہنا اہل دہاں و ابتائے روزگار و استاد و ساکنان ایں دیار بودہ اند و ^{حقیقت}
 آنکہ چوں پیشیناں از عالم گذشتہ و ملائکہ حسد و عناد ارباب غرض و ہوا از ایشان گشتہ از زبان

مردم رستہ در دائرہ اجماع و اتفاق آسودہ اند، اما پسینان از اہل زمان چون
بواعث و دواعی اقرار و انکار در میان است در کشاکش نزاع و خلاف افتادہ است
آلودہ قدح و انکار گشتند و نعم فضل و مرتبہ تقدیم باقی است اما این قدر ندانند کہ این
مقدمان دین در وقت خود متاخر بودند و بعضی از اہل زمان از کمالات ایشان غافل
و معجوب و متاخرین بعد از ان خود متقدم شوند نظر بر تاخر و تقدیم نباید کرد انصاف
باقی است حسن عمل منظور، و نیز نام این رسالہ اخبار الاخیار است نہ تذکرۃ الاولیاء
و سیر العارفین مثلاً و ذکر آنہا کہ آشنا اند محل تردد و انکار گشتہ بطفیل است نہ بقصد
تبعیت است نہ باصالت این سخن در دیباچہ کتاب گفتہ شد حاجت بتکرار نیست و
با وجود آن بصلاح دید وقت و یاریاں اصرار نظر ثانی بہ آن لازم افتاد و برخیز از اخصاً
او نمودہ تا اگر خواهند آن سخنی کہ نوشتہ و آن نوشتہ باز آرند و اگر ہنوز از دغدغہ شتم طریقہ
باقیست چارہ نیست این قدر کردہ شد و زیادہ بریں مقدم ورنہ بود معذور دارند بے عیب
خداست و عیب پوش او است و صلی اللہ علیہ وسلم و تمت کلمۃ ربک صدقاً و
عدلاً لا مبدل لکلماتہ و هو السميع العليم

یہ عبارت بڑی اہم ہے۔ اس سے اخبار الاخیار کی تصنیف و ترتیب کے ماحول پر روشنی
پڑتی ہے۔

اخبار الاخیار کے بعض مطبوعہ نسخوں کے خاتمہ پر حضرت محمد الف ثانیؒ کے حالات میں
دھائی صفحے کے ایک نوٹ کا اضافہ کسی شخص نے کر دیا ہے جس کا اخبار الاخیار یا اس کے
مصنف سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور اس جگہ پر بالکل غیر موزوں ہے۔

اخبار الاخیار کی ترتیب و تالیف مختلف اوقات میں ہوئی تھی۔ فہرست التالیف میں
شیخ لکھتے ہیں :-

”نسخہ اول بقدر پانزدہ ہزار بیت، و متوسط دوازدہ ہزار بیت۔ و منتخب آخر کہ قرار یافتہ نہ ہوا“

دکسرے زائد و مثبت دریں مجموعہ نسخہ متوسط است۔ وایں اول تصنیف است کہ قمرؤ
کلب این مسکین شدہ است“

خود اخبار الاخبار کی اندرونی شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ترمیم و اضافہ کا سلسلہ
۹۹۳ھ سے ۹۹۹ھ کے بعد تک چلتا رہا۔ اور غالباً یہی وجہ ہے کہ اخبار الاخبار کے بعض
نسخوں میں کہیں کہیں عبارت کا فرق نظر آتا ہے۔

شیخ سعد الدین خیر آبادیؒ کے ایک مرید شیخ اشرف دیاؒ کے حال میں لکھتے ہیں:
”ہمدریں سال کہ نہ صد و تودوسہ است وفات یافت“

پھر شیخ وجیہ الدین گجراتیؒ سے ۹۹۶ھ میں اپنی ملاقات کا ذکر کرتے ہیں۔ کتاب کے خاتمہ
پر یہ قطعہ تاریخ درج ہے ۵

طیب اللہ حق الفاسک زادک اللہ قوۃ و غنی

نام تاریخ این کتاب عزیز گر کنی ذکر الاولیا حسن
۹۹۹

تکملہ میں ۹۹۹ھ کے بعد کے حالات بھی ملتے ہیں۔

شیخ محدثؒ کی اس کتاب کو ان کی زندگی ہی میں بڑی مقبولیت حاصل ہو گئی
تھی۔ جہانگیر نے جب دیکھا تو شیخ محدثؒ کی محنت و تحقیق کی داد دیے بغیر نہ رہ سکا۔
معاصرین نے شیخ کی جس تصنیف کی سب سے زیادہ تعریف کی ہے وہ اخبار الاخبار ہی ہے۔
محمد غوثیؒ نے لکھا ہے:

”الحمد للہ، آپ نے اس فرصت کے اندر عالم باطن کے پردہ نشینوں کی تصویر بھی قلم کی تھا

سے کچھ کر کتب تصنیف کو معرفت بیانی کے تصویر خانہ میں جگہ دی ہے۔ بالخصوص تذکرہ

مشائخ جو اخبار الاخبار کے نام سے نامزد ہے۔ اس کتاب کی خوبیاں تعریف کے قالب میں

۱۷ ترک جہانگیری۔ ص ۲۸۲۔ ”جہانگیر کے متعلق مولانا شبلی مرحوم لکھتے ہیں: ”چونکہ نکتہ شناس تھا،

اس لیے ہر شخص کی نسبت ایسی رائے ظاہر کرتا ہے جو ایک بڑے مدقن کا کام ہو سکتا ہے“
(ترک جہانگیری اور جہانگیر)

نہیں سما سکتی ہیں۔

ہایونی نے شیخ محدثؒ کی صرت دو ہی کتابوں کا ذکر ضروری سمجھا ہے۔ تاریخ مدینہ (یعنی جذب القلوب) اور اخبار الایار۔

اخبار الایار ہندوستان میں متعدد بار چھپا ہے۔ ۱۲۸۳ھ میں مطبع محمدی سے ۱۳۰۹ھ اور ۱۳۲۲ھ میں مطبع مجتہائی سے چھپا۔ ۱۳۲۵ھ میں مولانا غلام احمد خاں برہاں نے اس کا اردو ترجمہ حافظ سید عین علی صاحب سے کرا کر مسلم پریس سے شائع کیا تھا۔ قلمی نسخہ یوڈین ایشیاٹک سوسائٹی، برٹش میوزیم، کیمبرج یونیورسٹی، بانکی پور وغیرہ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

الحوالہ ثمانا عشر خلاصہ اولاد سید البشر (فارسی) اس رسالہ میں شیخ محدثؒ نے بارہ اماموں کے حالات تحریر

فرمائے ہیں۔ اس کا تاریخی نام ”دم خاندان کرم“ ہے۔ یہ رسالہ حضرت خواجہ محمد پارسیہ کی کتاب فصل الخطاب سے منقول ہے۔ قلمی نسخہ بانکی پور کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

انوار الجلیۃ فی احوال مشایخ الشائ لیس (فارسی) اس رسالہ میں شیخ محدثؒ نے مشائخ سلسلہ شاذلیہ کا تفصیلی

ذکر کیا ہے۔ قلمی نسخہ مولوی انوار الحق دہلوی کے کتب خانہ میں تھا۔

زبدۃ الآثار منتخب بحوالہ الاسرار (عربی) بہجتہ الاسرار۔ شیخ نور الدین ابوالحسن علی بن یوسف (۶۳۴-۷۱۳ھ) کی تصنیف ہے۔

شیخ محدثؒ نے زبدۃ الآثار کے نام سے اس کا خلاصہ کیا ہے۔

بہجتہ الاسرار، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے حالات میں نہایت قدیم اور مستند

۱۲ منتخب التواریخ

۱۳ مرآۃ الحقائق

۱۴ گلزار ابرار (اردو ترجمہ)

۱۵ قلمی نسخہ نمبر ۱۷۳۶

کتاب ہے۔ شیخ نور الدینؒ اور حضرت غوث الاعظمؒ کے درمیان فقط دو واسطے ہیں۔ اس بنا پر اس کتاب کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ شیخ نور الدین جید عالم تھے، قادری سلسلہ میں بیعت تھے۔ شہر شندھوق میں رہتے تھے، اس لیے شیخ شندھوقی کے نام سے پکارے جاتے تھے۔

شیخ محدثؒ کو حضرت شیخ جیلانیؒ سے جو عقیدت تھی اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ اسی تعلق کی بنا پر انہوں نے اس کتاب کا خلاصہ کیا، اور اس طرح پر اس کا عطر نکال لیا۔ زبدۃ الآثارؒ میں یہی سے شائع ہوئی تھی۔ اس کا اردو ترجمہ محل الابصار کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ قلمی نسخے بھی بعض کتب خانوں میں ملتے ہیں۔ اصفیہ کتب خانہ میں ایک اچھا نسخہ ہے۔ ایک نہایت قدیم نسخہ خاکسار کے پاس بھی ہے۔ تاریخ کتابت درج نہیں۔

زبدۃ الآثار کا فارسی ترجمہ حضرت شیخ نے داراشکوہ کی فرمائش پر کیا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان

مطلع الانوار البہیہ فی الخلیۃ النبویۃ

کیا گیا ہے۔ قلمی نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال

کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

لہ عنہ ۱۳ جلد اول۔

۵ D/295 ص ۱۴ (مرزا)

باب دوازدهم

علم نحو

علم نحو سے متعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے دو کتابیں تصنیف کی تھیں۔
(۱) حاشیۃ الفوائد الضیائیہ

(۲) افکار الصافیہ فی ترجمۃ کتاب الکافیہ
اول الذکر شرح لما پر حاشیہ تھا۔ دوسری کتاب کے متعلق فہرست التالیف میں
لکھتے ہیں :-

”درس صغر در ابتدائے حال طالب علمی بتقریب کسے کہ نسبت معنوی و رابطہ قوی داشت
تا آخر منصوبات تسوید نموده شد و تا بحث مرفوعات بہ بیاض رسید و عمر کاتب حروف
در آن وقت پانزدہ یا شانزدہ سال بود۔“

باب سیزدہم (۱۳)

ذاتی حالات

شیخ محدثؒ کی مندرجہ ذیل کتابیں ذاتی حالات سے تعلق رکھتی ہیں۔

(۱) اجازت الحدیث فی القدیم والحديث

(۲) تالیف قلب الاولیٰ

(۳) زاد المتقین فی سلوک طریق الیقین

(۴) وصیت نامہ

اجازت الحدیث فی القدیم والحديث | اس رسالہ میں شیخ محدثؒ نے اپنی اسناد حدیث درج فرمائی ہیں۔ اس رسالہ کا قلمی

نسخہ مولوی انوار الحق دہلوی کے کتب خانہ میں تھا۔

تالیف قلب الاولیٰ بذکر فہرہیں لتوالیف | اس رسالہ میں شیخ محدثؒ نے اپنی تصانیف کی فہرست درج کی ہے۔ ابتدا میں

دہلی کے بعض شعراء اور مصنفین کا حال بھی لکھا ہے۔ یہ کتاب پہلے مطبع عزیزی رامپور سے پھر ۱۳۰۹ھ میں مطبع مجتہبی دہلی سے شائع ہوئی تھی۔ ایلیٹ نے اپنی تاریخ کی چھٹی جلد میں اس کے کچھ حصہ کا ترجمہ شامل کیا ہے۔ یہ ترجمہ بحر اے آر فلر کا کیا ہوا ہے۔ ایڈیٹر اور مترجم دونوں نے اس کتاب کے نام سے ناواقفیت ظاہر کی ہے۔ کچھ عرصہ ہوا

لہ مرآۃ الحقائق - ص ۴۸ - Elliot & Dawson جلد ششم منیبہ ص ۲۹۲ - ۲۸۳ - لیکن ۲۹۲ پر نام درج ہے۔

کہ حیدرآباد سے شیخ سید سید قادری نے اس کا ابتدائی حصہ تذکرہ مصنفین دہلی کے نام سے شائع کیا تھا۔

اس کتاب میں قیام مکہ معظمہ کے حالات ہیں نیز شیخ علی متقیؒ اور شیخ زائد المتقینؒ | عبدالوہاب متقیؒ اور دیگر مشائخ مکہ کے واقعات و سوانح درج ہیں۔
دیباچہ میں فرماتے ہیں :-

”تامت دو سال و کسرے بحالت قیام مکہ معظمہ انچہ دیدم یا شنیدم

ضبط کردم“

شیخ محدثؒ نے مکہ معظمہ میں اس کو لکھنا شروع کیا تھا، ہندوستان میں مکمل کیا۔ فرس التوا^{لف} میں لکھتے ہیں :

”احوال این کتاب بہ مکہ معظمہ ضبط کردم و بہ مشائخ انرا بتفصیل نوشتم“

زائد المتقین کے متعلق خود شیخ محدثؒ کی رائے یہ ہے :

”اگر صراط مستقیم و منہج توہم نیز نام آں کتم شاید۔ و میزان عدل و دین حق لقب دے نہم
تواند و گمان آنست کہ اگر سلاکے بایں رفتار رود بہنزل مراد برسد و اگر ایں را حاکم وقت دستور

حال خود سازد از جادہ بیرون نیفتد“

زائد المتقین اب تک شائع نہیں ہوئی ہے۔ قلمی نسخے برٹش میوزیم اور کتب خانہ آصفیہ

حیدرآباد میں موجود ہیں۔

اس میں شیخ نے اپنے وصایا درج کئے ہیں۔ طبع نہیں ہوا قلمی نسخہ مولوی وصیت نامہ | انوار الحق دہلوی کے کتب خانہ میں موجود تھا یہ

باب چہارم خطبات

شیخ محدثؒ نے ایک کتاب فصول الخطب لفیل اعلیٰ المرتب میں خطبات جمع کیے تھے۔ اس کتاب کا کوئی نسخہ اب دستیاب نہیں ہوتا۔

باب پانزدہم (۱۵) مکاتیب

شیخ محدثؒ کی دو تصانیف اس عنوان کے ضمن میں آتی ہیں ۱۔

(۱) کتاب المکاتیب والرسائل

(۲) صحیفۃ المودۃ

کتاب المکاتیب | میں اڑسٹھ خطوط ہیں۔ ان خطوط کی حیثیت رسائل کی ہے۔ جن میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ بعض عنوانات پر گفتگو کی گئی ہے۔

حضرت خواجہ باقی باللہؒ، شیخ عبداللہ نیازیؒ، شاہ ابوالمعالیؒ کے علاوہ نواب مرتضیٰ خاں شیخ فرید، نواب خان خاناں، شیخ ابوالخیر مبارک اور قیصری وغیرہ کے نام بھی خطوط ہیں۔

کتاب المکاتیب کا یہ مجموعہ ۱۲۹۷ھ میں مطبع معتبائی دہلی سے شائع ہوا تھا ۱۳۳۲ھ

میں اسی مطبع سے اخبارالآخبار کے حاشیہ پر اس کو چھاپا گیا۔ اس کے قلمی نسخے کم ملتے ہیں۔ جو

ملتے ہیں ان میں مضامین کی کمی بیشی ہے۔ ہانکی پور میں جو نسخہ ہے اس میں صرف چوالیس

رسائل ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے والد ماجد کے پاس شیخ محدثؒ کے مکتوبات کا جو

مجموعہ تھا اس میں غالباً زیادہ مکاتیب تھے۔

حقیقت میں ایک شنوی تھی جس میں بقول شیخ —

صَحِيفَةُ الْمَوَدَّةِ

”شہر آشوب عالم محبت است۔ خالی از

۱۔ مطبوعہ نسخہ میں ہیں رسائل ایسے ہیں جن کا ذکر فرس التوالیف میں نہیں ہے۔

۲۔ تذکرہ ص ۱۰۔

۳۔ نمبر ۱۳۸۹۔

ملاستے و ملاستے نیست و کسی کہ مطلع باشد بر احوال جامعہ مکتوب الیہم۔ و اندک در ضمن بیان

معانی آن چہ نکلتا و ظرافت را غایت کردہ شدہ است

یہ خطوط سب دوستوں کے نام تھے۔ اس مثنوی کا کوئی نسخہ اب دستیاب نہیں ہوتا۔

باب شانزدہم (۱۶)

اشعار

شیخ محدثؒ کو شعر و سخن کا ذوق خاندانی ورثہ میں ملا تھا۔ ان کے والد شیخ سیف الدینؒ ان کے چچا شیخ رزق اللہ مشاقیؒ، ان کے جد امجد شیخ فیروزؒ شعر و شاعری سے گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ موقوفہ الذکر کے متعلق شیخ محدثؒ نے لکھا ہے۔

”معنی حلوت و شعر و طرافت در خانہ ما ازوے پیدا شد“

شیخ محدثؒ کے ذکر میں نظام الدین بخشی لکھتے ہیں :-

”زبان شعر دارد“

معارف الولايت میں لکھا ہے :-

”در شعر نیز رغبت تمام داشت از منظومات ادب جنس از بحر و وزن گفتے و حق تخلص

خود را نہادے، چنانکہ در کتب و رسائل ایشان اشارات ایشان مکتوبست“

شیخ کے دیوان کا کوئی نسخہ نظر سے نہیں گزرا صبح گلشن کے مرتب نواب علی حسن خاں کا

بیان ہے :-

”دیوانش مشتمل بر انواع نظم کہ اکثر منقصائد نعتیہ است از نظمہ گذشتہ“

ہندوستان کے کسی کتب خانہ میں شیخ کے دیوان کا نسخہ نہیں ملتا۔ کتب خانہ اصفیہ میں ایک مختصر منظوم رسالہ تصوف سے متعلق ضرور ملتا ہے لیکن وہ غالباً دیوان سے علیحدہ چیز ہے۔

شیخ عبدالحقؒ نے ایک بیاض حسن الاشعار فی جمع الاشعار کے نام سے جمع کی تھی اس کے متعلق فرس التوالیف میں لکھتے ہیں :-

”چند غزل و قصائد و قطعہا و رباعیات کہ بہت شرم و جہا ستروا خفا آں لازم است نامرتب در بیاضها افتاده بود و بہ نسبت بے حیائی کہ لازمہ طریقہ شاعری است نوشتہ شدہ و در دیباچہ رسالہ جزو سے از شر در عذر کم گوئی کہ متضمن معنی قباحہ فہمی است ذکر کردہ شدہ“

اس کا کوئی نسخہ موجود نہیں ہے۔ ایام طالب علمی میں ایک ثنوی آداب المطالعہ و المناظرہ لکھی تھی۔ وہ بھی نایاب ہے۔ صحیفۃ المودۃ میں دوستوں کے نام خطوط تھے۔ اس کا بھی اب پتہ نہیں ملتا۔

ان حالات میں شیخ محدثؒ کے شاعرانہ کمالات کے متعلق تفصیلی بحث ممکن نہیں۔ ان کی تصانیف میں اشعار کثرت سے ملتے ہیں، اور غالباً بیشتر ان ہی کے ہیں، لیکن یقین کے ساتھ ان کے متعلق کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ بہر حال جن اشعار کے متعلق یقین ہے کہ وہ شیخ محدثؒ ہی کے ہیں، ان کی بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کے کلام میں درد، تاثیر، علمو معانی، استادانہ نچنگی اور شیرینی سب کچھ ہے۔

۱۔ فرست کتب۔ جلد اول۔ ص ۴۲۶۔

یہ رسالہ نظر سے نہیں گزرا۔ فرست میں جن دیگر رسالوں کے ساتھ اس کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں چند موضوع ہیں۔ اور کچھ کی نسبت غلط ہے۔ لیکن ہے کہ اس رسالہ کے متعلق بھی غلط فہمی ہوئی ہو۔

۱۱ اشعار جو تصانیف میں ملتے ہیں

دوش از کثرت اغیار بختام دادند رہ بسوئے حرم وحدتِ ذاتم دادند
حقّی از گوشہ دہلی نہ نیم پایروں خود گرفتیم کہ ملکِ بگرام دادند

حقّی کجا صحبت کس کز خیالِ دوست وارد بخود چو مردم دیوانہ علیے

حقّی بیانِ شوقِ بیاپاں نمی رسد کوتاہ ساز قصّہ دور و دراز را

عجب ز احوالِ خود پسند است طوراً طور در دمنده است
ایچ چیزے چو در دمنده نیست کہ درو بوئے خود پسندی نیست

(المکاتیب ص ۲۹۹)

حقّی تو ز تاریخِ حکایات گوئی در راہِ تتبعِ روایاتِ مہوئی
در زاویہٴ فقرِ شستی کا رہے جز ذکرِ خدائے نفی و اثباتِ محوئی
حقّی ز پے قصّہ و افسانہ شدی چوں مردم روزگارِ فرزانہ شدی
درویش ترا ذکرِ شاہاں پہ غرض مفتونِ سخنِ گشتی و دیوانہ شدی
مقصود اہل ذوق ز ذکرِ گزشتگان تنبیہ عبرت است چہ مسکین چہ بادشاہ
(ذکرِ ملوک)

مخدّمے عارفِ زماںِ مشتاقی دے گفتِ بوقتِ نقلِ مشتاقِ حقم
حقّی چو بتاریخ و فائشِ نگریت لوگِ قلمش ہماں سخنِ کرد و رستم

صد شکر کہ از تشنگی غم رستم چوں قطره بد ریائے کرم پیوستم
بر کشتی توفیق ازل بنشستم وز زمزم قدس چہرہ دل شستم
(جذب القلوب)

ایں نامہ کہ پایہ ترقی آمد شایستہ اقبال و ترقی آمد
جنبیدن خامہ وقت تسوید جزو در دست دل شکستہ و حقی آمد
(احوال المہ اثنا عشر)

اے آنکہ ترا طالع مسعود بود دانی کہ مرا از تو چہ مقصود بود
یک فاتحہ از بہر من مستہ بخوان تا عاقبت کار تو محمود بود
(سفر السعادت)

مرا از دم حساندان کرم چو جنبید این کلک مشکیں رقم
ز صاحب دے کز دم آگاہ بود دم ہمتے نیستہ ہمراہ بود
زنی گزرتا سبخ این نامہ دم بر آرا از دم حساندان کرم
۱۰۱۸ھ

رفت بر پوئے سر زلف تو حقی بکمن وز نہ کے پوئے نسیم سحری بود غرض

بہر جوئے کہ آن مہمی کند از جام و حقی کہ دلدار مرا شاید کہ مقصود امتحاں باشد
(شرح فتوح الغیب)

(۲) اشعار از صبح گلشن

زدیدہ تیز نگاہش گزشتہ در دل خود بلائے دیدہ نگہ کن کہ ہر دل افتادہ است
شہیدِ عشق پندار خفتہ در خاک ست کہ چشم بستہ و برباد قاتل افتادہ است

بر رخ زلف پر شکن بسند سنبل افتاده بر سمن بیند
در گرفت از رخ بگل آتش آتش افتاده در چمن بیند
تن او در درون پیراهن همچو جان در درون تن بیند

آن ترک مردم کش مگو بهر تماشا می رود شهرے ہمہ شد صیدا و اکنون بصرامی رود
در دیدن آن عشوه گر طاقت کجا دارد بشر سوش ملک بیند اگر او نیز از جامی رود

قانتش در جلوہ آمد طاقتم بر باد رفت ز گشت در خواب رفت و قنہ را بیدار کرد
حال حقی بر تو کے ظاہر شود زیرا کہ دے حالتے دارد کہ نتواند بخود اظہار کرد

شب فراق کہ از بھریاری گیرم بہانہ درد کنم زار زار می گیرم
بہر کجا کہ بود ملتے روم آنجا بدیں بہانہ ز بھر نگاری گیرم

چناں در غیر تم از تو کہ گر چشمت ترا بیند
پریشاں گردم و خواہم کہ آن چشم تو من باشم

آخر بہ ورتو شکرستاں شود جہاں ریز و بدیں صفت چو شکر از دہاں تو
خوش داری لے رقیب بھقی گمان وصل یارب ہمیشہ راست بود ایں گمان تو

رنگ خناست ہر کف پلے بہارکت
یا خون عاشق ست کہ پامال کردہ

در خواب ہمیشہ با خیال تو خوشم و در بیدارم بخط و خال تو خوشم
 القصہ چہ در خواب چہ در بیداری لے مردم دیدہ با جمال تو خوشم
 صبح گلشن ص ۱۴۰

فہرست تصانیف شیخ محدث^۷ بترتیب حروف تہجی

ردیف	نام کتاب	فہم موضوع	زبان	کیفیت
۱	اجازت الحدیث فی القدییم والحديث	ذاتی حالات	عربی	غیر مطبوعہ
۲	اجوبۃ اثنا عشر فی توجیہ الصلوۃ علی سید البشر	اعمال	عربی	غیر مطبوعہ
۳	احوال ائمہ اثنا عشر خلاصۃ از ادب سید البشر	سیر	فارسی	غیر مطبوعہ
۴	خبر الاخیار فی احوال الابرار	سیر و تذکرہ	فارسی	مطبوعہ - اردو ترجمہ بھی ہو چکا
۵	آداب الصالحین	اخلاق	فارسی	مطبوعہ - اردو ترجمہ از نواب قطب الدین دہلوی
۶	آداب اللباس	اخلاق	فارسی	مطبوعہ - اردو ترجمہ
۷	آداب المطالعہ والمناظرہ (مثنوی)	اخلاق	فارسی	غیر مطبوعہ
۸	اسماء الاستاذین	ذاتی حالات	عربی	غیر مطبوعہ
۹	اسماء الرجال الروات المذکورین فی کتاب الشکوۃ	حدیث	عربی	غیر مطبوعہ
۱۰	اشعۃ اللمعات فی شرح المشکوۃ	حدیث	فارسی	مطبوعہ
۱۱	افکار الصافیہ فی ترجمہ کتاب الکافیہ	نحو	فارسی	غیر مطبوعہ
۱۲	انتخاب المثنوی المولوی المعنوی	تصوف	فارسی	غیر مطبوعہ
۱۳	انوار الجلیۃ فی احوال مشائخ الشافلیہ	سیر و تذکرہ	فارسی	غیر مطبوعہ

ردیف	نام کتاب	فرد موضوع	زبان	کیفیت
۱۳	بنار المرفوع فی ترمیم مباحث انوسوع	علم حکمت	عربی	غیر مطبوعه
۱۵	تحصیل التعرف فی معرفۃ الفقه والمتصوف	تصوف	عربی	غیر مطبوعه
۱۶	تحقیق الاشارة الی ترمیم البشارة		عربی	غیر مطبوعه
۱۷	ترجمۃ الاحادیث الاربعین فی نصیحة الملوک والسلاطین	حدیث	فارسی	غیر مطبوعه
۱۸	ترجمہ زبدة الآثار منتخب بہجۃ الاسرار	سیر	فارسی	مطبوعه
۱۹	ترغیب اہل السعادات علی تکثیر الصلوۃ علی سید الکائنات	اعمال	فارسی	غیر مطبوعه
۲۰	تسلية المصاب لتیل الاجر والثواب	اخلاق	فارسی	غیر مطبوعه
۲۱	تعلیق الحاوی علی تفسیر البیضاوی	تفسیر	عربی	غیر مطبوعه
۲۲	تکمیل الایمان وتقویت الایقان	عقائد	فارسی	مطبوعه - اردو ترجمہ شائع ہو چکا
۲۳	تنبیہ العارف بما وقع فی العوارف	تصوف	عربی	غیر مطبوعه
۲۴	توصیل المرید الی المراد بہ بیان الاحزاب والاوراد -	تصوف	مخلوط	مطبوعه - اردو ترجمہ شائع ہو چکا
۲۵	جامع البرکات منتخب شرح مشکوۃ	حدیث	مخلوط	غیر مطبوعه
۲۶	جذب القلوب الی دیار المحبوب	تاریخ	فارسی	مطبوعه - اردو ترجمہ شائع ہو چکا
۲۷	جمع الاحادیث الاربعین فی ابواب علوم الدین	حدیث	عربی	غیر مطبوعه
۲۸	جواب بعض کلمات شیخ احمد سرہندی	تصوف	فارسی	غیر مطبوعه - ترمیم شائع کیا جا رہا ہے
۲۹	حاشیۃ الفوائد الضیائیۃ	نحو	عربی	غیر مطبوعه

نمبر	نام کتاب	فن و موضوع	زبان	کیفیت
۳۰	حسن الاشعار فی جمع الاشعار (دیوان)	شعر	فارسی	غیر مطبوعہ و ناباب
۳۱	درۃ البہیہ فی اختصار الرسالة الشمسیہ	منطق	عربی	غیر مطبوعہ
۳۲	درۃ الفرید فی قواعد التجوید	قرأت	عربی	غیر مطبوعہ
۳۳	ذکر ملوک (تاریخ سلاطین ہند)	تاریخ	فارسی	غیر مطبوعہ
۳۴	رسالہ شب ہرات	حدیث	فارسی	غیر مطبوعہ
۳۵	رسالہ صلوٰۃ الاسرار	تصوف	فارسی	غیر مطبوعہ
۳۶	رسالہ عقد انامل	اعمال	فارسی	غیر مطبوعہ
۳۷	رسالہ نورانیہ منطانیہ	تاریخ	عربی فارسی مخلوط	غیر مطبوعہ
۳۸	رسالہ اقسام حدیث	حدیث	عربی	غیر مطبوعہ
۳۹	رسالہ وجوب	تصوف	عربی فارسی	غیر مطبوعہ
۴۰	رسالہ وظائف	اعمال	عربی فارسی	غیر مطبوعہ
۴۱	زاد المتقین	سیر و تذکرہ	فارسی	غیر مطبوعہ
۴۲	زبدۃ الآثار منتخب بہجۃ الاسرار	سیر و تذکرہ	عربی	مطبوعہ عربی ترجمہ بھی شائع ہو چکا۔
۴۳	شرح سفر السعادت		فارسی	مطبوعہ
۴۴	شرح شمس	منطق	عربی	غیر مطبوعہ
۴۵	شرح صدور تفسیر آیت نور	تفسیر	عربی فارسی	غیر مطبوعہ
۴۶	شرح فتوح الغیب	تصوف	فارسی	مطبوعہ
۴۷	صحیفۃ المودۃ	مکاتبات	فارسی	
۴۸	فتح المنان فی تائید مذہب النعمان	فقہ	عربی	غیر مطبوعہ
۴۹	فصول الخطب	خطبات	عربی فارسی	

ردیف	نام کتاب	فرد موضوع	زبان	کیفیت
۵۰	فهرس التوالیف (تالیف قلب الایف)	ذاتی	فارسی عربی	مطبوعه
۵۱	لمعات التفتیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح	حدیث	عربی	غیر مطبوعه
۵۲	ما ثبت بالسنه فی ایام السنه	حدیث	عربی	مطبوعه
۵۳	مرارج النبوة -	سیر	فارسی	مطبوعه
۵۴	مرج البحرین	تصوف	فارسی	مطبوعه اردو ترجمه بحی شائع ہو چکا
۵۵	مطلب الاعلیٰ فی شرح اسماء اللہ	اعمال	عربی فارسی	غیر مطبوعه
۵۶	مطلع الانوار البہیہ فی الحکیۃ النبویہ		عربی فارسی	غیر مطبوعه
۵۷	نکات الحق و الحقیقت	تصوف	فارسی	مطبوعه
۵۸	نکات العشق و المحبت	تصوف	فارسی	غیر مطبوعه
۵۹	وصیت نامہ	ذاتی	فارسی	غیر مطبوعه
۶۰	ہدایت الناسک الی طریق الناسک		فارسی عربی	غیر مطبوعه

حَقِيقَتِ سَوَاءِ

شیخِ محدِّثِ اَوْرَانِ کے مُعَاصِرِین

باب اول

حضرت مجدد الف ثانیؒ

حضرت شیخ احمد سرہندیؒ المعروف بہ مجدد الف ثانی اس عہد کے سب سے زیادہ مشہور و معروف بزرگ تھے۔ شیخ محدثؒ اور شیخ احمدؒ میں بڑی محبت اور مودت تھی۔ دونوں حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے خرمین کمال کے خوشہ چین تھے اور دونوں کی زندگی کا مقصد احیاء ملت اور ترویج سنت و شریعت تھا۔

عارضی طور پر شیخ محدثؒ کو مجدد صاحبؒ کے نظریات سے کچھ اختلاف پیدا ہو گیا تھا اور انہوں نے مجدد صاحبؒ کی تردید میں ایک رسالہ بھی لکھا تھا جو ضمیمہ کے طور پر اس کتاب میں شامل ہے۔ اختلاف کی نوعیت کا اندازہ اس رسالہ کے مطالعہ سے لگایا جاسکتا ہے۔ بعد کو جب شیخ مجددؒ نے اپنے خیالات کی وضاحت کی اور ان کے متعلق سب شبہات دور ہو گئے تو شیخ محدثؒ کی رائے بھی بدل گئی۔ ان کا اختلاف نیک نیتی اور تحفظ شرع و سنت پر مبنی تھا۔ چنانچہ شکوک و شبہات رفع ہو جانے کے بعد انہوں نے انتہائی وسعت قلب کے ساتھ حضرت مجددؒ کے کارناموں کا اعتراف کیا۔

اکثر مورخین اور تذکرہ نگاروں نے اس اختلاف کی صحیح نوعیت کو نہیں سمجھا ہے، اور انہوں نے جانبداری سے کام لے کر تائید یا تردید میں بہت کچھ لکھ دیا ہے۔ بعض بزرگوں نے تو اس سلسلہ میں صدق و دیانت ہی کو فراموش کر دیا ہے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان اس اختلاف کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وہاں نقار آنت کہ حضرت شیخ زاد تقلید مذہب تعصب بسیار بود و مجد و زاد را اتباع
سنت و رد بدعات طریقت و شریعت صلابت تمام بایں رہ گزرا اتفاق میان ہر دو
صورت نمود بہت“

رسالہ کا مطالعہ کرنے کے بعد نواب صاحب کے اس بیان کی حقیقت خوب واضح ہو جاتی ہے!
بعض تذکرہ نویسوں نے اس اختلاف کو مجد صاحب کی شان میں توہین سمجھ کر طرح
طرح کی تاویلات کی ہیں۔ یہاں اس تفصیل کا موقع نہیں۔ یہ اختلاف عارضی تھا اور بہت
جلد دور ہو گیا۔ جب جہانگیر نے حضرت مجد صاحب کو گوالیار کے قلعہ میں بھیجا تو شیخ محدثؒ
نے ہمدردی کا ایک خط لکھا جس کا مجد صاحب نے یہ جواب دیا :-

”الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ مخدوما کراما۔ درود مصائب
ہر خد تحمل اذی است امید کرامتہا است بہترین امتہ ایں نشاء خزن و اندوہ است و گوارا
ترین نعم ایں مائدہ الم مصیبت ایں شکر پارہا بداروئے تلخ غلاف رقیق فرمودہ اندوہاں
حیلہ راہ ابتلا و انمودہ سعادت مند ایں نظر بر علاوت آہنا انداختہ و آن تنخی را در رنگ شکر می خانید
و مروت را بر عکس صفرا شیریں می یابند۔ چو شیریں نیا بند کہ افعال محبوب ہمہ شیریں اند۔ علتے کر
انرا تلخ یابد کہ ہا سوائے گرفتار است۔ دولت مند اں در ایلام محبوب آں قدر علاوت و لذت می
یابند کہ در انعام او متصور نہا شد ہر خد ہر دو از محبوب اند لیکن در ایلام نفس محب را مدخلے
نیست و در انعام قیام ہر نفس است۔“

ہنیئاً لا سرا باب النعیم نغمہا

اللہم لا تخرمنا اجرہم ولا تفتننا

۱۷ اختلاف ص ۳۰۵۔ ۱۸ اخبار الاخیار کے اخیر میں کچھ لوگوں نے شیخ مجدؒ کا ذکر بڑھا دیا ہے رطع
مجتبائی ص ۳۰۹ جو بالکل بے محل ہے۔ اس میں شیخ عبدالحق کا ایک خط خواجہ حسام الدین کے نام نقل کیا گیا ہے
جس میں شیخ محدثؒ نے میاں شیخ احمد سلمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق اپنی اعلیٰ رائے کا اظہار کیا ہے۔ اور نیز اپنے اختلاف
کے دور ہونے کا بھی ذکر کیا ہے۔

بعد ہم وجود شریف ایشان دریں غربت اسلام اہل اسلام را مغتنم است۔ سلمکم اللہ سبحانہ
والبقا کم والسلام

شیخ مجدد شیخ محدث کے احباب اور متعارف لوگوں سے بھی خصوصیت برتتے تھے
اور ان کا کوئی کام کرنے سے دریغ نہ کرتے تھے۔ مرزا داراب بن عبدالرحیم خاں خاناں کو
ایک خط میں لکھتے ہیں :

”مائنا سفارش شیخ اسماعیل می نماید از آشنایاں معارف آگاہی

حاجی عبدالحق است“ ۱۷

شیخ نورالحق کے نام ایک طویل مکتوب پڑھنے کے قابل ہے۔ اس میں اخوی عربی
کہہ کر شیخ نورالحق کو مخاطب کیا ہے۔ ۱۸

شیخ مجدد کے ان سب مکتوبات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان میں اور شیخ محدث میں
بے حد خلوص اور یگانگت کے تعلقات تھے ہی نہیں بلکہ مجدد صاحب ان کے وجود کو
اس دور میں ایک نعمت سمجھتے تھے، اور ان کی روحانی صلاحیتوں کے معترف تھے۔

۱۷ مکتوبات جلد ثانی مکتوب ۲۹ ص ۲۶۔ مجموعہ مکتوبات میں ایک اور خط (م ۱۱۵ جلد اول ص ۱۳۵)

۱۸۶) بھی شیخ محدث کے نام ہے۔

۱۹ مکتوبات جلد اول ص ۲۶۸-۲۶۹ م

۲۰ خط کا عنوان ہے : ”در کشف سر گرفتاری حضرت یعقوب بحضرت یوسف“

(م ۱۰۰ ج ۳ ص ۱۴۶)

باب دوم^(۲)

حضرت شاہ ابوالمعالیؒ

حضرت شاہ ابوالمعالی قادریؒ، شیخ داؤد کرمانی شیرگڑھیؒ کے برادر زادے، داماد اور خلیفہ تھے۔ قادریہ سلسلہ کی نشر و اشاعت کے لیے انہوں نے مسلسل اور ان تھک کوششیں کی تھیں۔ ارشاد و تلقین میں ہمہ وقت مصروف رہتے تھے۔ کئی کتابیں بھی لکھی تھیں۔ جن میں تحفہ قادریہ، نعمات داودی، مونس جاں، زعفران زار، گلہ سستہ، باغ ارم وغیرہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ شعر بھی کہتے تھے۔ غربتی تخلص تھا۔ املا عبدالقادران کے متعلق لکھتے ہیں :

”در چاہک روی یکانہ زمانہ ز در حالات و مقامات فقر و فنا نشانہ، اگر ذکر موافقان رود

نام او اذوق، اگر نام سابقان در میان آید ذکر او اسبق“ؒ

شیخ محدثؒ کو ان سے بڑی عقیدت تھی۔ شرح فتوح الغیب کے خاتمہ پر ان کا ذکر اس طرح کرتے ہیں :

”اسد الدین شاہ ابوالمعالی کہ شیر بیشہ جلالت و سرسنگ دیوان قدرت و ازوالہاں

آگاہ و عاشقان در گاہ قادریہ است“ؒ

اخبار الاخیار میں شیخ داؤد کے ذکر میں لکھتے ہیں :

۱۔ منتخب التواریخ جلد سوم۔ ص ۱۰۲

۲۔ اخبار الاخیار۔ ص ۲۰۱-۲۰۲

۳۔ شرح فتوح الغیب۔ ص ۳۲۱۔

”اکوں جانشین شیخ داؤد شیخ ابوالمعالی است کہ بنایت مناست عالی وقت در

رہنمائی داور دریا صفت و مجاہدہ میکند و قبولی تمام یافتہ حسن مقال و ضمیمہ صحت

خان ساختہ بمقابہ حضرت غوث الثقلینؒ را در لباس عبارت فارسی در آورده ۱۷

شیخ محدث ان سے اپنا ”احوال دروں“ بیان فرمایا کرتے تھے اور ان کی روحانی رہنمائی اور دعاؤں کے ملتی رہتے تھے۔ ایک خط میں انہوں نے نہایت تفصیل سے اپنی قلبی کیفیات کو بیان کیا ہے۔ ”نفس بدیش“ نے ان کو دھوکا دیا کہ ”تو آہن سردی کو پی و نرادر پس راہ نصیب نیست“ اور ترغیب دی کہ عوام کی راہ اختیار کر کہ اس میں بے شمار فوائد ہیں۔ اس طرح ان کے اندر ایک عجیب ذہنی اور قلبی کشمکش پیدا ہو گئی۔ جب قلق و اضطراب نے کرب و بے چینی کی صورت اختیار کر لی تو انہوں نے شاہ صاحب سے رجوع کیا اور امداد کی التجا ان الفاظ میں کی —

”با بھلہ اندوہ و تنگ دلی از حد گذشتہ وقت امداد و اعانت است افریادری می باید

کرد درائے اغاثہ کبریٰ کہ منتی بجناب حضرت غوث الاعظم است می باید پوشید

و ذرع داؤدی در بر کرد و در قالب حقیقت عظمیٰ غوثیہ درآمد و تصرف کرد و توجہ

بار و لوح مقدمہ مشائخ سلسلہ نمودہ و اشکشاف حال کرد و خبرے گرفت و اعلام

نمود تا دل بمکرز قرار آید ۱۸

دل می رود ز دستم صاحب دلاں حصارا

در دا کہ راز پنهان خواہ شد آشکارا ۱۹

خط کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت شیخ محدث سخت قسم کی قلبی تکلیف میں مبتلا

تھے۔ اور انہیں شاہ ابوالمعالی کے علاوہ کوئی دوسرا بزرگ نظر نہ آتا تھا جس سے رہنمائی او

امداد کے خواہاں ہوں۔ اسی مکتوب کے آخر میں نہایت غمگین لہجہ میں یہ شعر لکھا ہے ۲۰

فسر یاد دل غم زدہ را گر نکنی گوش
پس پیش کہ از دست تو فرما دواں کرد

شیخ محدثؒ ان کی روحانی صلاحیتوں کے دل سے قائل تھے۔ ایک خط میں لکھتے ہیں کہ ایسا سنگ دل کون ہو سکتا ہے جو ان کی صحبت کے اثر سے نرم نہ ہو جائے پھر فرماتے ہیں :-

”ذوق صحبت ایشان در رنگ حال ایشان کہ در ظاہر و باطن فقیر نشسته است
بتقریر گنجائش بیان ندارد“ ۲۴

شیخ محدثؒ نے ان کو اپنا روحانی رہبر بنالیا تھا۔ ایک مرتبہ کچھ اہم باتیں دریافت کرنے کے لیے شیخ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے سب مشکلات حل کرنے کے بعد کہا کہ اگر تو نے افشاکے راز کیا تو

”قرار سوائے مرد و زن سازیم“

اس کے بعد لاہور میں کچھ عرصہ کے لیے مقید کر دیا۔ اس قید سے شاہ ابوالمعالی کا مقصد ان کی روحانی تربیت تھی۔ یہ سترہ برس قبل کا واقعہ ہے۔ ۲۵

شاہ ابوالمعالیؒ نے شیخ محدثؒ کو بہت سے مشورے دیے تھے جن پر وہ تمام عمر عامل رہے اور جن کی وجہ سے ان کے علمی کاموں میں بڑی سہولت پیدا ہو گئی تھی۔ مثلاً فرمایا کہ ”بگفتگوئے خلق و ملامت ایشان گوش نہ نهند و در کار خود بجد باشند“ ۲۵

شیخ محدثؒ کے تصنیفی کارناموں میں بھی ایک حد تک شاہ ابوالمعالیؒ کے مشورہ اور اصرار کو دخل تھا۔ فتوح الغیب کی شرح انہی کے اصرار پر لکھی گئی تھی۔ مشکوٰۃ کی شرح کے

۱۔ کتاب المکاتیب - ص ۲۲۴ ۲۵ ایضاً - ص ۳۰۵ ۳۵ ایضاً - ص ۳۰۲

۲۵ اسی خط میں شیخ لکھتے ہیں کہ شاہ ابوالمعالیؒ نے مشکوٰۃ کی شرح مکمل کرنے کا اصرار کیا تھا۔ شرح مشکوٰۃ ۱۰۲۵
۱۶۱۶ء میں مکمل ہوئی ۲۵ کتاب المکاتیب - ص ۳۰۳ ۳۵ شرح فتوح الغیب - ص ۲۲۱ -

سلسلہ میں انہوں نے فرمایا تھا کہ جلد اس کو مکمل کر لو۔

ان شاء اللہ کتابے شود کہ اہل عالم ہمہ ازاں مستفید شوند^۱

اس کے بعد مشورہ دیا تھا کہ شرح میں جا بجا اشعار درج کیے جائیں تاکہ انداز بیان دلچسپ اور موثر ہو جائے۔

حضرت شاہ ابوالمعالیؒ نے شیخ محدثؒ کو ہدایت کی تھی کہ وہ دہلی سے باہر قدم نہ نکالیں^۲ وہیں گوشہ تنہائی میں بیٹھے ہوئے اپنا کام کریں۔ ایک مرتبہ شیخ محدثؒ شاہ صاحب سے ملنے کے لیے لاہور چلے گئے تو ان کو اس سے بھی ناگواری ہوئی اور فرمایا:

”اکنوں بدلی بروید کہ دہلی در فراق شاہ زبان حال می تالد، بروید، بروید“^۳

ایک مرتبہ شاہ ابوالمعالیؒ کی علالت کی خبر سن کر شیخ محدثؒ نے عیادت کے لیے لاہور جانے کا ارادہ کیا، لیکن جب شاہ صاحب کی تنبیہ کا خیال آیا تو مجبور ہو کر بیٹھ رہے اور اس مضمون کا ایک عربیہ ارسال خدمت کیا:

”تفسیر شوق و محبت و مقتضائے عرف و عادت آن بود کہ بہ شنیدن این حال بنیتا باند بہ ملازمت

می رسید کہ امروز دوستی برائے خود کہ خیر دنیا و آخرت خواہد جز ذات شریف ایشان را نمی

داند، دل و جان فدائے این محبت بلکہ ہر جا کہ نشانی از محبت است بادا ما چوں رضاء

ایشان بخلاف این حال متعلق شدہ است حرأت نہ توانست^۴

جب صحت کی اطلاع ملتی ہے تو لکھتے ہیں۔

”حق جل و علا سایہ عنایت و محبت ایشان را بر فقرائے این سلسلہ پائندہ دارد کہ وسیلہ

حل ہے از مشکلات و سبب آسانی دشوار بہاست“^۵

۱۔ کتاب المکاتیب۔ ص ۳۰۶۔ ۲۔ ایضاً۔ ص ۳۰۳۔

۳۔ ایضاً۔ ص ۲۲۳-۲۲۴۔ ۴۔ ایضاً۔ ص ۲۲۳۔

باب سوم

شیخ عبد اللہ نیازیؒ

میاں عبد اللہ نیازیؒ شیخ سلیم حشتیؒ کے خلیفہ تھے۔ اپنے زمانہ کے مشہور مشائخ میں شمار کیے جاتے تھے۔ آخری عمر میں سید محمد ہمدی جو پوریؒ کے زیر اثر ہمدوی ہو گئے تھے۔ بیان میں ان کی زندگی کا نقشہ مولانا ابوالکلام آزاد نے اس طرح کھینچا ہے :

”بیانہ میں شہر سے باہر ایک ویران باغ تھا۔ وہیں مٹی کا جھوپڑا بنالیا اور مقیم ہو گئے اپنے ہاتھ سے پانی بھرتے شلے سر پر اٹھا کر لے جاتے۔ پیاسوں کو پلاتے اور نمازیوں کو وضو کرا دیتے۔ بوڑھے آدمیوں کو دیکھتے کہ بھاری بوجھ اٹھائے جا رہے ہیں تو ان سے پھین کر خود اٹھا لیتے اور کوسوں دوڑتے ہوئے ساتھ چلے جاتے تھے

باسک روہاں کن آمیزش کہ مادی چوں زراہ

باز بزم بردوش دل منزل بمیزل می برند

ناز کا وقت آتا تو لکڑہاروں اور سقوں کو جمع کرتے اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے کسی پیشہ ور کو دیکھتے کہ عذر معاش سے نماز میں شریک نہیں ہوتا تو اپنی کمائی اس کو دیدیتے اور منت و زاری کے ساتھ کہتے کہ جماعت میں شریک ہو کر نماز پڑھ لو وہ پڑھ لیتا تو ایسے خوش ہوتے گویا دنیا جہاں کی پادشاہت اس نے دے دی اور بروز یہ حالت بڑھتی گئی یہاں تک کہ ”عشق خالق“ اور خدمت خلق کے سوا کسی اور بات سے واسطہ نہ رہا۔

دو عالم از اثر شعلہ جالش سوخت بجز متاع محبت کہ در پناہ منت“ لے

لے تذکرہ - ص ۴۲، ۴۳ (کلکتہ پبلیشن)

کتاب المکاتیب میں ایک خط ”رعاية الانصاف والاعتدال فی اعتقاد الصوفیہ میں
 ارباب الاحوال“ میاں عبداللہ نیازی کے نام ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ محدثؒ
 کے ان سے مخلصانہ مراسم تھے اور وہ میاں عبداللہ کے متعلق بہت اچھی رائے رکھتے تھے۔
 لکھتے ہیں :-

”مکتوب مرغوب نصیحت اسلوب رسید و بطلان آں مشرت شد و انصاف آں فوائد
 کتاب مرآۃ الصفا کہ مصحوب مکتوب ارسال داشتہ بود نہ بہرہ مند و مستفید گشت و بہر
 پروردگار کریم جل جلالہ و لطیفہ شکرگزاری بجا آورد کہ بارے دریں روزگار جامعہ ہستند کہ
 بقول فعل تحریر و ترغیب بر متابعت سنت سید الانبیاء و صلوات اللہ و سلامہ علیہ و
 علیہم می نمایند و از بدعتات و مستحکات اجتناب نموده دیگران را نیز منع و نہی می فرمایند“
 شیخ نیازی نے اپنے خط میں صوفیہ کے متعلق بعض خیالات کا اظہار کیا تھا۔ شیخ محدثؒ
 کو ان خیالات سے اختلاف تھا۔ اس خط میں انہوں نے اپنے مخصوص انداز میں ان تمام
 اعتراضات پر بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ تصوف کی حقیقت کیا ہے؟ صوفیہ صافی کون
 ہیں؟ ان کے متعلق کیا عقیدہ رکھنا چاہیے؟ حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ کی تصانیف
 کی کیا اہمیت ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ حاصل کلام یہ ہے کہ تصوف صرف وہ ہے جو ”موافق
 کتاب اللہ و سنت رسول اللہؐ ہو۔ باقی سب گمراہی ہے۔ مشائخ کا تصوف ایسا ہی تھا
 جو لوگ کتاب و سنت پر عامل نہیں وہ صوفی نہیں۔ ان کو ”حشویہ“ یا ”باطنیہ“ کہنا چاہیے اور
 ان کے عمل کو صوفیہ صافی کا عمل سمجھ کر حقیقی تصوف کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے۔ حقیقی
 صوفیہ کا مرتبہ بہت اعلیٰ اور ارفع ہے۔

”اصل عنوان صوفیہ مرتبۃ عظیمہ و مقامے رفیع و مسلک طریق مستقیم است“

باب چہارم (۴)

نواب مرتضیٰ خاں شیخ فرید

نواب مرتضیٰ خاں شیخ فرید، دور مغلیہ کے مشہور اکابر و اعیان سلطنت میں سے تھے۔ اکبر کے عہد میں وہ بخشی کے عہدے پر مامور تھے لیکن بقول مصنف اقبال نامہ جہانگیری "بخشی بود وزیر نشان" جہانگیر کے عہد میں اُن کی دیانت، راست بازی اور محنت کی بہت قدر کی گئی اور اُن کو گجرات کا والی مقرر کر دیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد ان کو پنجاب بھیج دیا گیا اور وہیں اُنہوں نے ۱۰۲۵ھ میں وصال فرمایا۔ اور دہلی میں سپرد خاک کیے گئے۔^{۱۶۱۶}

شیخ فرید کو اللہ تعالیٰ نے ایک حساس قلب اور بیدار مغز عطا فرمایا تھا۔ علماء و مشائخ سے ان کو گہری عقیدت تھی۔ شاہ ولی اللہ دہلوی لکھتے ہیں:-

شیخ فرید بخاری کہ اذا فاطم امرئے اُن زماں بود جامع بود در میان نجابت و صلاح و اعتقاد
مشائخ صوفیہ^{۱۷}۔

وہ مذہبی شعار کو رواج دینے کے لیے بے چین رہتے تھے۔ اسی تنگ و دو میں اُن کا وقت صرف ہوتا تھا، انہیں کوئی لگن تھی تو یہی، کوئی مصروفیت تھی تو یہی۔ اُن کے زمانے کے علماء و مشائخ نے اس جذبے کو سمجھ لیا تھا، اور وہ پوری طرح اس کی قدر کرتے تھے۔ اکبری دور میں جب سنت و شریعت سے بے تعلقی بڑھی اور محلات شاہی فتنہ و فساد کا مرکز بنے تو حالات

۱۷ جہانگیر کو جب ان کی وفات کا علم ہوا تو "ازیں خبرنا خوش خاطر آزدگی تمام بہم رسانید" تزک جہانگیری^{۱۸}
۱۸ ملاحظہ ہو، واقعات دار الحکومت دہلی۔ جلد سوم ۱۷۵ انفاس العارفین۔

کی اصلاح کے لیے علماء و مشائخ کی نظر انتخاب ان ہی پر پڑی حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنی انقلابی تحریک میں اُن سے دست راست کا کام لیا۔ حضرت خواجہ باقی باللہؒ نے نقشبندیہ سلسلہ کی ترویج میں اُن کی ہمدردیوں سے فائدہ اٹھایا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اجابہ سنت و شریعت کے لیے اُن ہی کی حمیت دینی کو متحرک کیا۔

مشائخ کی نظر میں شیخ فرید کی جو قدر و منزلت تھی اس کا کچھ اندازہ خواجہ باقی باللہؒ کے مکتوبات سے ہو سکتا ہے حضرت خواجہ ان کو قبلہ گا ہی سلامت کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔ ایک بار اپنی مجلس میں فرمانے لگے :

”شیخ را براحقما است و بر وسیلہ وجود ہم پر شیخ کے بہت حق ہیں اور ان کے وجود
ایشان دریں راہ کشايشہادیدہ ایم“ کی برکت سے ہم نے بڑی فتوحات اور کشائش
دیکھی ہیں۔

مجدد صاحبؒ ایک مکتوب میں ان کے احسانات کا ذکر کرتے ہوئے یہ شعر لکھتے ہیں

گر برتن من زباں شود ہر موئے
یک شکر تو از ہزار نتوان کرد ۱۵

شیخ فرید کے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ سے بہت گہرے تعلقات تھے۔ شیخ محدثؒ خود ان کا بڑا ادب و احترام کرتے تھے۔ کتاب المکاتیب والرسائل میں مندرجہ ذیل سات خطوط شیخ فرید کے نام ہیں :-

(۱) تحسین المطلوب بانظار المحبوب و رعایۃ الاعتدال فی العلم والحال (ص ۷۷-۷۸)

(۲) تقسیم الامام علی اربعۃ اقسام (ص ۸۳-۸۴)

(۳) تنبیہ الغافلین بنصار الہ دنیا و اربابہا و اغترار الجاہلین بزخارفہا و اسبابہا (ص ۸۴-۹۱)

(۴) مجید الذکر فی بیان حقیقۃ الشکر (ص ۹۹-۱۰۲)

۱۵ مکتوبات مجدد الف ثانیؒ

۱۵ کلمات طیبات ص ۸۲

(۵) تسبیب النحر لدفع الغیر ودوام اللجاء بالخوف والرجاء (ص ۱۱۱-۱۰۸)

(۶) کشفنا استار الظلم عن سان الحال والقلل وبقلم (۱۱۵-۱۱۱)

(۷) التعظیم لامر اللہ والشفقة علی خلق اللہ (ص ۱۶۰-۱۶۶)

ان مکتوبات کا ایک ایک لفظ پر معنی ہے شیخ محدثؒ اور شیخ فرید کے باہمی تعلقات کی نوعیت اور اس زمانہ کی مذہبی اور سماجی حالات پر بڑی مفید اور دلچسپ روشنی پڑتی ہے۔ اگر ان خطوط کے مطالعہ کے وقت یہ بات بھی ذہن میں رکھی جائے کہ یہ زیادہ تر عہد اکبری میں لکھے گئے ہیں تو ان کا صحیح مفہوم سامنے آجائے۔

پہلے خط میں شیخ محدثؒ تین ہدایتیں کرتے ہیں:

(۱) طلب صادق پیدا کرو۔

(۲) پاداش عمل کا خیال رکھو۔

(۳) ظاہر و باطن میں کامل امتزاج پیدا کرو۔

”طلب صادق“ کی وضاحت اس طرح کرنے کے بعد —

”طلب بر جان طالب چنان غالب آید و استیلا یابد کہ هیچ مقصود سے و هیچ آرژو سے

ازاں منع نیاید و غلبہ شوق و تعطش بآں سرحد رسد کہ اگر عقلاتے عالم حکم کنند کہ وصول

بدین مطلوب محال است و حصول این مقصود متعذر، این سخن در گوش اصلا راہ نیابد“

فرماتے ہیں کہ بیکار بیٹھنے کی گنجائش نہیں۔ جو کچھ کر سکتے ہو کرو۔ یہ خیال نہ کرو یہ چھوٹا

ساکام ہے۔ اللہ نے ہر کام کا اجر مقرر کیا ہے۔ فمن يعمل مثقال ذرة خیرا یرہ و

من يعمل مثقال ذرة شریرہ۔ پھر ظاہر و باطن کے امتزاج پر نہایت ہی پرتاثر گفتگو

کرتے ہوئے یہ شعر پڑھتے ہیں:

بر کف جام شریعت بر کف سندان عشق ہر مونس کے نذر اند جام و سندان با عشق

۱۔ کتاب المکاتیب۔ ص ۷۳ ۲۔ ایضاً۔ ص ۷۶

ایک خط میں ارشاد ہوتا ہے کہ دین کے دو بازو ہیں۔ **التعظیم لامرأئہ اور الشفقتہ علی خلق اللہ۔** دونوں کی وضاحت کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

”امامقام التعظیم لامرأئہ عالی تروشان و مرتبہ سے دراعلا رکلمہ اسلام و تشمید و تائید امر دین و ملت بالاتراز آست و بہ حقیقت پہنچ کا ہے کہ باعث قبول و سفید رومی مرد دربارگاہ عزت و درگاہ نبوت تواند شد، بالاتراز ان نیست کہ در تقویت دین و ملت و ترویج و تائید سنت کو شد و در ان بذل و مجود نماید و در سواد آن شکر اگر چہ تن تنہا باشد یفزیاد“

شیخ محدثؒ امرائے دین کے جس بازو کو قوی کرنے کی اُمید رکھتے تھے اس کو نہایت عمدگی اور صفائی سے اس جملہ میں بیان کر دیا ہے۔ وہ امرائے کواعلا رکلمہ حق کے لیے تیار کرنا چاہتے تھے شیخ فرید نے اس سلسلہ میں جس خلوص اور انہماک کا ثبوت دیا اس کا اندازہ اس خط سے ہوتا ہے جو شیخ محدثؒ نے ان کی عیادت کے لیے لکھا ہے۔

”مقصود غرض دعا بود و شکرانہ وجود شریف و صحت و سلامت ذات بابرکات از

عارضہ ضعف کہ عنصر لطیف طاری شدہ بود، الحمد للہ کہ بطالع فقرار و درویشان و

توجہ مجاہد کہ درنت بغار وحشت از چہرہ مقصود زود بصفا مبدل شد، وجود شریف

ایشان عنایت است و بقاء ذات بابرکات محض حکمت و عین مصلحت“

ایک خط میں ان کے متعلق فرماتے ہیں :-

”حق نعمتہ از آنحضرت بر ذمہ فقرار وقت ثابت شدہ است“

لگے ارشاد ہوتا ہے :

”گاہے گلے میں خس ریزہ را کہ آنرا قلم نامند بردست این حقیر جریاں می دہند و اپنے

لائق روزگار اصحاب و موافق حال میں فقیر بود حریفے سرچی زند“

۱۱ کتاب المکاتیب - ص ۱۱۱

۱۲ ایضاً ص ۱۰۲

۱۳ کتاب المکاتیب - ص ۱۶۱

۱۴ ایضاً ص ۱۰۲

اس کے بعد خاموشی سے لکھتے ہیں۔

”اگر دراصل آں حرف آشنا سرزد نہ ہے سعادت و قبول اما بشرط ستر و کتمان

تا سخن در پردہ بماند و قدم از جادہ ادب بیروں نیفتد“ ۱۵

شیخ محدثؒ کا یہ جملہ حقیقت میں اُن کے خطوط کا مفہوم سمجھنے کے لیے کلید کا کام دیتا ہے۔ وہ ”ستر و کتمان“ کے قائل تھے۔ ”در پردہ“ بات کرتے تھے۔ غیر ضروری ہنگامہ آرائی انہیں پسند نہ تھی جو مقصد پیش نظر تھا وہ خاموشی اور احتیاط سے بھی حاصل ہو سکتا تھا۔ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ مجھے خط لکھتے ہوئے بڑی سراسیمگی اور پریشانی ہوتی ہے۔ وجہ یہ بتاتے ہیں :

”دلدار افشائے مکاتیب خصوصاً وقتے کہ مکتوب ایہ در غایت عزت و رفعت

درجہ و کاتب در نہایت ناکسی و خواری افتد ایں جا قلم زن سراسیمہ و حیران

بود و قلم از دوسے سراسیمہ ترو حیران تر“ ۱۶

پھر فرماتے ہیں کہ خدا کا شکر ہے کہ جناب والا میں مدح و ستائش کی تمنا بالکل نہیں ہر۔

باب پنجم (۵) عبد الرحیم خان خاناں

ہیرم خان کے فرزند عبد الرحیم خان خاناں (۹۶۳-۱۰۳۶ھ) کا نام مغلیہ عہد کی تاریخ میں علم و فضل، اور شجاعت و شہامت دونوں کی وجہ سے مشہور ہے۔ عربی اسے مخاطب کر کے کہتا ہے ۶

اے داشتہ در سایہ ہم تیغ و قلم را !

وہ اپنے زمانہ کا جید عالم تھا۔ دنیا کی بہت سی زبانوں پر پوری قدرت رکھتا تھا۔ آثار الامراء میں لکھا ہے :-

”خانخاناں در قابلیت و استعداد یکتائے روزگار بود و ادعوی فارسی و ترکی و ہندی و اوستا داشت شعر خوب می نمید و می گفت۔ رحیم خلیص می کرد۔ گویند کہ با کثر زبانہا کہ در عالم رائج است حوت می زد“ ۷

مولانا شبلی نے لکھا ہے کہ خانخاناں اس درجہ کا سخن منج تھا کہ اگر وہ شاعری میں پڑتا تو عربی اور نظیری کا ہمسر ہوتا ۸

شجاعت و ہتور کا یہ عالم تھا کہ دکن (جو بہت سے مغل سپہ سالاروں کی شہرت کا مدفن تھا) ہمیشہ اس کی شہامت و بہادری کے افسانوں سے گونجتا رہا۔ محمد غوثی نے

۷ تفصیلی حالات کے لیے ملا حظہ ہو، آثار رحیمی، عبد الباقی ہنودندی، نیز آثار الامراء، حصہ دوم ۸ آثار الامراء، جلد دوم، ص ۷۰۹۔ ۹ شعر اعجم

اس کے اخلاق، معنوی فقر، فصاحت و بلاغت، بخشش و کرم اور حافظہ کی بڑی تعریف کی ہے یہ اس کو صوفیہ اور مشائخ کی عجبت میں بیٹھنے کا بہت شوق تھا اور ان سے بڑی عقیدت کے تعلقات رکھتا تھا۔ مجدد صاحب کے مجموعہ مکتوبات میں متعدد مکتوبات اس کجام کے ہیں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے بھی نواب خاں خاناں سے بہت گہرے تعلقات تھے۔ اکبری عہد میں جن امراء نے اپنے دینی احساس و شعور کو بیدار رکھا تھا، ان میں نواب خاں خاناں بھی تھے۔ اور صرف یہی ایک بات شیخ محدث کی نظر میں ان کی عزت اور عظمت قائم کرنے کے لیے کافی تھی۔ کتاب المکاتیب میں مندرجہ ذیل پانچ خطوط شیخ نے ان کے نام لکھے ہیں

(۱) اختیار التخلی لا انتظار التجلی (ص ۷۰-۷۳)

(۲) تذکیر اولی الاہلام بان لذات الدنیا کلھا آلام و رفع التعب والغنا بالجمع
بین الفقر والغنا۔ (ص ۷۷-۸۰)

(۳) سلوک اقرب اسبل بالتوجه الی سید الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ص ۹۱-۹۶)

(۴) صندوق العطش والدوام فی طلب المقصد والمرام (ص ۹۶-۹۸)

(۵) اتحات الاحبہ بیان حدیث المحبۃ (ص ۱۰۲-۱۰۶)

ان خطوط سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خان خاناں کو صرف بزرگوں کی صحبت ہی سے دلچسپی نہ تھی بلکہ سلوک و معرفت کی وادیوں کی سیر کرنے کا بھی شوق تھا۔ اور اسی وجہ سے وہ مشائخ سے مراسلت رکھتا تھا۔ شیخ محدث نے اپنے مکتوبات میں بعض باتیں اُس کی روحانی تربیت کے لیے لکھی ہیں۔ بعض باتوں کا مقصد احیاء شریعت و سنت کے لیے اس کی حمیت دینی کو جوش دلانا ہے۔ ان مکتوبات کا ایک ایک حرف جذبے اور تاثیر سے ڈوبا ہوا ہے۔

مکتوب اول میں ”عمل ہیمن“ کی تلقین اس طرح کرتے ہیں کہ

”در تمام سال شہرے و دریا ہے ہفتہ و در ہفتہ روزے و در روزے ساعت“ ۱

انسان اپنے کام میں مشغول رہے۔ ایک لمحہ کی کوتاہی بعض اوقات مہلک ثابت ہوتی ہے۔
فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ ”حصول یقین“ کے انتظار میں عمل کو ٹالتے رہتے ہیں یہ ٹھیک نہیں ہے۔

”شیخ ذکر اللہ باخیری فرمود، دراول حال شیخ ذکر اللہ باخیر فرماتے تھے کہ ابتدائے حال

اختیار عمل را مشروط بحصول یقین نباید داشت میں عمل کو حصول یقین کے ساتھ مشروط نہیں

وہماں قدر تصدیق کہ حاصل است اگرچہ کرنا چاہیے۔ اسی تصدیق پر جو حاصل ہے۔

اعتقاداً و تقلیداً باشد شروع در عمل باید کرد، (اگرچہ وہ اعتقاداً اور تقلیداً ہی کیوں نہ ہو) عمل

تاہم از صفا معاملات و نورانیت عمل رفتہ شروع کر دینا چاہیے تاکہ معاملہ کی صفائی اور عمل

رفتہ حجاب ریب از جمال شاہد غیب ہر رفتہ کی نورانیت کی وجہ سے شک و شبہ کا حجاب

و نور یقین جلوہ گراید راضی شدن بہ نقصان شاہد غیب کے جمال سے رفتہ رفتہ اٹھ جائے

و تسویف و تاخیر سعی در ازالہ و علاج آن اور یقین کا نور جلوہ گر ہو۔ نقصان پر راضی ہو جائے

مقصد را دور تر اندازد و علت بعد و حجاب تسویف اور ازالہ و علاج میں تاخیر کرنے سے مقصد

را مستقر و ممکن سازد و ختم و طبع و زیر کشد دور تر ہو جاتا ہے۔ حجاب اور دھڑی کی علت

نعوذ باللہ منہا، یقین است کہ صاحب مستقل اور مضبوط کر کے دل پر ہر لگا دیتا ہے

فطرت سلیم ہرگز از جادہ سلامت طریق نعوذ باللہ منہا۔ یقین ہے کہ فطرت سلیم رکھنے والا

استقامت بدریافتہ..... یکے شخص ہرگز سلامتی کی راہ اور استقامت کے طریقے

از محققان گفتہ است کہ فطرت سلیمہ مجہول سے ہمیں ہنسیگا..... ایک محقق نے کہا کہ فطرت

است براختیار دین اسلام“ ۱۵ سلیمہ دین اسلام قبول کرنے پر مجبور ہے۔

دوسرے مکتوب میں شیخ محدث ”آداب سحر گاہی“ کی تلقین اس طرح فرماتے ہیں :-

۱۵ یہاں حضرت شیخ کے خیالات شاہ کلیم اللہ دہلوی سے بہت ملتے ہیں۔ شاہ کلیم اللہ صاحب اپنے خلفاء کو ہدایت فرمایا کرتے تھے کہ وہ اس انتظار میں نہ رہیں کہ غیر مسلم پہلے مسلمان ہو جائیں پھر ان کو ذکر بتایا جائے ذکر پہلے بتا دیا جائے وہ خود ان کو رہقہ اسلام میں کھینچ لیگا ”ما خطہ ہو“ مشائخ چشت ”باب اول، شاہ کلیم اللہ دہلوی“ ۱۵ کتاب المکاتیب - ص ۹۳۔

مشترک گفتہ اند کہ دریں عالم آنچه از لذتہائے بہشت نمود گذشتہ اند ذوق تلک و مناجات
وقت سحر است“ ۴۷

ایک اور نظم میں ارشاد ہوتا ہے :

”پیرا و پیر عالمیاں حضرت غوث الثقلین شیخ محیی الدین ابی محمد عبدالقادر
جیلانی زمامی فرماید کہ نیم شب برخیز وضو تارہ بساز دو رکعت نماز گزار و

بمسجدہ رو“ ۴۸

ایک جگہ ”فقیہ صابر“ اور ”غنی شاکر“ کا دلچسپ موازنہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں :-

آنرا کہ سوزش فقر در ساز دو غناش از فائزہ پیروں اندازد فقرش مبارکباد

و آنرا کہ غنا براہ اعتدالی برد و با عروس تو فقیہ ہم آغوشی دہد غناش گوارا باد

..... غنی باید کہ فقیر را از خود بہتر داند فقیر نیز خطبہ فضل غنا بلند تر از پایہ

حال خود خواند تارہ جانمین عجب و تکبر راہ نیاید“ ۴۹

ایک مکتوب میں ترویج دین کی اہمیت کو اس طرح بیان فرما کر کہ

”اعظم امور دریں باب ارشاد و ہدایت است و تجدید و ترویج احکام سنت،

بالا ترازیں کایے کہ مثمر سعادت ابدی و دولت سرمدی گرد نیست“

سعدی کا شیعر ۵۰

دلے کہ عاشق و صابر بود مگر سنگ است ز عشق تا بہ صبوری ہزار فرسنگ است

کچھ اس انداز سے پڑھتے ہیں کہ نشتر کا کام کرتا ہے ۔

۴۷ کتاب المکاتیب - ص ۷۸

۴۸ کتاب المکاتیب - ص ۱۰۵

۴۹ کتاب المکاتیب - ص ۹۳

۵۰ کتاب المکاتیب - ص ۸۰

باب ششم (۶) فیضی

شیخ مبارک کا بیٹا، ابوالفضل کا بڑا بھائی، دربار اکبری کا مشہور شاعر فیضی کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ وہ اپنے عہد کا مشہور و معروف شاعر اور ممتاز عالم تھا۔ عربی، فارسی اور سنسکرت کا فاضل تھا۔ قرآن شریف کی تفسیر بے نقط سواطع الالہام کے نام سے لکھی تھی جس کے متعلق غلام علی آزاد بلگرامی کا خیال ہے کہ

”برہان فصیلت شیخ فیضی..... است کہ دریں ہزار سال پیشتر پہ مستعدی

رایسر نہ شد“ ۱۵

محمد حسین آزاد نے صحیح لکھا ہے کہ انشا پر دازی فیضی کے قلم کو سجدہ کرتی ہے۔ اس کے شاعرانہ کمالات کا اعتراف اہل زبان کو بھی کرنا پڑا تھا۔ مولانا شبلی کا خیال ہے:-

فارسی شاعری نے چھ سو برس کی وسیع مدت میں ہندوستان میں صرف دو شخص

پیدا کیے جن کو اہل زبان کو بھی چار و ناچار ماننا پڑا۔ خسرو اور فیضی“ ۱۶

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور فیضی میں بہت گہرے تعلقات تھے۔ حجاز کو روانہ ہونے سے قبل دم فتح پور سیکری میں اُن کی صحبت میں رہے تھے۔ لیکن بعد کو جب فیضی کے عقائد

۱۵ آخر الکرام۔ ص ۱۹۹۔ لیکن بدایونی نے اس تفسیر کے متعلق لکھا ہے کہ ”برائے شستن بدنامی کہ تار و زجرا

بصد آب دریا شستہ نگرود، در عین حالت مستی و خابست می نوشت“ (تنب التواتر۔ جلد سوم۔ ص ۲۹۹

۱۶ دربار اکبری۔ ص ۳۷۱

۱۷ شعرا عجم۔ حصہ سوم۔ ص ۷۲۔

میں بے راہ روی پیدا ہوئی تو شیخ نے اس سے قطع تعلق کر لیا۔ جب شیخ حجاز سے واپس آئے تو فیضی نے ایک خط میں شوق ملاقات کا اظہار کیا، اور لکھا —

اگر بال و پوسے می د شتم ہر روز ہر دم اں حجرہ می نشستم و دانہ چیں نکات
محبت می شدم“ لے

بدایونی نے لکھا ہے کہ شیخ محدثؒ نے فیضی سے ملنا پسند نہ کیا اور
”مکاتیب عذرا میزنوشت و انقطاع را بہانہ ساخت“

فیضی کو شیخ محدثؒ سے جو والہانہ عقیدت اور محبت تھی اس کا اندازہ فیضی کے مکتوبات سے
لگایا جاسکتا ہے۔ یہ سب مکتوبات اپنی جگہ بے حد اہم ہیں اس لیے ضمیمہ میں شامل کر دیے گئے۔
جس زمانہ میں فیضی اپنی تفسیر سواطع الالہام میں مصروف تھا، اس کی تمنا یہ تھی —
”بزدی بخد مت میفرستد، کہ انوار نظر دوستاں را تاثیرے دیگر است“

شیخ کا مکتوب گرامی عرصہ تک نہ پہنچتا تو لکھتا —

”دے است کہ آنجا نب نیسے نور زیدہ، سولہ بخیر یاد۔ در پناہ حق باشنند“

ایک خط میں لکھتا ہے :

”محبت پناہ! دریں ماہ رمضان آوازہ مقدم گرامی بسیار بود، چنانچہ خدم سلالۃ الاصفیاء

شیخ موسیٰ بقیر فرمودند و بجد بودند، یارب چه صورت دارد فی الواقع و قوسے پیدا خواہد کرد

یا محض حرف و صوتے است باعلام حقیقت حال“

فیضی کا یہ مہول تھا کہ جو تصنیف مکمل ہوتی، شیخ کی خدمت میں روانہ کرتا۔ امدان

کی رکے معلوم کر لے کا متمنی رہتا۔ یہاں فیضی کی شیخ محدثؒ سے عقیدت و ارادت پر

تفصیلی گفتگو کی ضرورت نہیں، اس لیے کہ وہ تمام مکتوبات جو لطیفہ فیضی میں شیخ کے نام ہیں

یہاں درج کیے جا رہے ہیں۔

فیضی کی شیخ محدثؒ سے یہ ذاتی عقیدت ان کے اس زخم کو مندرجہ ذیل نہ کر سکی جو فیضی کی دینی بے راہ روی سے ان کے حساس قلب پر لگا تھا۔ چنانچہ فہرست التوالیف میں فیضی کے متعلق لکھتے ہیں :-

”دریں جزدنماں زبان بشاعری کشادہ و داد سخن وری دادہ است۔ فیضی اگرچہ کہ در فصاحت و بلاغت و منازات و رضانت سخن ممتاز روزگار بود، ولیکن چیف کہ بہ جست وقوع و مہبوط در لایو کفر و ضلالت رنم انگار و ادبار بر ناصیہ احوال خود کشیدہ، زبان اہل دین و ملت، جناب نبوت را از بردن نام دے و نام جماعت مٹوم دے پاک است، تاب اللہ علیہم ہر ان کا نوا مؤمنین“۔

شیخ محدثؒ نے اس طرح غصہ کے لہجے میں کسی معاصر کی گمراہی اور بے راہ روی کی تنقید نہیں کی۔ یہ تلخ نوائی شدت احساس کا نتیجہ معلوم ہوتی ہے۔

شیخؒ کے مجموعہ مکاتیب میں ایک خط

”تثبت القدم علی الاضطبار بترک صحبۃ الاستداد والاعیار“

فیضی کے نام ہے۔ اس خط میں شیخ محدثؒ نے دو طبقوں کی حالت کا موازنہ کیا ہے۔ ایک طبقہ ہے جس کو عیش و عشرت، سیر و تفریح کا شوق ہے جس کا تمام وقت ”ہوائے باغ و سیر صحرا“ میں گزرتا ہے۔ دوسرا طبقہ ہے کہ ”با وحشت انس گرفتہ“ ان کے دل میں کسی اور چیز کی لگن ہے۔ وہ سیر و تفریح سے دور اپنا وقت گزارتے ہیں۔ یہ فرق دکھانے کے بعد شیخ محدثؒ فیضی کے سامنے ایک ایسا شعر پڑھتے ہیں جس کو سن کر فیضی کو یقیناً پسینہ

۱۔ فہرست التوالیف (قلمی) ۲۔ ملا عبدالقادر بدایونی اس کے متعلق لکھتے ہیں :-

”در وادی عناد و عداوت با اہل اسلام و طعن در اصل اصولی دیں و اہانت و مذمت صحابہ کرام و تابعین و سلف و خلف متقدمین و متاخرین و مشائخ و اموات و احوال و بے ادبی و بے محاشی ... ہمہ بیود و انصاری دہنود و نجوس بروہنار شرف داشتند“

مکتب التوازیخ جلد سوم ص ۲۹۹-۲۰۰

آگیا ہو گا۔

تو دلِ غمِ جگر را چہ شناسی کہ نبود دست

جرا ز مے گل رنگ بدامان تو داغے!

آگے چل کر شیخ لکھتے ہیں کہ جب میں دیکھتا ہوں کہ کوئی شخص غم خواری اور ہمدردی کرنے والا نہیں تو بعض اوقات حیاں ہوتا ہے کہ عام لوگوں کے راستے پر چلنے لگوں، لیکن پھر غیب سے یہ ندا سنائی دیتی ہے —

”از صوبت این راہ مترس کہ بسیار باں راہ رفتہ اند و بمنزل مقصود رسیدہ“

فرماتے ہیں :-

”ہیچ کس را..... نیام کہ حرف آشنا گوید و ہمتے بخشہ و دل داری دہد، اینجا نفس گوید کہ تو راہ گم کردہ و در کار خود غلط خورہ راہ ہاں است کہ عامہ خلایق ہاں سو میروند، کار ہاں کہ ایشاں میکنند، اینجا حیرتے و توقفے بلکہ تذبذبے و ترددے راہ یا بد و قدم بہت از رفتاری کہ دارد باز ماند و بروش اہل عالم نگراں گردد و نزدیک است کہ رفتار خود را بگذارد و ہماں راہ رود کہ دیگران می روند باز ندائے از غیب در رسد یا ہم از باطن سالک پیدا شود و اللہ اعلم، کہ ہاں حکایت نفس مشن و بفریب دیوار راہ مرد و باز نگر کہ منزل نزدیک است“ لے

باب ہفتم

ملا عبد القادر بدایونی

ملا عبد القادر بدایونی عہد اکبری کے مشہور مؤرخ تھے۔ عربی فارسی اور سنسکرت کے فاضل تھے۔ اکبر نے ان کو تصنیف و تالیف اور ترجمے کے کام پر مامور کیا تھا۔ لجنہ داؤدی رکھتے تھے اس لیے ابتدائی زمانہ میں شاہی امام کی خدمات بھی انجام دی تھیں۔ اکبر کے مذہبی افکار سے شدید اختلاف تھا۔ اپنی کتاب منتخب التواریخ میں اس کی دینی گمراہیوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور ان درباری اُمراء و شعراء کی شدید مذمت کی ہے جنہوں نے اکبر کے خیالات کی تائید کی تھی۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی جن دنوں فتح پور سیکری میں شیخ فیضی اور مرزا نظام الدین احمد بخش کے پاس مقیم تھے ملا صاحب اکثر ان کی مجلس میں شریک ہوا کرتے تھے۔ خود لکھتے ہیں۔

”پیوستہ از فوائد صحبتش محفوظ بودم“ ۱۷

شیخ محدث جب حجاز سے واپس آئے تو بدایونی نے دہلی میں ان سے ملاقات کی یہ ملاقات سرسری سی ہوئی تھی اس لیے کہ بدایونی اس وقت لشکر کے ہمراہ لاہور جا رہے تھے بدایونی کو اس کا بڑا افسوس رہا اور لاہور سے شیخ محدث کے نام ایک خط میں لکھا ”در وقتیکہ ملازماں ایشان بدہلی تشریف آوردند و مخلص خود را ساعتی لطیف مشرف

ساخند آن ملاقات بجز قطعش و اشوق نیفرود و چندان چیز ناگفته و ناشینده ماند کہ

چگوید ۱۷

اسی خط میں لکھتے ہیں :

”این فقیر را بعین الیقین معلوم شدہ است کہ در ذات ایشان معنی محبت

و حقیقت آشنائی تنگن یافتہ است“ ۱۸

شیخ محدث گور ملا بدایونی میں محبت و یگانگت کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ دونوں ایک ہی خانوادے سے منسلک تھے۔ حضرت مخدوم شیخ حامدؒ کے فرزند و سجادہ نشین شیخ موسیٰؒ سے شیخ محدث بیعت تھے۔ اور شیخ داؤدؒ مرید و خلیفہ شیخ حامدؒ سے ملا عبد القادر بدایونی نسبت رکھتے تھے۔

ملت کی پریشیاں حالی کے جس احساس نے شیخ عبدالحقؒ کے قلب و فکر کو گریا تھا اسی جذبہ نے ملا عبد القادر کو بھی بے چین کر دیا تھا۔ شیخ محدثؒ نے اپنے ماحول پر خرم و احتیاط کے ساتھ تنقید کی، ملا عبد القادر نے بے پردہ اور بے باکانہ۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ ایک جگہ لکھتے ہیں :

”بعض خوش اعتقاد بزرگوں کا خیال ہے کہ ملا عبد الباقی اور مخدوم الملک کی

نسبت ملا عبد القادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں جو کچھ لکھا ہے اس کو

ملا صاحب کی نکتہ چیں طبیعت کی بے اعتدالیوں اور معاشرت کے تعصب

پر محمول کرنا چاہیے۔ لیکن ان بزرگوں کو معلوم نہیں کہ ملا بدایونی کے علاوہ اس

۱۷۔ منتخب التواریخ۔ جلد سوم۔ ص ۱۱۳ ۱۸۔ ایضاً

۱۹۔ تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو۔ اخبار الاخیار۔ ص ۲۰۰-۲۰۱۔

۲۰۔ تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو۔ اخبار الاخیار۔ ص ۲۰۱-۲۰۲۔ منتخب التواریخ۔ جلد سوم ص ۳۸-۳۹

۲۱۔ خود شیخ محدثؒ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں :

”انا ترسم کہ سخن مبالغہ گفتہ نشود و از حیث اعتبار کہ روش این فقیر است بیرون نیفتم“ ص ۳۰۰

عمد کے دیگر قلع نگار بھی اس بارے میں متفق ہیں اور گو بدایونی کی طرح
 بے پردہ و بے باکانہ لکھنے کو شیوہ حزم و احتیاط و تہذیب نگارش
 کے خلاف سمجھتے ہیں مگر اصلیت کا صاف اقرار کرتے ہیں۔ شاہ عبدحق
 محدث دہلویؒ سے بڑھ کر محتاط اور پردہ پوش راوی کون ہوگا.....
 شاہ صاحب نے جو کچھ لکھا ہے (مخدوم الملک کے متعلق) اس سے زیادہ
 بدایونی نے کونسی بات لکھی ہے؟ البتہ شاہ صاحب تہذیب نگارش و
 طریق احتیاط و عفو پر نظر رکھ کر پردے پردے میں لکھتے ہیں اور بدایونی اپنے
 جوش حق گوئی و اضطراب راست بیانی میں کسی بات کی پرواہ نہیں کرتے۔^{۱۵}

باب ہفتم

مرزا نظام الدین احمد بخشی

مرزا نظام الدین احمد بخشی، مؤلف تاریخ اکبر شاہی یا طبقات اکبری۔ دربار اکبری کے بیچ ہزاری امراء میں تھے۔ عرصہ تک گجرات کے بخشی رہے تھے۔ علم و عمل کی بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ ارکین کا خیال ہے کہ وہ اپنے عہد کے بہترین مورخ تھے۔ مذہب کا صحیح احترام ان کے دل میں تھا۔ بدایونی لکھا ہے کہ ”جہت یگانگت دینی“ مجھے اُن سے بڑی محبت تھی۔ ۲۳۔ صفر ۱۱۸۷ مطابق ۲۸۔ اکتوبر ۱۷۷۴ء کو جب اُن کا انتقال ہوا تو کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو ان کے غم میں پر غم نہ ہو گئی ہو۔ اکبر نامہ میں ہے۔

”شہر یار پاپیشناس لختے دل گرفتہ داز الہی درگاہ آمرزش خواست

آشنا و بیگانہ با فسوس برخاست و راستی بسوگواری نشست“

بدایونی کو تو ان کی موت کا اتنا صدمہ ہوا کہ اشک حسرت از دیدہ ریختہ و سنگ میدی بر سینہ زد۔
مرزا نظام الدین اور شیخ محدث رحیمیں بے حد خلوص اور یگانگت کے تعلقات تھے ابتداً زاد میں شیخ محدث فتح پور سیکری میں ان کے پاس ٹھہرے تھے۔ پھر جب وہ ایک جذبہ کے ماتحت یک سخت حجاز کی طرف چل کھڑے ہوئے تھے تو مرزا ہی نے اُن کی زاد راہ کا انتظام

۱۔ بخشی کے فرائض یہ تھے: فوج کی بھرتی، منصب داروں کے رجسٹر رکھنا۔ تنخواہ کے قواعد کی پابندی کرنا وغیرہ وغیرہ۔ ۲۔ ایلٹ جلد پنجم۔ ص ۱۷۸۔ ۳۔ منتخب التواریخ: جلد سوم۔ ص ۳۹۔

۴۔ اکبر نامہ: جلد سوم ص ۶۵۵۔ ۵۔ منتخب التواریخ: جلد سوم۔ ص ۳۹۔ بدایونی نے نجات المرشد مرزا صاحب ہی کے اصرار پر تصنیف کی تھی۔

کیا تھا اور نہایت خاطر و مدارات سے اُن کو احمد آباد میں اپنے یہاں ٹھہرایا تھا۔

باب (۹) نهم میر سید طیب بلگرامی

میر سید طیب بلگرامی، میر سید عبدالواحد بلگرامی صاحب سبع منابل کے فرزند اور سجادہ نشین تھے۔ علم و فضل، زہد و ورع میں اپنی مثال آپ تھے۔ آزاد بلگرامی نے اُن کے متعلق لکھا ہے :

”وے ذات مقدسی است کہ اگر ثقلین با و نماز کند می زبید و اگر

زمین و نماں بر خود بالندی شاید“

سید کرم اللہ پیر سید العارفین میر شاہ لدہا کہا کرتے تھے :

”اگر کسے خواہد ملک را بر دے زمین بہ بیند میر سید طیب را

مشاہدہ کند“

میر طیب درس و تدریس کا مشغلہ رکھتے تھے۔ ہدایہ تفسیر بیضاوی وغیرہ پر نہایت عالمانہ حاشیے لکھے تھے۔ ان میں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی میں بڑی محبت اور مودت تھی۔ آزاد بلگرامی نے لکھا ہے :

”در میان شیخ عبدالحق دہلوی قدس سرہ و حضرت میر سید طیب و مودت

عظیم بود، شیخ عبدالحق بہ رعایت بزرگی اور شیخ طیب جی گفت“

۱۔ گلزار ابرار ۱۷۷ تا اثر الکرام۔ ص ۴۷ ۲۔ ایضاً۔ ص ۴۸۔ ۳۔ ایضاً۔ ص ۴۹۔

ایام پیری میں ایک مرتبہ شیخ محدثؒ درس دے رہے تھے کہ کسی مقام پر رک گئے اور
 فرمانے لگے کہ اگر میرید طیب اس وقت موجود ہوتے تو بہ آسانی اس مشکل کو حل کر دیتے۔
 اتفاقاً میرید طیب اسی وقت وہاں پہنچے، شیخ بہت خوش ہوئے اور وہ مشکل ان کے
 سامنے پیش کی۔ انہوں نے اس عبارت کو اس طرح پڑھا کہ مشکل خود بخود حل ہو گئی۔
 اس زمانہ میں شیخ نور الحق خلف الصدق شیخ عبد الحقؒ آگرہ میں قاضی تھے۔ شیخ محدثؒ نے
 میر صاحبؒ سے دریافت کیا کہ کس راہ سے آئے؟ جب معلوم ہوا کہ آگرہ کی طرف سے
 آنا ہوا تو فرمایا کہ نور الحقؒ سے تو ملاقات ہوئی ہوگی۔ میر صاحب نے جواب دیا "سفر میں کچھ
 ایسے موانع پیش آئے کہ ملنے کا موقع نہ ملا۔ شیخ نے فرمایا۔

"ظاہر اذینک اور متکب قضا شد اعراض بہ عمل آمد"

پھر شیخ نور الحقؒ کی تعریف کی، اور کہا:

"اگرچہ پیر من است اما بجائے پدر، اگرچہ شاگرد من است اما بجائے

استاد، اگرچہ مرید من است اما بجائے پیری دانم" ۱۵

میرید طیب یہ سن کر اس طرح اٹھ گویا کسی ضرورت کے لیے جاتے ہیں، لیکن اسی
 وقت آگرہ کے لیے روانہ ہو گئے، اور شیخ نور الحقؒ سے ملاقات کر کر واپس آئے شیخ
 عبد الحقؒ ان کے اس اخلاق سے بے حد متاثر ہوئے اور بقول آزاد بلگرامی

"معدرتما بر زبان آورد" ۱۵

باب دہم

محمد غوثی شطاریؒ

مولانا محمد غوثی ابن حسن ابن موسیٰ شطاری صاحب گلزار ابرار ۹۶۳ھ میں مانڈو میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کرنے کے بعد شیخ وجیہ الدین عسکوی گجراتیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے حلقہ تلامذہ میں شامل ہو گئے محمد غوثی حضرت سید محمد غوث گوالیاری شطاریؒ سے بیعت تھے۔

شیخ محدثؒ اور مولانا غوثی کے تعلقات کی تفصیل کہیں دستیاب نہیں ہوتی گلزار ابرار میں مولانا غوثی نے ان کو اپنا دوست بتایا ہے۔ اور لکھا ہے کہ جب شیخ حجاز جاتے ہوئے مالوہ میں ٹھہرے تھے تو ان سے بہت سے فیوض حاصل کیے تھے۔

حزبِ حق

شیخ محمد ث کی اولاد

شیخ نور الحق

شیخ نور اللہ

ابو المفاخر

شیخ علی محمد

شیخ محمد ہاشم

سید اللہ عظیم اللہ

محبت اللہ جبار اللہ

محمد مراد محمد جواد ابو المواہب

محمد محشم

صیغۃ اللہ ابوالجیات حافظ

نور الحق سعد الدین محمد قاسم سید الحق فیض الحق

کمال الدین خیر اللہ شیخ الاسلام

محبت اللہ سعادت اللہ غلام محمد ظہور الحق معین الحق

غلام حسن میا احسان مولوی نظام الدین نور الحق عرف حافظ محمدی

خیرات علی محمد امان نور الاسلام محمد سالم اکرام الدین احمد الحق

برکت علی

محمد الحق عبدالسلام ولی اللہ احسان الحق

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے تین فرزند تھے۔ شیخ نورالحق، شیخ علی محمد اور شیخ محمد ہاشم۔
 اول الذکر کا تفصیلی ذکر آگے آتا ہے۔ شیخ علی محمدؒ جید عالم اور مترادف بزرگ تھے۔ انہوں
 نے تین کتابیں تصنیف فرمائی تھیں :-

(۱) خزائن الدرر: عربی، فارسی، ترکی لغت

(۲) رسالہ احوال پنج پیرانِ چشت : حالاتِ خواجہ معین الدین چشتیؒ، قطب صاحبؒ

بابا فریدؒ، محبوب الہیؒ، چراغ دہلویؒ۔

(۳) نجات المریدین: احوال حضرت غوث الاعظمؒ

یہ تینوں کتابیں اب نایاب ہیں۔ سرسید احمد خاں نے آثار الصنادید کے دوسرے ایڈیشن میں رسالہ احوال شیخ پیران چشت کا حوالہ دیا ہے۔

فرزند سوم محمد ہاشم کے متعلق فرس التوالیف میں لکھا ہے :
”جہر طبع اور بحدت و سلامت و قوت در علم خصوصاً بعلم شریف

صریح موصوف و ممتاز راست“

محمد ہاشم کے فرزند محمد عاصم سے شیخ محدثؒ کو بڑی محبت تھی۔ ایک مکتوب میں لکھتے

ہیں :-

”فرزند دلہند بجاں پیوند محمد عاصم را فرستادم کہ چند گاہ دیدہ

بجاں و کمال اور روشن گرداند“ ۱۵

باب اول

شیخ نور الحق مشرقی

شیخ محدثؒ کے فرزند اکبر شیخ نور الحقؒ ۹۸۳ھ میں پیدا ہوئے تھے تعلیم و تربیت باپ ہی کے آغوش میں پائی۔ شرح قرآن السعدین میں لکھتے ہیں کہ میرے باپ ہی نے اب ت کی تختی مجھے پڑھائی اور میرے باپ ہی نے مجھے فارغ التحصیل کر دیا۔ شیخ محدثؒ کی حیات میں انہوں نے اکبر آباد کی قصا کو قبول کر لیا تھا۔ شاہجہاں ایام شاہزادگی سے ان کی استعداد اور قابلیت کا معترف تھا جب تخت نشین ہوا تو اصرار کر کے یہ خدمت ان کے سپرد کر دی۔ شیخ نور الحقؒ نے یہ کام نہایت خوبی سے انجام دیا۔ آزاد بلگرامی نے لکھا ہے :

”حق این منصب نازک نوعی کہ باید بہ تعظیم رسانید“

شیخ نور الحقؒ زیادہ عرصہ تک منصب شاہی سے وابستہ نہیں رہے۔ شیخ محدثؒ کی وفات کے بعد انہوں نے اپنے باپ کی مسند ارشاد کو سنبھال لیا۔ شاہجہاں نامہ میں لکھا ہے :

”وہیں از رحلت آن جناب نور الحق خلف الصدقش کہ در علم و فضل شہرہ آفاق بود مدت مدید صدر آرائے مدرسہ استفادہ گشتہ“

۱۔ شرح قرآن السعدین (قلمی) ۲۵۰ ماثر الکرام ص ۲۰۲

۲۔ شاہجہاں نامہ (اعمال صراح) ص ۳۸۵۔

شیخ محدثؒ کو اپنے فرزند اکبر سے بے حد محبت اور لگاؤ تھا۔ ایک خط میں لکھتے ہیں

”از من پیچ علی نیامدہ کہ واسطہ و سبب نجات من در عاقبت گردد، الا

وجود مسعود آن فرزند دلہند بیت

شنیدم کہ در روز امید و بیم بیاں را بنیکال بخشد کریم

و از نجاست کہ پسر صالح را از اعمال خیر بہر شمرده اند“

رسالہ وصیت میں اپنے متعلقین اور مسلمانین کو ہدایت فرماتے ہیں کہ

”فرزند عزیز نور الحق را خلیفہ و جانشین فقیر دانند۔ و بادے بتعلیم و تقدیم

پیش آیند“

شیخ محدثؒ ان کو اپنا ”وجود ثانی“ کہا کرتے تھے اور ان کے علم و فضل کے دل سے

معترف تھے۔

شیخ نور الحقؒ اپنے والد ماجد سے بیعت تھے۔ بعد کو حضرت عاشق محمد نبیرہ

حضرت خواجہ شاہ نظام الدین نار لویؒ سے عقیدت پیدا ہو گئی تھی اور ان کے حلقہ

مریدین میں شامل ہو گئے تھے۔ فتح العارقیں میں لکھا ہے :-

ہر گاہ حضرت شاہ عاشق محمد بر سید ارشاد نشست و خرقہ خلافت از

والد بزرگوار دریافت شیخ نور الحق بن حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی

از ایشان استفادہ فیض باطن نمود“ ۱۷

شیخ عبد الحق دہلویؒ کی توجہ کامرکز مشکوٰۃ تھی، تو شیخ نور الحقؒ کی کوششوں کا مجموعہ بخاری

انہوں نے چھ جلدوں میں بخاری کی شرح تیسیر الفاری کے نام سے فارسی میں لکھی اور اس کو

اوزنگ زیب عالمگیر کے نام سے منسوب کیا۔ یہ شرح ۱۲۹۸ھ میں مطبع علوی محمد علی حسن خاں

لکھنؤ سے شائع ہوئی تھی۔

علم و ادب کا ذوق خاندانی وراثت تھا مشرقی تخلص کرتے تھے شعر خوب کہتے تھے۔ ان کے
شاعرانہ کمالات اور صلاحیتوں کے متعلق شیخ عبدالحق کی یہ رائے دیکھی سے پڑھی جائیگی:
”وجود فرزند مسعود نور دیدہ دانش آئینش نور الحق الملقب بمشرقی است کہ شروق نیز فضل و
کمال دے در ہر دو طریقہ دانشوری و سخنوری با وسطا السمار استواء اعتدال نزدیک بہ سمت
الراہ رسیدہ است، یقین منست کہ اگرے توجہ ہر گمارد و بر طریقہ شعرائے زمانہ مشب و
رد بمشوق سخن و فکر شہر دے آرد خمسہ نظامی و خسرو راقع تواند کرد و لیکن توجہ اشتغال
دے بجانب علم و صلاح و نفس الامر غالب آمدہ۔ بنی گذارد کہ بطرف شعرو طریقہ شعروے
آرد“ لے

فرحت الناظرین میں لکھا ہے کہ شیخ نورالحق نے ایک شنوی تحفۃ العراقین لکھی تھی
اور ان کا ایک دیوان بھی تھا جو پانچ ہزار اشعار پر مشتمل تھا۔ یہ شنوی اور دیوان اب دستیاب
نہیں ہوتے۔ چند اشعار کتابوں میں نقل کیے گئے ہیں جن کی بنا پر ان کے کلام کے متعلق
کوئی رائے قائم کرنا مشکل ہے۔

از شیوہ ہمدان ایں دور خلافت گویم رمزے اگر بگیری بگزاف
چوں شیشہ ساعت اند پیوستہ ہم دلہا ہمہ پر غبار و رد ہا ہمہ صاف

ۛ

با آنکہ مشرقی ہمدان دیدہ چوں گل است
باہچکس چوں چشم حجاب آشنا بنود

شیخ نورالحق کی مندرجہ ذیل تصانیف خاص طور سے قابل ذکر ہیں:
۱۔ شرح شمائل ترمذی۔ اس کا قلمی نسخہ رامپور کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

۲۔ نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں ”تصانیف

۱۔ نرس التواہیف (قلمی)

۳۔ نمبر ۹

مغز و ایں دارد

(۲) تفسیر سورة الفاتحہ - قلمی نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے کتب خانہ میں ہے۔

(۳) حاشیہ علی شرح الجاحی - قلمی نسخہ پیشاور اور حیدرآباد میں ہیں۔

(۴) شرح عضدی - برعضدی و شرح مطالع و شرح ہدایہ
و حکمت و دیگر کتب متداولہ حواشی وارد
شرح مطالع
شرح ہدایہ

(۵) شرح قرآن السعدین - قلمی نسخہ برٹش میوزیم اور مسلم ایجوکیشنل کانفرنس
کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔

(۶) رسالہ در بیان رویا۔

(۷) محیی القلوب

(۸) زبدۃ التواریخ

شیخ نور الحق کے علم و فضل اور زہد و اتقا کا دور دورہ شہرہ تھا۔ سلاطین، علماء و
صوفیہ سب ان کی قدر و منزلت کرتے تھے۔ شاہ جہاں نے ایک باغ گوشک نامی
آپ کو عطا کیا تھا۔ فرحت الناظرین میں لکھا ہے:-

۱۔ نمبر ۱۱ (II) ۱۳۰۶ ۱۷۲۴ء نمبر ۱۶۲۴ - جلد دوم (کتب خانہ آصفیہ)
۲۔ فرحت الناظرین (قلمی)
۳۔ نور العین شرح قرآن السعدین - امیر خسرو کی مشہور شہنوی
ہے جس میں کیقباد اور بغراخان کی ملاقات کا حال بیان کیا گیا ہے۔ شیخ نور الحق نے اس کی شرح لکھی۔ شیخ محمد
نے اس کے مسودہ کو شروع سے آخر تک ملاحظہ فرمایا تھا۔ اور اس میں اضافے فرمائے تھے۔

۴۔ ملاحظہ ہو فهرست مرتبہ دوم، جلد دوم ۱۷۲۴ء ملاحظہ ہو معارف، اکتوبر ۱۹۲۶ء ص ۲۸۴-۲۸۸۔
۵۔ دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ نواب مرتضیٰ خاں شیخ فرید نے ان کے والد ماجد سے تاریخ لکھنے کی درخواست کی تھی
شیخ ان دنوں بعض اہم علمی تصانیف میں مصروف تھے، یہ کام ان کے سپرد کر دیا اس میں نواب مرتضیٰ خاں کا حال
تفصیلی درج ہے۔ نیز حمہ غوری سے لے کر جہانگیر تک کے حالات نہایت صفائی سے تحریر کیے گئے ہیں۔ قلمی نسخہ
برٹش میوزیم (ریوانج ۱) اور کتب خانہ آصفیہ (نمبر ۱۱) میں موجود ہے۔

۶۔ مرآۃ المحققین - ص ۱۱۳ (یہ بارغ اکتیس بیگہ کا تھا اور عرصہ تک شیخ کے خاندان میں رہا۔

”بار بار ملازمت اقدس عالمگیر بادشاہ رسیدہ بغایات بادشاہانہ ممتاز

گردیدہ بود“

حضرت شاہ ابوالمعالیؒ اُن کا اتنا خیال کرتے تھے کہ ایک مرتبہ شیخ عبدالحق نے عرض کیا کہ مشرقی آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ رکھتا ہے۔ تو فرمایا۔
”تصدیق نکشد ما بدین آدمی آئیم۔“

جذبہ عشق بحدیث میان من و یار کہ اگر من نروم او بطلب می آید
شیخ نورالحق نے اپنے عظیم المرتبت باپ کی طرح بیشتر وقت علم حدیث کی تبلیغ و ترویج میں صرف کیا۔ ۹۔ شوال ۱۰۳۷ھ کو نوے سال کی عمر میں داعی اہل کولبیک کہا اور اپنے باپ کے احاطہ مزار میں سپرد خاک کیے گئے۔

شیخ نورالحق کے صرف ایک فرزند شیخ نور اللہ تھے۔ ان کے چار بیٹے تھے۔

اولاد (۱) سیف اللہ (۲) علیم اللہ (۳) محب اللہ (۴) جبار اللہ

شیخ سیف اللہ نے ۱۰۱۹ھ میں شمائل ترمذی کی شرح اشرف الوسائل کے نام سے فارسی میں لکھی تھی۔ فرزند سوم شیخ محب اللہ علم و فضل میں ممتاز تھے۔ انہوں نے صحیح مسلم کی شرح منبع العلم کے نام سے لکھی۔

شیخ محب اللہ کے دو لڑکے تھے، حافظ فخر الدینؒ اور شیخ نورالحق ثانی۔ مورخ الذکر نے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی عربی تصنیف ماقبت بالنسۃ کی شرح فارسی میں لکھی تھی۔

۱۔ کتاب المکاتیب - ص ۳۰۳ - ۳۰۵۔

۲۔ یہ شرح ۲۔ رجب ۱۰۹۱ھ کو مکمل ہوئی اور اورنگ زیب کو پیش کی گئی۔ لکھتے ہیں: ”پس چوں صورت اتمام گرفت، ساختم آن را تخطہ در گاہ معلی بادشاہ طفر قرین سلطان دیں پرور السلطان اعظم ابو لطف رحیمی الدین محمد عالمگیر قازی لازالت رایات سلطنتہ مقارنۃ لآیات النفع والظفر“

۳۔ مرآۃ الحقائق میں لکھا ہے: ”یہ کتاب کتب خانہ مولوی انوار الحق میں قبل از غدر ۱۰۵۵ھ موجود تھی، اس کے بعد سے نہیں ہے“ ص ۱۱۵۔

باب دوم (۲) حافظ محمد فخر الدینؒ اور ان کی اولاد

شیخ محب اللہؒ کے فرزند اکبر حافظ محمد فخر الدینؒ حدیث کے جید عالم تھے۔ انہوں نے اپنے باپ کی شرح منبع العلم پر نظر ثانی کی اور اس کو از سر نو ترتیب دیا۔ حصین حصین کی فارسی شرح لکھی، جو مطبع نول کشتور سے طبع ہو چکی ہے۔ علاوہ ازیں عین العلم مصنفہ شیخ محمد بن عثمان بن عمر بلخیؒ کو فارسی زبان میں منتقل کیا۔

حافظ فخر الدینؒ کے فرزند ارجمند شیخ الاسلام محمد کو بھی بہت شہرت حاصل ہوئی۔ نادر شاہ کے حملہ تک وہ دہلی میں رہے۔ اور صدر الصدور کی خدمات انجام دیتے رہے۔ انہوں نے صحیح بخاری کی شرح چھ جلدوں میں لکھی تھی جو لکھنؤ سے شائع ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ ان کی دو تصانیف یہ ہیں:

(۱) کشف الغطاء عما الزم للموتی علی الاحیاء، تجمیر تکفین سے متعلق ہے اور دو مرتبہ دہلی سے شائع ہو چکی ہے۔

(۲) طرد الاوهام عن اثرا لام الامام: اثبات مذہب امام ابو حنیفہؒ پر تھی۔ جس زمانہ میں حضرت شیخ الاسلام دہلی میں منصب صدر الصدور کی خدمات انجام دے رہے تھے وہ بڑا ہوش ربا دور تھا۔ دہلی بقول شاہ ولی اللہ دہلویؒ مہینہ نہ لےب صبیان تھی۔ سکھوں، مرہٹوں، جاٹوں وغیرہ کی ہنگامہ آرائی نے زندگی کو ایک بوجھ بنا دیا تھا۔ شرح بخاری کے نصف اول کے خاتمہ پر لکھتے ہیں:-

تمام شد بحول اللہ و قوت ترجمہ نصف صحیح درہنگام کمال تہمت بال و پریشانی حال از نسب

و غارت خانہ در جلد دیار شہر کمنہ دہلی من آخر حجابی الثانی ۱۲۶ھ

مولانا محمد شیخ الاسلامؒ کے فرزند شیخ سلام اللہ محدث رامپوری اپنے زمانہ کے مشہور محدث تھے۔ حدائق الحنفیہ میں لکھا ہے کہ وہ فقیہ فاضل، محدث کامل، مفسر متبحر، علامہ عصر محقق اور مدقق تھے۔ صاحب تذکرہ کمالان رامپور کا بیان ہے کہ وہ تمام کتب غیر درسیہ پر مثل کتب درسیہ کے قادر تھے۔ علوم منقول حدیث، رجال، لغت، ادب سب میں کامل تھے، اور عربی زبان میں مطالب علمیہ کو لکھنے میں بد طولی تھا وہ دہلی کے حالات سے بد دل ہو کر رام پور چلے گئے تھے اور وہاں درس تدریس کا کام اعلیٰ پیمانے پر شروع کر دیا تھا ۱۲۲۹ھ یا ۱۲۳۳ھ میں وصال فرمایا اور بغدادی صاحب کے مزار کے احاطہ میں سپرد خاک کیے گئے۔

شیخ سلام اللہ صاحبؒ نے موطا کی شرح شرح محلی محل اسرار الموطا کے نام سے دو جلدوں میں لکھی تھی۔ ڈاکٹر زبید احمد صاحب کا خیال ہے کہ محلی، مستوی (شاہ ولی اللہ دہلوی) سے زیادہ جامع ہے۔ مگر مستوی کی ترتیب محلی کی ترتیب سے بہتر ہے۔ محلی کے علاوہ شیخ سلام اللہ صاحبؒ کی تصانیف یہ ہیں:-

(۱) شرح شمائل ترمذیؒ

(۲) رسالہ مناقب اہل بیت بنام خلاصۃ المناقبؒ

(۳) کمالین حاشیہ تفسیر جلالینؒ

(۴) رسالہ اصول حدیث

شیخ سلام اللہ صاحب کے دو صاحبزادے تھے۔ شیخ نور الاسلام اور محمد سالم

۱۔ حدائق الحنفیہ - ص ۴۶۸ ۲۔ "معارف" دسمبر ۱۹۴۲ء ص ۴۲۲۔

۳۔ ۴۔ یہ کتابیں مولوی الحارث الحق کے کتب خانہ میں تھیں (مرآۃ المفاتیح - ص ۱۱۶)

شیخ نور الاسلام علوم عقلیہ و نقلیہ اور علم ریاضی میں کمال رکھتے تھے۔ علم طب سے بھی دلچسپی تھی۔ مولانا غیاث الدین صاحب غیاث اللغات نے طب انہی سے پڑھی تھی۔
 شیخ نور الاسلام کچھ عرصہ رام پور میں مفتی بھی رہے تھے۔ ان کی تصانیف مندرجہ ذیل ہیں :-

(۱) رسالہ بحث زمان بنام ایشارا الحق (۲) رسالہ بحث مکان

(۳) رسالہ اصول حدیث (۴) رسالہ اسطرلاب

(۵) حاشیہ علی میرزا علی الرسالۃ القطبیہ

مولانا حاجی ابوالخیر محمد سالم نے مندرجہ ذیل تصانیف چھوڑی تھیں :-

(۱) رسالہ نور الایمان (۲) رسالہ اصول الایمان

(۳) لطائف الاسرار (۴) طریق السالم

(۵) رسالہ عذب نہر ترجمہ خربالجر (۶) رسالہ در بیان جواز سماع

مولانا نور الاسلام اور مولانا محمد سالم کے بعد شیخ محدث کے خاندان کی علمی حیثیت تقریباً ختم ہو گئی۔ حدیث سے وہ والہانہ تعلق جو شیخ محدث سے لے کر مولانا محمد سالم تک خاندان حقی کی خصوصیت تھی بعد کسی بزرگ میں نظر نہیں آتی۔ اس خاندان کے دو آخری بزرگوں مولانا انوار الحق حقی مرحوم دہلویؒ، اور مولانا برکت علی حقی مرحوم دہلویؒ

۱۔ اجماع العلوم ج ۳ ص ۹۲۷ ۱۸۳۸ء میں پیدا ہوئے۔ فارسی مولانا صہبائی سے، حساب و ہندسہ مولوی مشتاق احمد شاگرد مولانا ملوک اعلیٰ سے، منطق مفتی عبدالدین خاں سے، علم کلام مولانا حیدر علی فیض آبادی اور مفسر وقایہ و ہدایہ مولانا عبدالرزاق سے پڑھی۔ ابتدائی زمانہ میں علمی مشاغل تھے اور شیخ محدث کی کتابوں کو جمع کیا تھا۔ بعد زندگی بدل گئی اور سرکاری ملازمت میں بٹھیں کر لی۔ شیخ محدث کے مکتوبات کو انہوں نے شائع کیا تھا۔ شاہ کلیم اللہ دہلویؒ کے حالات میں ان کا ایک مختصر رسالہ مسلم یونیورسٹی کے کتب خانہ میں ہے (ذخیرہ سر شاہ سلیمان) اسی رسالہ کے ساتھ میر حسن علاء سجزی صاحب فوائد الفوائد کی ایک مختصر لیکن نایاب تصنیف مع المعنی بھی شامل ہے جو مطالعہ کے قابل ہے۔ شیخ نظام الدین اولیاء نے اس رسالہ کو بہت پسند فرمایا تھا ۱۸۷۸ء شیخ محدث کے حالات میں انہوں نے مرآۃ الحقائق تصنیف کی۔

کو اپنے بزرگوں کی روایات کا بڑا خیال تھا اور انہوں نے شیخ محدثؒ کی تصانیف کی حفاظت اور حالات کی اشاعت میں بیش قدر خدمات انجام دیں۔

فہرست تصانیف اولاد شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ

شیخ نورالحق بن شیخ عبدالحقؒ

- | | | |
|-----------------------------------|-----------------------|-------------------------|
| (۱) تیسیر القاری شرح صحیح البخاری | (۲) شرح شمائل ترمذی | (۳) تفسیر سورة الفاتحہ |
| (۴) حاشیہ علی شرح الجامی | (۵) شرح عضدی | (۶) شرح مطالع |
| (۷) شرح ہدایہ | (۸) شرح قرآن السعیدین | (۹) زبدۃ التواریخ |
| (۱۰) رسالہ در بیان رویا | (۱۱) محیی القلوب | (۱۲) ثنوی تحفۃ العراقین |

شیخ علی محمد بن شیخ عبدالحقؒ

- | | |
|-----------------|-------------------------------|
| (۱) خزائن الدرر | (۲) رسالہ احوال شیخ پیران چشت |
|-----------------|-------------------------------|

(۳) نجات المریدین

شیخ سیف اللہ بن شیخ نور اللہ بن شیخ نور الحقؒ

- (۱) اشرف الوسائل فی شرح شمائل ترمذی

شیخ محب اللہ بن شیخ نور اللہؒ

- (۱) منبع العلم ترجمہ صحیح مسلم

حافظ فخر الدین بن شیخ محب اللہؒ

- | | | |
|--------------------|-------------------|------------------|
| (۱) شرح منبع العلم | (۲) شرح عین العلم | (۳) شرح حصن حصین |
|--------------------|-------------------|------------------|

شیخ نور الحق ثانی بن شیخ محب اللہؒ

- (۴) شرح ما ثبت بالسنۃ

شیخ الاسلام بن حافظ فخر الدین

(۱) شرح صحیح بخاری (۲) کشف الغطاء عما الزم للموتی علی الاحیاء

(۳) طرد الاوهام عن اثر الامام الهمام

مولانا محمد سلام اللہ محدث بن مولانا شیخ الاسلام

(۱) محلی شرح موطا (۲) رسالہ مناقب اہل بیت بنام خلاصۃ المناقب

(۳) شرح شمائل ترمذی (۴) مکالمین حاشیہ تفسیر جلالین

(۵) رسالہ اصول حدیث

مولانا نور الاسلام بن محمد سلام اللہ

(۱) رسالہ بحث زمان (۲) بحث مکان

(۳) رسالہ اصول حدیث (۴) رسالہ اسطرلاب

(۵) حاشیہ علی میرزاہد علی الرسالۃ القطبیہ

مولانا محمد سالم بن سلام اللہ

(۱) رسالہ نور الایمان (۲) رسالہ اصول الایمان

(۳) لطائف الاسرار (۴) طریق السالم

(۵) رسالہ عذب نثر ترجمہ حزب البحر (۶) رسالہ در بیان جواز سماع

پیشکش
حضرت

شیخ محمدت علی اور دینی خدمات

باب اول

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا ماحول

انسان کی ذہنی اور فکری نشوونما میں ماحول کا بہت بڑا حصہ ہوتا ہے۔ وہ اپنی ہمت اور توفیق کے مطابق کچھ ماحول سے لیتا اور کچھ اس کو دیتا ہے۔ اس طرح رد و قبول، جذب و انجذاب، تقلید و اجتہاد کی خاموش لیکن طویل کشمکش کے بعد اُس کی شخصیت کامل کر متعین ہوتا ہے۔ اس بنا پر کسی انسان کو اس کے ماحول سے ہٹا کر سمجھنے کی کوشش کبھی بار آور نہیں ہو سکتی۔ شیخ محدثؒ کے افکار و رجحانات، جذبات و احساسات بڑی حد تک حالات گرد و پیش سے متاثر ہوئے تھے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی دینی خدمات کا جائزہ لینے سے قبل ان کے ماحول کو سمجھ لیا جائے۔

شیخ عبدالحقؒ نے جب آنکھ کھولی تو ہمدوی تحریک پورے عروج پر تھی۔ مہدوی تحریک | ہمدوی تحریک کے بانی سید محمد جونپوریؒ ۱۲۱۳ جمادی الاول ۱۲۴۷ھ مطابق ۱۸۲۳ء کو جونپور میں پیدا ہوئے تھے۔ وہ دل و دماغ کی بڑی خوبیوں کے مالک تھے اس لیے معاصرین نے ان کو اُسد العلماء کا خطاب دیا تھا۔ درس تدریس میں خاص ہمار تھی اُن کے حلقہ درس میں شاہ و گدا سبھی شریک ہوتے تھے۔ چالیس سال کی عمر میں سید محمد جونپوری معتقدین کی ایک مختصر جماعت کو ساتھ لے کر حجاز چلے گئے، وہاں عرصہ تک ارشاد و تلقین اور درس و تدریس میں مصروف رہے۔ ہمدوی تذکروں میں لکھا ہے کہ ۱۲۹۵ھ میں جب کہ اُن کی عمر باون سال تھی انہوں نے مکہ میں ہمدویت کا اعلان کیا۔ اس کے بعد وہ

گجرات کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اور احمد آباد میں مہدوی تحریک کا مرکز قائم کیا۔ وہاں علماء نے اُن کی شدید مخالفت کی، لیکن جتنی وہ مخالفت کرتے تھے اتنی ہی اُن کی تحریک ترقی کرتی تھی مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں۔ ”عشق کی صداقت اور قلب کی پاکی نے ان کی دعوت و تذکیر میں ایسی تاثیر بخشی تھی کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ہزاروں آدمی حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے اور متعدد سلاطین و قس نے ان سے بیعت کی۔ ان لوگوں کے طور طریق کچھ عجیب عاشقانہ و الہانہ تھے اور ایسے تھے کہ صحابہ کرام کے خصائص ایمانی کی یاد تازہ کرتے تھے عشق الہی کی ایک جاں سپار جماعت تھی جس نے اپنے خوں کے رشتوں اور وطن و زمین کی فانی الفتوں کو ایمان و محبت کے رشتہ پر قربان کر دیا تھا۔ اور سب کو چھوڑ چھاڑ کر راہ حق میں ایک دوسرے کے رفیق و غمگسار بن گئے تھے۔ امیر و فقیر اعلیٰ و ادنیٰ سب ایک ہی حال اور ایک رنگ میں رہتے اور بحر خلق اللہ کی ہدایت و خدمت اور احکام شرع کے اجراء و قیام کے اور کسی کام سے واسطہ نہ رکھتے“ لے

حقیقت یہ ہے کہ سید محمد جوہری کی تحریک حالات گرد و پیش کے خلاف ایک زبردست بغاوت کا اعلان تھی۔۔۔ مادیت کی وبا ہر طرف پھیلی ہوئی تھی، شریعت سے انحراف روز بروز ترقی کر رہا تھا، علماء و سوائے دین کی بے حسنی پر کمر باندھی تھی اور سیدھے سادے انسانوں کو گمراہ کر رہے تھے۔ صوفیہ نے شریعت و طریقت کی تفریق میں اپنی بے راہ روی کا جواز تلاش کر لیا تھا، امارا و سلاطین ہنگامہائے ناؤ نوش میں مدہوش تھے۔ اس صورت حال نے سید محمد کے حساس قلب میں کرب اور بے چینی پیدا کر دی۔ انہوں نے اعلیٰ کلمۃ الحق کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دینے کا فیصلہ کر لیا۔ مولانا آزاد اُن کی تحریک کے متعلق لکھتے ہیں۔ ”میرا خیال ہے کہ اس کی بنیاد صداقت و حق پرستی پر تھی، یعنی دعوت و تبلیغ حق و اجراء شریعت و قیام فرض امر بالمعروف و نہی عن المنکر

لے تذکرہ

اُس کا مقصد اعلیٰ تھا اور خود سید محمد اوزان کے پیروں کی پہلی جماعت کے اکثر لوگ بڑے ہی پاک نفس اور خدا پرست لوگ تھے۔^{۱۵}

سیلم شاہ سوری کے عہد میں شیخ علانی، شیخ عبداللہ نیازی وغیرہ نے ہمدوی تحریک کی نشر و اشاعت میں بہت کام کیا۔ اکبر کے عہد میں گجرات ہمدویوں کا مرکز تھا اور وہاں میاں محمد مصطفیٰ کی مسند ارشاد بھی ہوئی تھی۔ علماء اُن کے شدید مخالف تھے۔ ۱۵۳۷ء میں جب اکبر گجرات پہنچا تو انہوں نے میاں مصطفیٰ کے قتل کی تجویز پیش کی۔ اکبر نے میاں مصطفیٰ کو پٹن بھلویا اور اُن سے گفتگو کی۔ ان کی باتوں کا دل پر ایسا اثر ہوا کہ خاں اعظم کو حکم دیا کہ ان کو فتح پور بھیج دیا جائے۔ وہاں اکبر نے علماء کو جمع کیا اور میاں مصطفیٰ سے ہمدویت کے متعلق سوالات کیے۔ بدایونی لکھا ہے:

”در صحن دیوان خانہ علماء را طلبیدہ از شیخ مصطفیٰ تحقیق مسئلہ ہمدویت می نمودند و ادعایب بود و مناظرہ بامتداد کشید“^{۱۶}

میاں مصطفیٰ نے گجرات جاتے ہوئے ۱۵۴۵ء میں وصال فرمایا۔ ان کے بعد شمالی ہندوستان میں ہمدویت کا اثر کم ہو گیا۔

سید محمد ہمدوی کی تحریک احیاء سنت اور امانت بدعت کے لیے وجود میں آئی تھی لیکن یہ اپنے اصلی رنگ میں زیادہ عرصہ تک نہ چل سکی۔ ہمدویت کا تصور، اسلام کے ایک بنیادی اصول ختم نبوت سے ٹکرا گیا اور علماء اسلام مثلاً شیخ علی متقی^{۱۷}

^{۱۵} تذکرہ میاں مصطفیٰ کی ایک تصنیف ”جواہر التصدیق“ ۱۳۶۱ھ میں جمعیت ہمدویہ دائرہ زمستان پور حیدر آباد سے شائع ہوئی ہے۔

میاں مصطفیٰ کے حالات زندگی حافظ محمود شیرانی مرحوم نے اورنٹیل کالج بیگن (۶۳، ۶۴) میں لکھے ہیں (دائرے کے ہمدویوں کا اردو ادب کی تعمیر میں حصہ)

^{۱۶} ملاحظہ ہو مجالس میاں مصطفیٰ (مطبوعہ مکتبہ ابراہیمیہ ۱۳۶۴ھ)

^{۱۷} منتخب التواریخ، جلد سوم، ص ۵۱۔ حالات کے لیے ملاحظہ ہو ضمیمہ۔

”ایک جلی عبارت شیخ ابن عربی قدس سرہ کی ایک پرانی کرم خوردہ کتاب سے ناما لیا
حروت میں نقل کر کے بھیجی جس کا مطلب یہ تھا کہ ”صاحب زماں“ کے پاس بہت سی
عورتیں ہونگی اور وہ بغیر داڑھی کے (ریش تراش) ہوگا“ لے

یہ علماء جس باطنی فسق و فجور میں مبتلا تھے اس کا اندازہ مخدوم الملک کے اس واقعہ
سے ہو سکتا ہے کہ ان کے پاس دولت کی فراوانی کا یہ عالم تھا کہ صرف گھر کے صندوقوں
میں ہی نہیں بلکہ خانہ زانی قبروں میں بھی چاندی مسونے کی اینٹیں ہی مدفون تھیں۔ لیکن
اس کے باوجود عمر بھر بھی زکوٰۃ ادا نہ کی۔ جیلہ یہ نکال لیا تھا کہ ہر سال کے آخر میں اپنا
تمام خزانہ بیوی کے نام جمع کر دیتے تھے اور سال ختم ہونے پر وہ ان کو واپس کر دیتی تھی
ملا بدایونی نے لکھا ہے :-

”و غیر ازیں نیز جیلہ ہائے دیگر کہ حیل بنو اسرائیل پیش آں شرمندہ است و بچنین
خست و رذالت و خبانت و جہالت و مکاری و شمرگاری او کہ بہ مشایخ و فقراء
دیا رخصیہ ہا بہ ائمہ مساجد و اہل استحقاق پنجاب نمودہ بود ایک یک بہ ظہور
بیوست“ لے

حُب جاہ و ذر نے ان علماء کے ضمیر کی آواز کو اس قدر مردہ کر دیا تھا کہ وہ بادشاہ
کی خوشنودی مزاج کی خاطر ہر قسم کے غیر شرعی فتوے دینے کے لیے آمادہ ہو جاتے تھے۔ اگر
کو سجدہ کرنے کا فتویٰ قاضی خاں بدخشان نے دیا تو ملا عالم کابلی کو اس کا انسوس ہوا
کہ بیا جتہادی فضیلت اس کو کیوں نہ میسر آئی! داڑھی منڈوانے کی حدیث شیخ
امان پانی پتیؒ کے بھتیجے نے نکالی۔ فریضہ حج کے اسقاط کا فتویٰ مخدوم الملک کے
ذہن رسا کا نتیجہ تھا۔

علماء سو کی ان اجتہادی سرگرمیوں نے مذہب کی روح کو مردہ کر دیا اور شریعت

سنت سے اعتنائی عام ہو گئی۔ مجدد صاحب ایک مکتوب میں صدر جہاں کو لکھتے ہیں:

”معلوم شریف است کہ در قرن سابق ہر فسادے کہ پیدا شد از شومی علماء و سواد نظامہ
آمد“ لے

اس زمانہ میں گمراہی کا دوسرا زبردست منبع صوفیہ خام تھے۔ انہوں نے
صوفیہ خام ”شرعیہ“ کو ”طریقہ“ سے علیحدہ کر کر تصوف کی شکل کو مسخ کر دیا تھا
مجدد صاحب ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:-

”متصوفان خام و لمحدان بے سرانجام
..... خیال می کنند کہ خواص مکلف
بمعرفت اند و بس و میگویند
کہ مقصود از اینها و شریعت حصول
معرفت است و چون معرفت بامر
شد تکلیفات شرعیہ ساقط گشت و
ایں آیه کریمہ و اعبد ربک حتی
یا تیک الیقین بمتشہدی آرند یعنی
انہما عبادت تا حصول معرفت حق
تعالی است“ لے

بہت سے ایسے مجاہدات رائج ہو گئے تھے جن کو شریعت و سنت سے کوئی تعلق
نہ تھا۔ وحدت و جود کی گفتگو ہر عام ہوتی تھی۔ اور عبد و معبود کے درمیان سب فرق بے معنی
قرار دیا جاتا تھا۔ مجدد صاحب نے ان حالات میں فرمایا تھا۔

لے مکتوبات ص ۱۹۵ جلد اول ۵۵ مکتوبات ص ۳۵۸ دفتر اول۔

”ریاضات و مجاہرات کہ باورئے تقلید سنت اختیار کنند مختبر نیست“ م ۲۲۱ دفتر اول
 ”احوال و مواہید کہ براسباب نامشروعہ مترتب شوند نزد فقیر از قبیل استدراجات
 است“ م ۲۶۴ - دفتر اول

”زخار تبرہات صوفیہ مفتون نگردی و غیر حق راہل سلطانہ حق ندانی“ م ۲۷۲
 ”قص و سرود“ اب تصوف کی جان تھا۔ الحاد و زندقہ کو چھپانے کے لیے ”طریقت“ کا
 لفظ استعمال کیا جاتا تھا۔ مشائخ متقدمین کی روایات بھلائی جا چکی تھیں۔ اور تصوف
 جو کبھی احیاء سنت، تزکیہ نفس اور تخلیہ باطن کا دوسرا نام تھا، اب سراسر ظلمت اور بدعت
 کے مترادف ہو گیا تھا۔

ابتدائی زمانہ میں اکبر مذہب کا سختی سے پابند تھا۔ شریعت کا پورا
دربار اکبری پورا احترام کرتا تھا۔ پنج وقتہ نماز باجماعت پڑھتا تھا اور اس کی تلقین
 کرتا تھا۔ بدایونی نے لکھا ہے :

”ہر پنج وقت برائے خاطر جماعت در دربار می گفتند“

لیکن اس کا شغف زیادہ تر عرصہ تک قائم نہ رہ سکا۔ اور علماء و سواد کی کج سمجھی اور حب زر
 و جاہ نے اس کو مذہب ہی سے برشتہ کر دیا۔ مجدد صاحب نے صحیح لکھا تھا کہ —
 ”در قرن ماضی ہر بلائے کہ بر سر آمد از شومی اس جماعت بود، بادشاہاں را ایشان از راہ
 می برند“

ہوا کہ ۱۵۷۵ء میں اکبر نے ایک عبادت خانہ بنوایا جس میں علماء اسلام کو
 مختلف دینی مسائل پر تبادلہ خیال کرنے کی دعوت دی۔ علماء نے عبادت خانہ کو دنگل
 میں تبدیل کر دیا اور بقول بدایونی

”بدنسیہا ازین جماعت ظاہر شدند“ بہت کچھ یہود گئیں اس گروہ کی ظاہر ہوئیں

۱۔ منتخب التواریخ۔ ۲۔ مکتوبات مجدد الف ثانی۔ ۳۔ م ۲۷۲ دفتر اول حصہ دوم ص ۱۷۱ منتخب التواریخ

بحث اس انداز میں ہوتی کہ علماء کی گردن کی رگیں پھول آئیں اور شور و غل ہونے لگتا۔ اکبر نہایت سنجیدگی کے ساتھ مذہبی معلومات حاصل کرنے کے لیے بے چین تھا۔ جب اُس نے علماء کی یہ حالت دیکھی تو اس کو سخت مایوسی ہوئی اور اس نے ملا عبد القادر کو حکم دیا کہ آئندہ جو عالم بھی نامعقول حرکت کرے اُس کو دربار میں نہ آنے دیا جائے۔ اکبر کے اس حکم کے بعد علماء و سوار کا شور و غل تو غالباً کم ہو گیا ہو گا لیکن ان کی فطرت کب بدل سکتی تھی۔ ایک عالم اگر ایک فعل کو حرام کہتا تو دوسرا کسی نہ کسی حیلہ سے اس کو جائز ثابت کر دکھاتا۔ اکبر کے ذہن پر اس صورت حال کا بہت برا اثر پڑا۔ اور

علماء و عہد خویش را کہ بہتر از غالی و رازی اپنے زمانہ کے وہ علماء جن کو غالی اور رازی

تصور نمودہ بودند، رکاکت کے ایشاں را سے بہتر تصور کرنا تھا، جب ان کا چھپورہ

دیدہ، قیاس غائب بر شاہ کردہ سلف پن دکھا تو سامنے والوں پر غائبوں کو

قیاس کر کے سلف کا بھی منکر ہو گیا رانیز منکر شدند ۲۷

شیخ عبد الباقی جن سے کبھی اکبر کی عقیدت کا یہ عالم تھا کہ ان کے جوتے خود اٹھاتا تھا، ایک مرتبہ عبادت خانہ میں بحث و مباحثہ کر رہے تھے کہ اکبر نے اُن کے سہ پر چاٹا مارا۔

علماء کے جھگڑوں سے تنگ آکر ۱۵۷۹ء میں ایک محضر نامہ جاری کیا گیا جسے ملا مبارک ناگوری نے مرتب کیا تھا۔ اس محضر نامہ میں اعلان کیا گیا کہ

”مرتبہ سلطان عادل عند اللہ زیادہ از مرتبہ مجتہد است“

۱۷ اکبر کا یہ قول ابو الفضل نے آئین اکبری میں لکھا ہے۔

”کاشکے از خوانندگان رسمی علوم چندین اختلاف بگوش ترسیدے از فراوان ذکر گوئی

تفاسیر و احادیث نہ گفت زار نیفتا دے“ (ص ۲۲۱)

دکاشکے میں رسمی علوم کے ماہرین سے اس قدر اختلاف نہ سنا اور تفاسیر و احادیث کے اختلافات مجھے حیرانی میں نہ ڈالے۔

۱۸ منتخب التواریخ

اور اکبر کو حق اجتہاد دیا گیا۔ بظاہر یہ مسودہ بالکل معصوم معلوم ہوتا ہے لیکن اس میں ایک اہم دینی اور فقہی مسئلہ الجھا ہوا ہے۔ اجتہاد کا حق کیا ایک ایسے بادشاہ کو دیا جاسکتا ہے جو علم دین سے پوری طرح واقفیت نہ رکھتا ہو۔؟

اس کے بعد اکبر نے مسجد میں خطبہ پڑھنے کا ارادہ کیا فیضی نے خطبہ میں یہ اشعار لکھے:

خداوندے کہ مارا خسروی داد دل دانا و بازوے قوی داد
بعدل و داد مارا رہنوں کرد بجز عدل از خیال مایروں کرد
بود و صفش از حد فسم برتر تعالیٰ شانہ اللہ اکبر

ابھی خطبہ کے یہ اشعار بھی پوری طرح نہ پڑھتے یا پتا تھا کہ اکبر پر لرزہ طاری ہو گیا اور وہ منبر سے اتر آیا

عبادت خانے کے دروازے اب ہر مذہب اور ملت کے لیے کھولی دیے گئے اور طرح طرح کے مباحث پر گفتگو ہونے لگی۔ اکبر ان میں شرکت کرتا تھا۔ علماء اسلام سے اس کو پہلے ہی نفرت ہو چکی تھی۔ جب غیر مذاہب کے لوگوں نے اس کے دل و دماغ میں اسلام کے متعلق شبہات پیدا کیے تو کوئی طبقہ علماء کا دربار میں ایسا نہ تھا جو ان کو رفع کر سکتا۔ جو مسلمان عالم دربار میں موجود تھے انہوں نے بادشاہ کی ہمنوائی میں ہی اپنی فلاح کا راز پایا۔ اور اس کی ہر بدعت کو جائز قرار دے دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دربار اکبری بدعات کا مرکز بن گیا اور اسلام سے بادشاہ کا تعلق روز بروز کم ہوتا چلا گیا۔

جب اسلام کی ہر ہر بات عقل کی ترازو میں تولی جانے لگی تو لامتناہی تنقید کا سب سے پہلا نشانہ مجتہدین وائمہ بنے۔ ملا عبد القادر نے لکھا ہے:

اگر در عین بحث سخن مجتہدین را اگر کسی بحث و مباحثہ کے درمیان ائمہ

می آوردندی گنت فلاں حلوائی و محمدین کی کوئی بات پیش کی جاتی تو
 فلاں کفش دوز، فلاں چرم گر برما (ابوالفضل) اس کے جواب میں کہتا فلاں
 حجت می آرید؟
 حلوائی فلاں کفش دوز اور فلاں چمرے
 والے کے قول سے تم مجھ پر حجت قائم
 کرتے ہو۔

اس کے بعد دربار میں کھلم کھلا فقہی مسائل اور شعائر اسلامی کا مذاق اڑایا گیا۔ معراج
 کو خلاف عقل ثابت کرنے کے لیے اکبر بیٹھے بیٹھے یکا یک ایک ٹانگ پر کھڑا ہو گیا
 اور کہا —

”ایں معنی را عقل چه گونه قبول کند کہ شخصے در یک لحظه با گرانی جسم از خواب
 با سماں رود“

ملا عبد القادر بدایونی نے دربار اکبری کا جو نقشہ کھینچا ہے اور اسلام کے متعلق اکبر
 کے جن خیالات کو بیان کیا ہے، ان کو موجودہ زمانہ کے بعض مورخین قابل اعتماد
 نہیں سمجھتے، بلکہ ان پر دروغ گوئی کا الزام لگاتے ہیں۔ تاریخی شواہد اس الزام کی
 کی تائید نہیں کرتے۔ بدایونی نے جو کچھ لکھا ہے اس کی تصدیق مجدد الف ثانی
 شیخ عبدالحق، میر عبد الاول اور دیگر علماء و مشائخ کی زبان ہی سے نہیں بلکہ زندگیوں
 سے ہوتی ہے اگر ملا بدایونی کی پیش کی ہوئی تصویر غلط ہے تو حضرت مجدد الف ثانی
 کی برہمی کا مطلب کیا تھا؟ وہ اپنے مکتوبات میں ”غریت اسلام“ کا نوحہ کیوں کرتے
 ہیں؟ ان کو کس دربار میں اصدات و بدعات کا دریا اُمتڈنا ہوا نظر آ رہا تھا؟ وہ کیوں

۱۔ منتخب التواریخ جلد دوم ص ۳۱۷۔ ۲۔ اسی طرح ایک کوشش مکمل لال رائے چودھری
 نے اپنی کتاب ”دین الہی“ میں کی ہے۔ (ص ۲۶۸-۲۷۵) حقیقت یہ ہے کہ جب انسان اپنے کسی نکتہ
 خیال کی تائید پر تلا ہوا ہوتا ہے تو صدق و دیانت کا دامن اکثر ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے۔ اگر ملا نے اکبر کی
 برائی میں مبالغہ کیا ہے تو کیا ابوالفضل نے اس کی تعریف میں مبالغہ نہیں کیا؟ لیکن ابوالفضل کے بیان

امراء و اعیان کو دین و مذہب کی حفاظت کے لیے ترغیب دے رہے تھے؟ — پھر سب ہی سوالات تھوڑے تھوڑے فرق سے شیخ محدثؒ اور اس عہد کے دیگر علماء و مشائخ کے متعلق بھی پیدا ہوتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ اگر ملا بدایونی کی پیش کی ہوئی تصویر میں حق و صداقت نہیں تو پھر اس عہد کا بیشتر مذہبی لٹریچر بے معنی ہے۔ اور یہ سب علماء و مشائخ ایک فرضی ابتری اور انتشار کے خلاف آواز بلند کر رہے تھے۔

مجدد صاحب ایک خط میں خان اعظم کو لکھتے ہیں

در سلطنت پیشین عنادے بدین مصطفوی مفہوم می شد

اس اجمال کی تفسیر ان کے مکتوبات کی تین جلدوں میں ملتی ہے جن میں ایک ایک گمراہی کا پتہ دیا گیا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی تصانیف کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو حضرت مجدد الف ثانیؒ اور ملا عبد القادر کے بیانات کی پوری طرح تصدیق ہو جائیگی۔ شیخ محدثؒ نے اپنے مخصوص انداز میں وہ سب کچھ کہہ دیا ہے جو ملا بدایونی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ شیخ نور الحق بالکل صفائی سے لکھتے ہیں کہ ۹۸۶ھ (یعنی ۱۵۷۸ء) میں بادشاہ نے مذہب کو خیر باد کہہ دیا تھا۔

دربار اکبری میں جن بدعات اور غیر شرعی حرکات کا از نکاب ہوتا تھا اور علماء و فقہاء اسلام کے متعلق جس رائے کا اظہار ہوتا تھا ان کی تفصیل یہاں ممکن نہیں مندرجہ ذیل فرست پر سرسری نظر ڈال لی جائے تو مجملہ ماحول کا اندازہ ہو جائیگا۔

راہ ملت اسلام ہمہ نام عقول و حاد تمام مذہب اسلام نام عقول اور اس کے

و داضع ان فقر و عربان بودند کہ جملہ ایجاد کرنے والے اور بنانے والے عرب کے

مردان و قطاع الطریق و ان دو وہ چند مفلس بد و قرار پائے جو سب کے

ہیت شاہنامہ کہ فردوسی طوسی بطریق سب مفسد اور راہزن تھے۔ اور شاہنامہ

۱۔ مکتوبات مجدد الف ثانی۔ مکتوبہ ۶۵ دفتر اول حصہ دوم ص ۴۵۔

نقل آورده متمسک می ساختند

کے وہ دو شعر جن کو فردوسی نے بیان کیا ہے

ز شیر شتر خوردن و سوسمار

بطور سند پیش کیے جاتے تھے

عرب را بجائے رسید است کار

کہ ملک عجم را کند آرزو

تغویہ تو لے چرخ گرداں تغویہ

ارکان دین کے ہر رکن اور اسلامی عقائد

(۲) در ہر رکنے از ارکان دین دہر

ارکان دین کے ہر رکن اور اسلامی عقائد

عقیدہ از عقائد اسلامیہ چہ در اصول

کے ہر عقیدہ کے متعلق خواہ ان کا تعلق

و چہ فروع مثلاً نبوت و کلام و ردیت

اصول سے ہو یا فروع سے، مثلاً نبوت،

و تکلیف و تکوین و حشر و نشر شبہات

مسئلہ کلام، دیدار الہی، انسان کا

گونا گوں بہ تسخر و استہزاء آورده ہے

ہونا، عالم کی تکوین، حشر و نشر وغیرہ کے

متعلق تسخر اور ہتھکے ساتھ طرح طرح

کے شکوک و شبہات پیدا کیے جاتے تھے۔

(۳) و تو اتر قرآن و ثبوت کلامیت

قرآن کے تواتر اور قرآن کے کلام خدا ہونے

آن و بقلے روح بعد از اضمحلال بدن

کو اور بدن کے فنا ہونے کے بعد روح کے

و ثواب و عقاب یا (غیر از تناسخ)

باقی رہنے، نیز ثواب و عقاب کو محال سمجھنا

محال شمار دند ہے

تھا، البتہ تناسخ کے طور پر عذاب و ثواب

کا قائل تھا۔

(۴) بد بختی چند از ہندواں و مسلمانان

چند ہندو اور چند ہندو مزاج مسلمان آئینہ

ہندو مزاج قدر صریح بر نبوت می

کی نبوت پر صراحتاً اعتراض کرتے تھے۔

کردند ہے

(۵) ”در دیوان خانہ بیچ کس یار لے
اں نداشت کہ علانیہ ادائے صلوة
کند“ ۱۰

دیوان خانہ میں کسی کی مجال نہ تھی
کہ علانیہ نماز ادا کر سکے

(۶) ”عبادت آفتاب راز و زے چار
وقت کہ سحر و شام و نیم روز و نیم شب
باشد لازم گرفتند“ ۱۱

آفتاب کی عبادت دن میں چار وقت
یعنی صبح و شام، دوپہر، آدھی رات میں
لازمی طور پر کرتے تھے۔
وہ شفقہ بھی لگاتے تھے۔

(۷) ”قشقہ کشیدند“ ۱۲

(۸) ”بر غم اسلام خنزیر و کلب از نجس
بودن باز ماند، دروں حرم و زیر قصر
نگاہ داشتہ ہر صباح نظر براں عبادت
می شمرند“ ۱۳

اسلام کے توڑ پر سوراور کتے کے ناپاک
ہونے کا مسئلہ منسوخ قرار دیا گیا، اور
شاہی محل کے نیچے یہ دونوں جانور
رکھے تھے، صبح سویرے اس کے دیکھنے
کو بادشاہ عبادت خیال کرتا تھا

(۹) ”عربی خواندن و دانستن اں عیب
شد وفقہ و تفسیر و حدیث و خوانندہ
آن مطعون و مردود“ ۱۴

عربی پڑھنا، عربی جانتا عیب قرار دیا
گیا اور فقہ و تفسیر و حدیث کے پڑھنے
والے مردود و مطعون ٹھہرائے گئے۔

(۱۰) ”نام احمد و محمد مصطفیٰ و امثال
اں بہ جہت کافراں بیرونی و زنان
اندرونی گراں می آید“ ۱۵

احمد، محمد اور مصطفیٰ وغیرہ نام بیرونی
کافروں کی خاطر سے اور اندرونی
عورتوں کی وجہ سے اس شخص پر گراں
گزرنے لگے۔

۱۰ منتخب التواریخ - ص ۲۱۵ - وغیرہ
۱۱ تا ۱۵ منتخب التواریخ

دربار کا یہ ماحول عوام کی زندگی پر بھی اثر انداز ہوا۔ اور اعتقاد و عمل کے گوشہ گوشہ میں
 شکوک و شبہات کا زہر سرایت کر گیا۔ شیخ محمدؒ نے ان حالات میں اپنے فرائض کو
 محسوس کیا اور اپنے مخصوص انداز میں ماحول کی اصلاح میں منہمک ہو گئے۔

باب دوم

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور ترویج علوم حدیث

اسلامی ہند کی فضائے علم و ادب جن روشن اور تابناک ستاروں سے مزین ہے اُن میں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کو ایک امتیازی شان حاصل ہے۔ انہوں نے نصف صدی سے زیادہ درس و تدریس اور ارشاد و تلقین کا ہنگامہ گرم رکھا اور اُن کا قلم عمر بھر قرآن و حدیث کے اسرار و حکم کی کشف و تحقیق میں گہرا نشانی کرتا رہا۔ شرح سفر السعادت میں ایک جملہ جو انہوں نے دوسروں کے لیے لکھا ہے، خود اُن پر صادق آتا ہے۔

”بہ تجدید و ترویج علم حاصلے تازہ برچہ دین و ملت افزودند“

اُن کا سب سے بڑا اور اہم کارنامہ ترویج علوم حدیث سے متعلق ہے۔ دارالاشکوہ نے بجا طور پر اُن کو ”امام محدثانِ دقت“ کہا ہے۔ خانی خاں لکھتا ہے:

در کمالات صوری و معنوی، و تحصیل علوم عقلی و نقلی خصوص

تفسیر و حدیث در تمام ہندوستان ثانی نہداشت

اس سلسلہ میں شیخ عبدالحقؒ کی خدمات مختصراً مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ایک ایسے دور میں جب کہ علم حدیث شمالی ہندوستان میں تقریباً ختم ہو چکا تھا انہوں نے اپنی مسلسل اور پر خلوص جدوجہد سے اس کو از سر نو زندہ کیا۔

۲۔ شرح سفر السعادت ص ۷۰۔ ۳۔ سکینۃ الاولیاء (قلمی) ۴۔ منتخب الباب ص ۵۱۔ ۵۔

(۲) کتب احادیث کو اپنے زمانے کے نصاب و منہاج کا ایک لازمی جز و بنیاد بنا دیا۔
خود انہوں نے اپنے مدرسہ میں کتب احادیث کے باقاعدہ درس کی ابتداء کی، ان کے
بیٹے اور پوتوں نے اپنے مدرسہ کی اس خصوصیت کو برقرار رکھا۔

(۳) فارسی زبان میں کتب احادیث کے منتقل کرنے کی باقاعدہ کوشش کی اور
اس طرح علوم دینی کے وہ خزانے جو عوام کی دسترس سے باہر تھے، ہر کہ و مہ کے لیے
کھل گئے۔ مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:

”حضرت شاہ عبدالحق محدث جس دور علم و تعلیم کے بانی ہوئے اس کی ایک خصوصیت
یہ بھی ہے کہ علم حدیث کے متعلق فارسی زبان میں جو ملک کی عام زبان تھی تصنیف
و تالیف کی بنیاد ڈالی گئی تھی۔“

عربی سے فارسی میں ترجمہ کر کے شیخ محدث کو بڑی مہارت تھی۔ نواب صدیق
حسن خاں کا خیال ہے:

”در ترجمہ عربی بفارسی یکے ازا فرار ہیں امت است، مثل او درین کار دوبار خصوصاً
دریں روزگار احدی علوم نیست“ ۱۵

(۴) شیخ محدث نے مشکوٰۃ پر خاص توجہ کی۔ ان کو مشکوٰۃ سے وہی تعلق تھا جو
شاہ ولی اللہ دہلویؒ کو موطا امام مالک سے تھا۔ انہوں نے مشکوٰۃ کی شرح عوام
و علماء کی ضروریات کے پیش نظر عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں لکھی تھی۔ اسی طرح
شاہ ولی اللہؒ نے موطا کی شرح (مصنف اور مسوی) فارسی اور عربی میں لکھی۔

(۵) مشکوٰۃ کو دیگر کتب احادیث پر ترجیح دینے کے اسباب یہ تھے: (۱) مشکوٰۃ میں
صحاح کی حدیثیں جمع کی گئی ہیں۔ (۲) مشکوٰۃ کی ترتیب بہت اعلیٰ ہے۔ (۳) جامعیت
کے اعتبار سے مشکوٰۃ کی خاص اہمیت ہے۔ (۴) مشکوٰۃ میں صرف صحابی کا نام اور

کتاب کا ذکر ہے مکمل سلسلہ اسناد بیان نہیں کیا گیا۔ اس طرح بتندیوں کے لیے اس کا سمجھنا آسان ہو گیا ہے۔ پڑھنے والے کی توجہ حدیث کے مضمون پر مرکوز ہو جاتی ہے اور وہ اسناد کے الجھنوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔ (۵) مشکوٰۃ پر شافیت کا رنگ زیادہ اجاگر محسوس ہوتا ہے۔ شیخ عبدالحقؒ نے اپنی شرح لکھ کر اس کو خفیت کا رنگ بے دیا۔ (۶) علم حدیث کی ترقی کے لیے ضروری تھا کہ حجاز اور وہاں کے محدثین سے براہ راست تعلق پیدا کیا جائے۔ شیخ عبدالحقؒ نے علم حدیث حجاز میں حاصل کیا۔ ان کے بعد ہندوستان میں محدث بننے کے لیے حجاز میں قیام اور علماء حجاز سے استفادہ ضروری سمجھا جانے لگا۔

ہندوستان میں علم حدیث کے سلسلہ میں بیشتر روایات شیخ محدثؒ ہی نے قائم کیں۔ ان روایات پر شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے نہ صرف پوری طرح عمل کیا بلکہ پارتیکمیل کو پہنچایا۔

(۷) شیخ عبدالحق دہلویؒ اور ان کے خاندان نے حدیث کی مختلف کتابوں کی جو خدمت کی ہے اس کی تفصیل یہ ہے :-

تیسیر القاری شیخ نور الحق	صحیح بخاری
(۲) شرح صحیح بخاری شیخ الاسلام محدثؒ	صحیح مسلم
(۱) منبع العلم۔ شیخ محب اللہؒ	موطا
(۲) شرح منبع العلم۔ شیخ فخر الدینؒ	مشکوٰۃ
عہلی شرح الموطا۔ مولانا اسلام اللہؒ	
(۱) اشعة اللغات۔ شیخ عبدالحقؒ	
(۲) لغات التنقیح۔ شیخ عبدالحقؒ	

مشکوٰۃ	<p>۱۳ جامع البرکات، منتخب شرح مشکوٰۃ - شیخ عبدالحقؒ</p> <p>۱۴ اسماء الرجال والروایات { مشکوٰۃ</p> <p>المذکورین فی کتاب مشکوٰۃ } شیخ عبدالحقؒ</p>
ترمذی	<p>۱۵ شرح شمائل ترمذی - مولانا سلام اللہؒ</p> <p>۱۶ اشرف الوسائل فی شرح شمائل ترمذی - شیخ سیف اللہؒ</p>
اصول حدیث	<p>۱۷ رسالہ اصول حدیث - مولانا سلام اللہؒ</p> <p>۱۸ رسالہ اصول حدیث - مولانا نورالسلامؒ</p>

باب سوم

علوم دینی کے اجیار کی جدوجہد

گیارہویں صدی ہجری میں علماء ہند کی توجہ زیادہ تر فلسفہ اور علم کلام کی جانب تھی قرآن و حدیث کو اس زمانہ کے نصاب میں ایک ثانوی حیثیت دی گئی تھی۔ بلکہ ملا بدایونی کا بیان تو یہ ہے کہ

”فقہ و تفسیر و حدیث و خوانندہ آن مطعون و مردود و نجوم و حکمت و طب و ساج و شعر و تاریخ و افسانہ رائج و مفضول“^۱

قرآن و حدیث سے رجوع کیا جاتا تھا تو حیلہ بازی کے جواز کے لیے تفسیر لکھی جاتی تھی تو تاویلات کا ایک طوفان برپا کرنے کے لیے۔ ان حالات میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اگر ایک طرف قرآن و حدیث کو تمام علوم دینی کی اساس و بنیاد قرار دینے کے لیے جدوجہد کی تو دوسری طرف بے معنی تاویلات اور سفیدانہ تفاسیر کا دروازہ بند کر دیا فرمایا ہیں :-

”.... و منع کردن تاویلات اہل زیغ و ضلال و طعن ملاحدہ و زنادقہ و نیز از رعایت

۱۔ منتخب التواریخ جلد دوم ص ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸ حضرت مجدد الف ثانیؒ مکتوب ۱۵۸۱ دفتراول میں لکھتے ہیں: ”اے سعادت مند! ہم پر اور تم پر ضروری ہے کہ اپنے عقائد کو کتاب و سنت کے مطابق اس طور پر کہ علماء اہل حق نے کتاب و سنت سے سمجھا اور اخذ کیا ہے صحیح کریں، کیونکہ ہمارا تمہارا سمجھنا اگر ان حضرات کی رائے کے مطابق نہ ہو تو قابل اعتبار نہیں اس لیے کہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے خیالات کی بنیاد قرآن و حدیث پر ہی رکھتا ہے اور وہیں سے ان کو اخذ کرتا ہے“

حقوق کتاب اللہ ترک تکلم در ان تفسیر آن از پیش نفس خود بے سند و نقل از سلف و موافقت شرع شریعت چنانکہ بعضی از جلالان بوالفضول^۱ ایں روزگار کنند و ان تفسیر نام کنند و زرا اند کہ من قصور القرآن برائے فقد کفر^۲

احیاء علوم الدین کے لیے شیخ محدث کی مساعی کا خلاصہ یہ ہے :
(۱) شیخ عبدالحق نے اپنے عہد کے اس نصاب تعلیم کے خلاف آواز بلند کی جس میں فلسفہ و منطق کو غیر ضروری اہمیت دے دی گئی تھی۔

دہلی میں علوم فلسفہ کی گرم بازاری میں شیخ عبد اللہ طلبینی اور شیخ عزیز اللہ طلبینی سنبھل کا کافی حصہ تھا سلطان سکندر لودی کے عہد میں یہ دونوں ملتان سے آکر دہلی اور سنبھل میں مقیم ہو گئے تھے۔ ملا عبد القادر بدایونی نے لکھا ہے۔

”ان حلقہ علم کے کبار در زمان سلطان سکندر شیخ عبد اللہ طلبینی در دہلی و شیخ

عزیز اللہ طلبینی در سنبھل بودند ایں ہر دو عزیز ہنگام خرابی ملتان ہندوستان آمدہ

علم معقول را در ان دیار رواج دادند و قبل ازیں بغیر از شرح شمسیدہ و شرح صحاف

از علم متطوق و کلام در ہند شائع نہوہ^۳

شیخ محدث نے اس ماحول میں اعلان کیا کہ علم صرف وہ ہے :

”کہ موجب بقا و تقویت دین و ملت است“^۴

ایک مکتوب میں وہ یہ شعر پڑھ کر ہے

علم دین فقہ سنت و تفسیر وحدہ ہر کہ خواند غیر ایں گردِ خبیث

کتاب اللہ احادیث، اور علوم صرف و نحو کے مطالعہ کی ترغیب دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ معاشی سہولتوں کے لیے زراعت، تجارت، معماری وغیرہ کی طرف توجہ

۱۔ یہاں غالباً شیخ کا اشارہ فیضی کی تفسیر سواطع الہام کی طرف ہے

۲۔ مدارج النبوة ص ۲۲۹ ۳۔ منتخب التواریخ ۴۔ المکاتیب الرسالہ ص ۵۳۔

کرتی چاہیے۔

(۲) شیخ محدثؒ نے نصاب کی جس اہم تبدیلی کی طرف اپنے مباحث میں کو توجہ دلائی تھی، سب سے پہلے خود اس کو علمی جامہ پہنایا، اور علوم دینیہ کی تعلیم کو اپنے دارالعلوم کے مہناج میں مرکزی حیثیت دے دی۔

شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے قبل شمالی ہندوستان کے جن مدارس میں کتب حدیث وفقہ کے درس کا ذکر ملتا ہے، اس کو شیخ محدثؒ کی مساعی جمیلہ کا اثر سمجھنا چاہیے۔

(۳) شیخ محدثؒ نے اپنی تصانیف میں متعدد جگہ ”علم فلسفہ“ اور ”علم دین“ کا مقابلہ کیا ہے عقل کے حدود سمجھائے ہیں۔ اور بتایا ہے کہ

”خوض در فلسفیات و اشتغال بباں حرام داند و از غلودر مباحثات و دلائل کلامیہ اجتناب نماید در تفصیل قیل و قال اہل بحث و جدل در نیت“ لے

فلسفہ ”در طہ حیرت“ میں ڈال دیتا ہے اور زندگی کے کسی مسئلہ کو حل نہیں کرتا عقل کا مقام اور کام تو یہ ہے۔

”عقل بمشاہیر غیبت کہ بباں راہ چاہد باند و کار چراغ آں بود کہ راہ نمودہ اند و نشانہا دادہ بباں بہ بیند براثر نشانہا بروند، نہ آنکہ راہ از خود پیدا کند و اختراع نماید، ایں کار ہرگز از چراغ نیاید، راہ ہماست کہ قرار دادہ اند و نشانہا آں نمودہ دیگر نمی شود“ لے

بیسویں صدی کا مفکر اقبالؒ بھی عقل کو ”چراغ راہ“ بتاتا ہے:

خرد سے راہ رو روشن بصر ہے خرد کیا ہے چسپ راہ گزر ہے
درون خانہ ہنگامے ہیں کیا چسپ راہ گزر کو کیا خبر ہے
گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور چراغ راہ ہے منزل نہیں ہے

فلسفہ اور علم کلام کی طرف شیخ محدث کا یہ رویہ عہد اکبری کی عقلیت پسندی کے خلاف ان کے شدید رد عمل کو ظاہر کرتا ہے۔ انہوں نے اپنی تصانیف میں متعدد جگہ یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ عقل ”پائے چوبیس“ ہے۔ اس سے زندگی کی مسافت طے نہیں کی جاسکتی۔ اس میں انتشار و تخریب کی قوتیں تو ہیں، لیکن تعمیر و تشکیل کی صلاحیتیں بالکل نہیں۔ انسانی زندگی کی عمارت شہادت پر نہیں بنائی جاسکتی۔ اس لیے ضروری ہے کہ انسان عقل کے حور و منتجبین کرے۔

باب چہارم

فقہ و حدیث میں تطبیق

شیخ عبدالحق دہلویؒ کی علمی خدمات کا ایک اہم اور شاندار پہلو یہ ہے کہ انہوں نے تقریباً نصف صدی تک فقہ و حدیث میں تطبیق کی کوشش کی۔ بعض تذکرہ نگاروں نے اس سلسلہ میں ان کی خدمات کو غلط رنگ میں پیش کیا ہے۔ مثلاً نواب صدیق حسن خاں ان کا تعارف اس طرح کرانے کے بعد کہ

”فقہ حنفی و علامہ دین حنفی ست امامہ محدث مشہور راست“

لکھتے ہیں۔

”دستگاہش در فقہ بیشتر از ہمارت در علوم سنت سنہ ست و لہذا جانب داری اہل رائے جانب او گرفتہ معہذا جاہ حمایت سنت صحیحہ نیز نمودہ طالب علم را باید کہ در تصانیف وے خذ ما صفا و دع ما کدر پیش نظر دارد و زلات تقلید او را بر محال نیک فرود آرد از سود ظن در حق جنیں بزرگواراں خود را دور گرداند“

نواب صاحب کی یہ رائے انصاف و دیانت سے بہت دور ہے اور ان کے خیالات کے تشدد کو ظاہر کرتی ہے۔

اس مسئلہ پر شیخ محدثؒ کے افکار و رجحانات کا خلاصہ اس طرح پیش کیا جاسکتا ہے۔

(۱) فقہ اسلامی عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھی جانی چاہیے، اس لیے کہ اس کی بنیاد قرآن و حدیث پر ہے اور وہ ایک ایسی روح کی پیداوار ہے جس پر اسلامی رنگ چڑھ چکا تھا۔

(۲) فقہ حنفی پر یہ اعتراض درست نہیں کہ وہ محض قیاس اور رائے کا نام ہے اس کی بنیاد محکم طور پر حدیث پر ہے۔

(۳) مشکوٰۃ کا گہرا مطالعہ فقہ حنفی کی برتری کو ثابت کرتا ہے۔

(۴) فقہ حنفی کو دیگر مذاہب پر ترجیح دینے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ یہ انصاف سے بہت قریب معلوم ہوتی ہے اور ”فہم زود تر و راہ“

(۵) ایک ایسے دور میں جب کہ مسلمانوں کا سماجی نظام نہایت تیزی سے انحطاط پذیر ہو رہا تھا، جب ”اجتہاد“ گمراہی پھیلانے کا دوسرا نام تھا، جب علماء کی حیلہ بازیوں نے بنی اسرائیل کی حیلہ بازی فطرت کو شرمایا تھا، اگر کوئی راہ عافیت کی ہو سکتی تھی تو وہ تقلید کی تھی اس لیے کہ —

ملت از تقلید می گیرد ثبات	مضمحل گردد چو تقویم حیات
معنی تقلید ضبط ملت است	راہ آبارو کہ اس جمیعت است
قوم را بر ہم ہی پیچد باط	اجتہاد اندر زمان انحطاط
اقتدار بر رفتگان محفوظ تر	ز اجتہاد عالمان کم نظر

باب پنجم^(۵)

فقہ و تصوف میں ارتباط

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے پیرو مرشد شیخ عبدالوہاب متقیؒ کی ہدایت تھی :
 ”فقہ صوفی باش نہ صوفی فقہ یعنی ہا ول عمل شریعت و فقہیت را بدست آرد
 و داد آں بدہ، پس ازاں بذروہ حقیقت برآ“ ۱۷

شیخ محدثؒ نے اپنی ساری عمر اسی اصول کی تبلیغ و اشاعت میں گزاری دی سائنوں
 نے عالمانہ دلائل کے ساتھ اپنی دو کتابوں تحصیل المعارف فی معرفۃ الفقہ و التصوف
 اور مرجع البحرین میں یہ ثابت کیا ہے کہ فقہ اور تصوف کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔
 ان میں تضاد کا خیال غلط و گمراہ کن ہے۔ ”فقہ و تصوف، شریعت و طریقت، ظاہر و
 باطن، صورت و معنی، عقل و عشق“ کا امتزاج ہی مرجع البحرین ہو سکتا ہے۔ فقہ کو تصوف
 اور صوفی کو فقہ سے واقف ہونا لازمی ہے۔ فرماتے ہیں :

”..... پس تصوف بہ فقہ محتاج است و فقہ از تصوف مستغنی، اگرچہ تصوف اعلیٰ
 و ارفع است از فقہ در مرتبہ و لیکن فقہ اسلم و اعلم است در مصلحت و ازینجا گفتہ اند
 کہ کن فقہیہا صوفیاً ولا تکن صوفیاً فقہیہا یعنی اول داد فقہیت و عمل شریعت
 و حفظ ظاہر بدہ، بعد ازاں بمقام تصوف و انصاف بحقیقت و تصفیہ باطن و عروج
 کن زیرا کہ ایں اکمل و اتم و اسلم“ ۱۸

باب ششم

حقیقی تصوف کی حمایت

حجۃ الاسلام علامہ ابن قیمؒ نے اعلان میں لکھا ہے :-

”لابد من امرین، احدهما اعظم من الآخر وهو النصيحة لله و
لرسوله وكتابه وتزويده عن الاقوال الباطلة المناقضة، والثاني
معرفه ائمة الاسلام ومقاديرهم وحقوقهم وهراتبهم، وان
فضلهم لا يوجب قبول كل ما قالوا ولا يوجب اطراح اقوالهم“

یعنی صحیح راہ حق و اعتدال کی یہ ہے کہ دراصل ہیں، اور دونوں کا ملحوظ رکھنا ضروری
ایک یہ کہ ہر حال میں کتاب و سنت اور نصوص شرعیہ کو مقدم رکھنا چاہیے اور اسی پر
حکم و عمل کرنا چاہیے۔ دوسری یہ کہ تمام ائمہ اسلام اور علماء حق سے حسن ظن اور محبت و
ارادت رکھنی چاہیے۔ اور ان کے مراتب و حقوق کی رعایت سے کبھی غافل نہ ہونا چاہیے
تصوف کے معاملہ میں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کا مسلک بالکل ہی تھا۔ وہ ائمہ
اسلام، صوفیہ صافی اور علماء حق کی انتہائی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ
شرعیات و سنت کو سب پر مقدم جانتے تھے۔ اور اس معاملہ میں کسی کے ساتھ کوئی
رعایت جائز نہیں سمجھتے تھے۔

اس ضمن میں اُن کی خدمات اور عقائد کا پتہ یہ ہے :

(۱) حقیقی تصوف اسلام کی روح اور ایمان کی جان ہے۔ اس کی اساس بنیاد شریعت و سنت ہے۔ منسوخ شدہ تصوف کا رد و انکار جس قدر ضروری ہے، حقیقی تصوف کی حمایت اسی قدر لازمی ہے۔ شیخ عبد اللہ رنیازیؒ کو اس سلسلہ میں انہوں نے تفصیل سے اپنے خیالات سے آگاہ کیا ہے۔

(۲) صوفیہ مہمانی، اسلام کی دینی تاریخ میں بڑا مرتبہ رکھتے ہیں۔
 ”اصل عنوان صوفیہ مرتبہ عظیم و مقلد رفیع و مسلک طریق مستقیم است“
 ”وہ مقربان انوار سنت“ اور ”مکاشفان سر حقیقت“ ہیں۔ انہوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ قرآن و حدیث کے بعد سب سے زیادہ عزت و احترام کے قابل ہے۔ اس لیے کہ اس کا ایک ایک حرف اس ذہن کی پیداوار ہے جس پر قرآن و حدیث کا رنگ خوب رچ چکا تھا۔ فرماتے ہیں:

”اگرچہ علم تفسیر و حدیث بالذات برہمہ مقدم است، اما در حقیقت تصوف تفسیر کتاب خدا و شرح سنت رسول و مداول و نتیجہ آہناست“ ۵۵

(۳) شریعت و طریقت میں فرق کرنا گمراہی کی دلیل ہے۔ جو لوگ شریعت پر عامل نہیں وہ صوفیہ کہلانے کے مستحق نہیں۔ انہیں باطنیہ یا حنویہ کہنا چاہیے۔ بزرگوں سے اُن کی نسبت صحیح نہیں۔ فرماتے ہیں۔

”عاشا اللہ کہ ایشان را با پیران نسبت دپیران را با ایشان عنایتے باشد، پیران اہل حق اند و از ارباب صدق، از اہل بطلان و کذب کے راضی شونہ“ ۵۶

شیخ محمدؒ کا اعتقاد تھا کہ کل حقیقتہ رد تھا شریعتہ فہی دنیا فہو حقیقتہ شریعت

۵۱	۵۵	۵۶	۵۷
۵۱	۵۵	۵۶	۵۷
۵۱	۵۵	۵۶	۵۷
۵۱	۵۵	۵۶	۵۷

کو رد کرے ورنہ مذہب ہے۔ انہوں نے خواجہ بنید بغدادیؒ کے اس قول پر اپنے فکر کی عمارت تعمیر کی تھی:

”بنائے طریقت ما بر کتاب و سنت است، و ہر چہ مخالف کتاب و سنت است
دخارج اذا نلت مردود و باطل است“ ۱۷

(۱۴) شیخ محدثؒ کے زمانہ میں صوفیہ و مشائخ اپنے مریدوں کی اصلاح و تربیت کی طرف سے بے توجہی برت رہے تھے۔ اور مشائخ متقدمین کا سارا نظام اصلاح و تربیت بے روح و بے جان ہو چکا تھا۔ فرماتے ہیں:-

”ایں نوع تربیت دریں زمان منعدم شدہ و انقطاع پذیرفتہ است“

اس لیے شیخ محدثؒ نے اپنی تصانیف میں جگہ جگہ ہم عصر مشائخ کو ان کے فرائض سے آگاہ کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ شیخ کے لیے ضروری ہے کہ مریدوں کی باطنی اصلاح کو اپنی زندگی کا سب سے اہم کام سمجھ کر انجام دے۔

(۱۵) شیخ محدثؒ کا ابتدائی زمانہ جس ماحول میں گزرا تھا اس پر وحدت الوجود کا رنگ غالب تھا۔ ان کے والد ماجد، شیخ امان یانی پتی کے مرید تھے اور اس مسئلہ پر ایمان رکھتے تھے۔ جب شیخ محدثؒ حجاز سے واپس آئے تو دیکھا کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ وحدت الوجود کی مخالفت نہایت شد و مد کے ساتھ کر رہے ہیں۔ شیخ محدثؒ نے ان حالات میں اعتدال کی راہ اختیار کی۔ نہ انہوں نے حضرت محیی الدین ابن عربیؒ کے خیالات کی تردید کی، اور نہ ان کی تصانیف کا درس دیا۔ اپنے استاد شیخ عبدالوہاب متقیؒ کی طرح وہ یہ کہتے تھے کہ شیخ اکبرؒ کی تصانیف میں زیر بھی ہو اور قند بھی جو ان دونوں میں تمیز کر سکے۔ ان کی تصانیف ضرور پڑھیں۔

(۱۶) ہندوستان میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی تصانیف کی طرف سب سے پہلے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ہی نے توجہ فرمائی اور ان کے ترجمے کمرے

قصوف کے اعلیٰ خیالات کی ترویج و تبلیغ میں معاون ہوئے۔

باب (۷) مفتاح عہد اکبری اور شیخ محدثؒ

سارج الولایت میں شیخ محدثؒ کے متعلق لکھا ہے :
”در دفع زندقہ والحداد میکوشید“

کسی معاصر تذکرے میں اس اجمال کی تفصیل درج نہیں لیکن شیخ زہدؒ کی تصانیف کا ایک ایک صفحہ اس بیان کی تصدیق کرتا ہے۔ مناسب ہو گا کہ شیخ کے بعض نظریات و ارشادات کا مطالعہ اکبری عہد کے پس منظر میں کیا جائے۔

(۱) علم حدیث میں شیخ کے انہماک کا بڑا سبب یہ تھا کہ وہ یہ محسوس کرتے تھے کہ بدعت و گمراہی کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے خلاف اگر کوئی دیوار کھڑی کی جاسکتی ہے تو وہ صرف علوم حدیث کی۔ اُن کے ایک مشہور معاصر میر عبد الاولؒ نے لکھا تھا :

”جنت حفظ اسن وعافیت ودفع مرض فتنہ اشتغال بہ علوم حدیث واجب ید

وضرر موم حوادث را بایں تریاق فاروق منذفع گردانید“

اور خود ان کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ اسی کے ماتحت انہوں نے حدیث کے خزانوں کو عوام کے ہاتھوں میں دے دیا تھا۔

(۲) سارج النبوة کی تصنیف سے شیخ کا مقصد یہ تھا کہ عہد اکبر کے فتنوں کا سد باب کیا جائے۔ فرماتے ہیں :۱۔

بن از فساد زمان انحراف در مزاج وقت بعضی درویشان مغرور این روزگار
 راہ یافتہ و از تیرگی آئینہ استعداد و تنگی حوصلہ ادراک ادراک پایہ ارفع مقام اقدس
 محمدی را ہیج کس بدرک و دریافت آن راہ نیست نشاختہ و تقصیرے در آدا
 حق نمودہ و از جادہ دین و صراط مستقیم بر افتادہ بودند، لازم حق مسلمانی آن نمود
 کہ احوال و صفات قدسیہ نگارش نماید و این بے خبراں را از حقیقت
 حال آگاہ گرداند و غافلاں را از خواب عقلت بیدار سازد و طالبان را رو بہ راہ
 آرد" ۱۵

(۳) عہد اکبری کا ایک زبردست فتنہ نظریہ الفی تھا۔ یہ خیال عوام میں پھیلا یا جارہ
 تھا کہ اسلام کی مدت صرف ہزار سال تھی۔ اس مدت کے خاتمہ کے ساتھ ساتھ احکام
 اسلامی اور شریعت اسلامی کے اتباع کی ضرورت بھی ختم ہو گئی۔ ملا عبد القادر بدایونی
 لکھتے ہیں :-

چوں در زعم خویش مقرر ساختند کہ ہزار سال از زمان بعثت پیغمبر اسلام علیہ السلام کہ مدت بقائے این دین بود تمام شد و ہیج مانے بولے اظہار و دوائی خفیہ کہ در دل داشتند نہاند

بادشاہ نے یہ خیال پکایا کہ آنحضرت صلعم کے دین کی مدت کل ایک ہزار سال تھی جو پوری ہو گئی۔ بادشاہ کے دل میں اس کے بعد ان منصوبوں کے اظہار و اعلان میں اب کوئی رکاوٹ باقی نہ رہی جو انہوں نے اپنے دل میں گانٹھے تھیں۔

شیخ محمد نے نہایت شد و مد اور قوت و استقلال کے ساتھ اس غلط نظریہ کی تردید کی۔ اور بتایا کہ احکام اسلامی ہر زمانے اور ہر قوم کے لیے ہیں۔ ان کے لیے زمان و مکان کی پابندیاں بے معنی ہیں۔ فرماتے ہیں —

”از خصائص کاملہ این خیرالائم آنست کہ شریعت کمال است از جمیع شرائع متقدمه
و این عیان است کہ محتاج نیست بہ بیان و واضح است کہ خفایت در آن دوچوں
آنحضرت مبعوث است برائے شمیم کارم اخلاق و محامد افعال لاجرم دین و شریعت
او اتم و اکمل ادیان شرائع باشد“ ۱۵

اس کے بعد شریعت محمدی کا دوسری شریعتوں سے مقابلہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں
کہ اس کی خوبی یہ ہے کہ اس میں فطرت انسانی کو ملحوظ رکھ کر، توسط و اعتدال کی راہ
اختیار کی گئی ہے اور یہی اس شریعت کے ابدی ہونے کی دلیل ہے۔

(۴) مدارج النبوة میں ایک باب ”حقوق آنحضرت“ پر ہے۔ اس میں لکھتے ہیں

”پس ایمان بہ محمد واجب و متعین است و تمام نمی شود حقیقتہ ایمان دین صحیح نمی شد

اسلام و حصول نبی پذیرد مگر با ایمان بہ محمد و شہادت بر رسالت دے“ ۱۶

اس اعلان سے بھی ایک زبردست گمراہی کا سد باب مقصود تھا۔ اکبری دور میں
بہت سے لوگ اس گمراہی میں مبتلا کیے گئے تھے کہ ایمان کی تکمیل صرف وحدانیت
پر اعتقاد رکھنے سے ہو جاتی ہے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور شریعت
مذہب اور ایمان کے لازمی جزو نہیں۔ ایک موقع پر نہایت سختی کے ساتھ اس خیال کی
تردید اس طرح کرتے ہیں —

”بعض کوتاہ بیناں کہ شہود حق را از وساطت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مفارق

میدانند و ہر رختہ دے واقف نمی شوند و این معنی در رسالہ جدا آورده، بعضی از

مدعیان را شرح تراز میں گفتہ ایم“ ۱۷

(۵) شیخ محدثؒ کے زمانہ میں ایک عام روشن پتھی کہ ہر کس و ناکس مذہبی معاملات

میں دخل دینے کو اپنا حق سمجھتا تھا۔ دربار میں نازک ترین مذہبی مسائل پر بحث

ہوتی تھی۔ وہ امراء اور امراء سے عوام میں پہنچتی تھی اور ہزاروں فتنوں اور گمراہیوں کے دروازے کھل جاتے تھے۔ ان حالات میں شیخ نے مشورہ دیا کہ :

”واز نصیحت عامہ است حکم بر قدر عقول ایشان کردن و ذکر دقائق و حقائق و کشف و اسرار نمودن و اظہار اقوال علماء و اخلاقات ایشان بر غیر علماء نیز ہیں حکم دارد ... و اما نصیحت خواص مسلمانان اکثر امراء و خواص امراء و سلاطین داشته اند کہ حاکم بر خلق چنانکہ در روایت دیگر آمده کہ ائمہ المسلمین طاعت ایشان است در حق نصر و معونت ایشان و امر کردن و تذکیر نمودن ایشان بدار بر احسن وجہ و اوفق و اصلح آن و تنبیہ بر آنچه فاسد شوند از امور مسلمانان و پوشیدہ باشد از ایشان و ترک خروج بر ایشان و عدم اعزاء مردم و افساد قلوب بر ایشان و ترغیب بر آنچه صلاح حال رعیت و انتظام مہام خلق دلاں باشد“ (۶) باقاعدہ نبوت کا دعویٰ ممکن ہے اگر نہ کیا ہو، لیکن اس نے جو حیثیت اختیار کر لی تھی وہ نبوت سے کم نہ تھی۔ ملا بدایونی نے لکھا ہے :

”ایں ہمہ باعث دعویٰ نبوت شد اما نہ یہی باتیں دعویٰ نبوت کا سبب ہوئیں بہ لفظ نبوت“ لے لیکن نبوت کے لفظ کے ساتھ نہیں۔

ان حالات میں نبوت اور سلطنت کے متعلق ایک عام بدگمانی اور غلط فہمی پیدا ہو جانا

لے شیخ نور الحق دہلوی نے زبدۃ التواریخ میں اکبری عہد کے مذہبی انتشار کا اصلی سبب ان ہی درباری جلسوں کو قرار دیا ہے۔ لکھتے ہیں۔ ”۹۶۸ھ میں بادشاہ نے مذہب کو خیر باد کہہ دیا تھا۔ اس گمراہی کا سبب دربار میں ہر فرقے، مذہب، رجحان اور طریقے کے علماء اور فلاسفہ کا جمع ہونا تھا۔ چونکہ یہ پہلا موقع تھا کہ بادشاہ نے قدیم تاریخ رسم و رواج اور مذاہب کے متعلق اس نئے تفصیل سے سنا اس لیے وہ متحیر رہ گیا۔ عوام کو جب ان مباحث کا علم ہوا تو ان میں بہت سی غلط فہمیاں ہو گئیں اور انہوں نے بادشاہ کے مقاصد کو غلط سمجھنا شروع کر دیا“ Elliot & Dawson Vol II p 189-191

لے مدارج النبوت - ص ۳۳۹ -

لے منتخب التواریخ - ص ۲۸۴ -

لازمی امر تھا۔ شیخ محدثؒ نے اس سلسلہ میں ایک رسالہ لکھا اور اس میں نبوت و سلطنت کے فرق کو واضح کیا۔ مرجع البحرین میں ارشاد ہوتا ہے :

”..... چہ دران زمان و چہ بعد ازاں چندیں عقلا و حکما و امراء و سلاطین کہ کوس حکمت و سلطنت ایشان بفلک برمی رفت چرا بزور عقل و دانش مانع از ظهور دین ملت اسلام نیامدند، و اگر بعضی از ایشان بغرور نفس و غلبہ ہوا ایں ہوس کردند و با خود خیال محال بر بستند و قواعد و قوانین اختراع نمودند چرا آن قواعد و قوانین بعد از ایشان باقی ماند و رواج یافت ازینجا معلوم شد کہ نبوت دیگر است و سلطنت دیگر“ ۲۴

(۷) اکبر نے جتنے غیر اسلامی رواج اور رسومات قبول کر لیے تھے اُن سے تاریخ کا ہر طالب علم واقف ہے۔ شیخ محدثؒ ایمان کی بحث کرتے ہوئے اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں ”دریں جاہیہ دیگر است کہ باوجود تصدیق و اقرار چیزے کنند کہ شارع آن را امارت و علامت کفر ساختہ مثل سجدہ صنم و شد زنا و امثال بآن، پس ترکیب ایں امور نیز حکم شرع کافرست اگرچہ فرضاً تصدیق و اقرار داشتہ باشد“ ۲۵

تکمیل الایمان میں فرماتے ہیں :-

”ادعا (یعنی خداوند عز و شانہ را) جزیہ نامے کہ برسان شرع خود را خواندہ نتوان خواند۔۔۔۔۔ باید دانست کہ منع از تسمیہ است نہ توصیف۔۔۔۔۔ انچہ مخصوص بزبان کافراں است نباید خواند کہ در انجا بیم کفر بود“ ۲۶

(۸) شیخ محدثؒ کی تصانیف کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ انہوں نے

۲۴ ”ابن سخن (یعنی فرق نبوت و سلطنت) در رسالہ دیگر کہ در باب اثبات نبوت نوشتہ شود مگویم“ (مرجع البحرین - ص ۲۴)

۲۵ مرجع البحرین - ص ۲۴ - ۲۵ اشعۃ اللمعات - جلد اول - ص ۳۰ - ۲۶ تکمیل الایمان - ص ۱۱

بھی ہر اس گمراہی کی نشان دہی کی ہے جس کے خلاف مجدد صاحبؒ نے آواز اٹھائی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ دونوں نے ایک ہی بات کہی ہے، لیکن مختلف انداز میں۔ مجدد صاحبؒ کے یہاں انقلابی جوش، سخت گیری اور ”برہم زن“ کے نعرے ہیں۔ تو شیخ محدثؒ کے یہاں بھی ماحول سے سخت نفرت اور احیاء سنت کا غیر معمولی جذبہ ہے۔ مجدد صاحبؒ کی طرح وہ ڈنکے کی چوٹ پر بات نہیں کہتے، لیکن کتے وہی ہیں جو مجدد صاحبؒ نے کہا ہے۔

(۹) شیخ محدثؒ نے عہد اکبری کے بعض مشہور اعیان و امراء سلطنت کو امانت بدست اور احیاء سنت پر آمادہ کیا۔ عبدالرحیم خان خاناں اور نواب مرتضیٰ خاں المعروف بہ شیخ فرید کے نام اُن کے مکتوبات ان کے جذبات کے آئینہ دار ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ملت کی پریشاں حالی نے اُن کے قلب و جگر پر بہت گہرا اثر کیا تھا اور وہ اپنے مخصوص انداز میں امراء کی غیرت دینی کو جوش دلاتے تھے۔ ان کے خطوط میں ایک بے چین اور مضطرب قلب کی ڈھڑکنیں سنائی دیتی ہیں۔

بائشتم

شیخ محدث کا انداز تلاش و تحقیق

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ بنی تصانیف کا مواد بڑی تلاش اور تحقیق سے جمع کرتے تھے۔ انہوں نے کبھی ایسے موضوع پر قلم نہیں اٹھایا جس کا گہری نظر سے مطالعہ نہ کیا ہو اور جس کا ہر پہلو پوری طرح پران کے سلسلے نہ ہو۔ تلاش و تحقیق کا یہ جذبہ بہت حد تک ان کے خدثانہ تربیت کی پیداوار تھا۔ علم حدیث کے سلسلہ میں انہوں نے بڑی تلاش و تحقیق اور کاوش کی تھی۔ فن اسماء الرجال، اصول اسناد وغیرہ کے بڑے محققان نے ان کے تحقیقی رجحان کو بہت ابھار دیا تھا۔ اور وہ کبھی اس وقت تک مطمئن نہ ہوتے جب تک پوری طرح ہر مسئلہ کی تحقیق نہ کر لیں۔ ان کی تصانیف شاہد ہیں کہ وہ جب کسی موضوع پر کام کرتے تھے تو ان کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ زیادہ سے زیادہ متعلقہ لٹریچر ان کے پاس موجود ہو۔ سفر السعادت کی شرح جب لکھتے ہیں تو حدیث اسماء الرجال، تاریخ دیر کی بے شمار کتابیں پیش نظر رکھتے ہیں اور ان سے برابر استفادہ کرتے جاتے ہیں۔ جس دیانت داری اور احتیاط سے وہ اپنے مآخذ کو استعمال کرتے تھے، اس کا اندازہ ان جملوں سے لگایا جاسکتا ہے۔ فرماتے ہیں :

”در تصحیح نقل و حوالہ باصل ہما ممکن تقصیر از خود راضی نشدہ و مہمل نگذاشتہ

یارب بہم و نسیان در جائے وقوع یافتہ باشد و در روایت احادیث و نقل

مسائل از طریقہ احتیاط و دائرہ دیانت بیرون نیامدہ و قطعاً براہ دیانت مسائل

نرفقہ وہابی وسیلہ امیدوار است کہ بہمت قبول درگاہ درضائے حضرت اللہ مومون
گردد ان شاء اللہ تعالیٰ ۱۰

مدارج النبوة میں حضور سرور کائنات کی مکمل تصویر پیش کرنے کے لیے جو کاوش
انہوں نے کی ہے اس کا اندازہ صرف اس کے مطالعہ سے ہی ہو سکتا ہے۔ پیغمبر اسلام
کی حیات طیبہ کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جہاں اُن کی نظر نہ پہنچی ہو اور جس پر انہوں نے
محققانہ روشنی نہ ڈالی ہو۔ اخبار الاخبار میں جب علماء و صوفیہ کا احوال لکھتے ہیں تو ہندوستان
کے قرون وسطیٰ کے سائے مذہبی لٹریچر کو حقیقت میں کھنگال ڈالتے ہیں جس بزرگ کا
حال لکھتے ہیں اس کی تصانیف کا پہلے مطالعہ کر لیتے ہیں۔ بعض اوقات کچھ اقتباسات
بھی درج کرتے ہیں جو مصنف کے رجحان، اور طرز تحریر کو سمجھنے میں بے حد معاون ہوتے
ہیں۔ اخبار الاخبار کی یہ خصوصیت کبھی فراموش نہیں کی جاسکتی کہ اس میں ہر بزرگ کو اس
کے صحیح "سماجی مقام" پر جانچنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کشف و کرامات کے قصوں سے
شیخ محدثؒ نے کلیتہً پرہیز کیا ہے۔

شیخ محدثؒ کا یہ انداز تلاش و تحقیق اُن کے مکتوبات اور رسائل میں بھی جلوہ گر
ہے۔ جس موضوع پر گفتگو کی ہے تلاش و تحقیق کا پورا حق ادا کر دیا ہے۔ مسئلہ سماع پر لکھتے
ہیں تو اس طرح کہ شاید ہی کسی ہندی عالم کے قلم سے ایسی جامع چیز اس موضوع پر
نکلے ہو۔

شیخ محدثؒ کو اپنے تحقیقی کام میں جس چیز سے سب سے زیادہ مدد ملی وہ اُن کا
حافظہ تھا۔ جس چیز کو ایک مرتبہ دیکھ لیا وہ نقش کا بھر ہو گئی۔ حد یہ ہے کہ فرمایا کرتے تھے کہ
فقیر کو اپنے دودھ کا چھٹنا اس طرح یا د ہے جیسے کل کی بات

فقیرا حالت انقطاع خود کہ مدت عمر دو سال یا دو نیم خواہ بود آنچنان در خاطر است
کہ گویا حکایت ذی روز است

باب (۹) نم

شیخ محدث کا طرز نگارش

شیخ عبدالحقؒ کا طرز نگارش ان کی شخصیت اور علمی خصوصیات کا آئینہ دار ہے۔ اُن کی عبارت میں ایک عالمانہ وقار ہوتا ہے، وہ اپنے مضمون کی مناسبت سے زبان کا انتخاب کرتے ہیں۔ اُن کا زیادہ زور مواد کے فراہم کرنے پر ہوتا ہے۔ لیکن طرز تحریر کو بھی وہ کبھی نظر انداز نہیں کرتے۔ جو کچھ لکھتے ہیں اس کی ترتیب اور صفائی قابلِ داد ہوتی ہے۔ عربی کے الفاظ وہ کثرت سے استعمال کرتے ہیں لیکن ان کا استعمال پڑھنے والے پر گراں نہیں گزرتا۔ ان کے عربی الفاظ عبارت کی فارسیّت کو ختم نہیں کرتے بلکہ اس کے زور اور وقار کو بڑھا دیتے ہیں۔

شیخ کو عربی سے فارسی میں ترجمہ کرنے میں کمال حاصل تھا۔ اُن کے ترجمہ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ زبان اور خیال دونوں کو اس خوبی سے منتقل کرتے ہیں کہ پڑھنے والے کو یہ احساس ہی نہیں ہوتا کہ وہ ترجمہ پڑھ رہا ہے۔

شیخ محدثؒ نے ہزاروں صفحات لکھے ہیں، اور ان ہزاروں صفحات پر ان کا طرز نگارش چنگی اور یکسانیت میں حیرت انگیز ہے۔ ان کی کسی تصنیف میں طرز تحریر کا سقم نکالنا محال ہے۔

شیخ محدثؒ کا ایک اور کمال یہ ہے کہ وہ کم از کم الفاظ میں اپنا مدعا بیان کر دیتے ہیں۔ تطویل بیان جو بسیار نویسی کا ایک حد تک لازمی نتیجہ ہے اُن کے یہاں

بالکل نہیں پائی جاتی۔ اخبار الاخیار اُن کے اس اعجاز کی تصویر ہے۔ بعض لوگوں کی زندگی کا مکمل نقشہ اُنہوں نے چند الفاظ میں پیش کر دیا ہے۔

شیخ محدثؒ کا عقیدہ تھا کہ بغیر ذوق کے کچھ نہیں لکھا جاسکتا۔ فرماتے ہیں:

”بے ذوق چه نویسد که رونق سخن در ذوق است“

ہر چیز اُن کی تصانیف سے بھی ظاہر ہے۔ اُن کے مضمین میں ”آمد“ کی ایک عجیب شان نمایاں ہے اور یہ آمد ذوقِ سخن کا نتیجہ ہے۔ لیکن اُن کے بعض مکتوبات اس کلیہ سے مستثنیٰ ہیں۔ وہاں شیخ نے عیداً عبارت کو مشکل بنایا ہے اور ”سترو کتمان“ سے

کام لیا ہے۔

تَعْلِيقَاتُ

شیخ علی متقیؒ

شیخ علی بن حسام الدین بن عبد الملک بن قاضی خاں المتقی القادری الشاذلی
 بحشتیؒ ۸۸۵ھ میں برہان پور میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد نے سات آٹھ سال کی عمر
 میں شاہ باجن حشتیؒ کا مرید کرادیا جب سن بلوغ کو پہنچے تو شیخ عبد الحکیم بن شیخ باجنؒ
 سے خرقہ پہنا۔ پھر ملتان چلے گئے اور وہاں شیخ حسام الدین متقیؒ کی خدمت میں راہ
 سلوک طے کی اور تفسیر رضیاء وی اور عین العلم کا درس لیا۔ ملتان میں دو برس قیام
 کے بعد حرمین شریفین کی راہ لی، اور وہاں کے علماء حدیث کے سامنے زانوئے
 ادب طے کیا اور علوم دینیہ پر کامل عبور حاصل کیا۔ شیخ ابوالحسن بکریؒ سے خصوصاً
 استفادہ کیا۔ ان کی علمی شہرت دور دور پہنچی ہوئی تھی اور عالم اسلامی سے طلباء ان
 کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، وہیں شیخ علی متقیؒ نے شاذلیہ سلسلہ میں شیخ محمد بن
 محمد بن السنخاویؒ سے اور مدنیہ سلسلہ میں حضرت شیخ قطب الوقت نور الدین علی
 الحسن الشاذلیؒ سے بیعت کی۔ اور عرصہ تک مجاہدات و ریاضات میں مشغول رہے
 علم حدیث سے شیخ متقیؒ کو عشق تھا۔ آخری دم تک تصنیف و تالیف میں
 مشغول رہے۔ شیخ جلال الدین سیوطیؒ کی مشہور کتاب جمع الجوامع پر نظر ثانی فرمائی
 اور مکرراً حدیث کو علیحدہ کر کر اس کا انتخاب مرتب کیا جس سے جمع الجوامع کی
 افادیت میں اضافہ ہو گیا۔ چنانچہ شیخ ابوالحسن بکریؒ فرمایا کرتے تھے:
 للسيوطي منةٌ على العالمين وللمتقي منةٌ عليه
 یعنی سیوطیؒ نے تمام عالم پر احسان کیا ہے اور متقیؒ نے سیوطیؒ پر
 شیخ عبد الحق محدثؒ نے لکھا ہے:

”قصائیف و توالیفات از صغیر و کبیر و عربی و فارسی از صد متجاوز است“
 اور ان کی دو کتابوں (۱) رسالہ تبیین الطریق (۲) حکم کبیر کا ذکر کیا ہے۔ شیخ متقیؒ کی
 مندرجہ ذیل کتابیں دستیاب ہوتی ہیں :-

- (۱) شئون المنزلات (قلمی نسخہ انڈیا آفس ۱۱۵۲)
- (۲) کنز العمال (قلمی نسخہ بانکی پور ۲۲۷ و آصفیہ نمبر ۶۶)
- (۳) منہج العمال (قلمی نسخہ بانکی پور و آصفیہ)
- (۴) الاکمال لمنہج العمال (قلمی نسخہ ترکی)
- (۵) منتخب کنز العمال (مطبوعہ مصر، بر حاشیہ مسند امام ضہیلؒ)
- (۶) الفصول شرح جامع الاصول (قلمی نسخہ بانکی پور)
- (۷) شمائل البنی (قلمی نسخہ علی گڑھ)
- (۸) البرہان فی علامات مہدی آخر الزمان (قلمی نسخہ دہلی، آصفیہ)
- (۹) العنوان فی سلوک النسوان (قلمی نسخہ مصر)
- (۱۰) البرہان اجمالی فی معرفۃ الولی (قلمی نسخہ برلن)
- (۱۱) المواسم الحلیہ فی الجمع بین حکم القرآنیہ و الحدیثیہ (قلمی نسخہ مصر)
- (۱۲) جوامع نظم فی المواعظ و احکام (قلمی نسخہ رامپور، علی گڑھ، آصفیہ)
- (۱۳) تنویر شرح احکام العطائیہ المسماۃ بالتنبیہ (قلمی نسخہ انڈیا آفس، بنگال وغیرہ)
- (۱۴) زاد الطالبین (بانکی پور)
- (۱۵) سرار العارفین (بانکی پور)
- (۱۶) نعم المعیار و المقیاس لمعرفة مراتب الناس
- (۱۷) فتح الجواد - (آصفیہ)
- (۱۸) نظم الدرر - (آصفیہ و بنگال)

شیخ علی متقیؒ نے ۱۹۷۵ء میں مکہ معظمہ میں وصال فرمایا۔ متابعہ نبیؐ اور شیخ مکہؒ
 سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔

شیخ علی متقیؒ کا حال مندرجہ ذیل کتب میں ملتا ہے:

- (۱) زاد المتقین: شیخ عبدالحق محدثؒ
- (۲) اخبار الاخیار: شیخ محدثؒ۔ ص ۲۶۱-۲۴۹
- (۳) اشعة اللمعات: جلد ثالث ص ۳۱۶-۳۱۷
- (۴) گلزار ابرار: محمد غوثی ص ۲۰۲-۲۰۳
- (۵) آثار الکرام: آزاد بلگرامی ص ۱۹۲-۱۹۳
- (۶) سفینۃ الاولیاء: دار اشلوہ ص ۱۹۱-۱۹۲
- (۷) ابجد العلوم: نواب صدیق حسن ص ۸۹۵
- (۸) سحرة المرجان: آزاد بلگرامی ص ۲۳-

مکتوب شیخ عبدالحق

بنام

حضرت مجدد الف ثانیؒ

شیخ محدثؒ کا یہ طویل مکتوب مولانا غلام معین الدین عبد اللہ نے اپنی تالیف معارج الولايت میں نقل کیا ہے۔ معارج الولايت کا ایک نسخہ خاکسار کے پاس ہے جس کا سنہ کتابت ۱۲۸۵ھ ہے۔ معارج الولايت ۱۰۹۴ھ کی تصنیف ہے اور بعض اعتبار سے سید اہم ہے۔ مولف نے بعض اہم مکتوبات اور فتاویٰ اس میں تمام و کمال نقل کر دیے ہیں جو اب کسی دوسری جگہ دستیاب نہیں ہوتے۔ مثلاً مجدد صاحب کے بعض خیالات پر علمائے ہند نے جو فتویٰ دیا تھا وہ اس کتاب میں مکمل درج ہے۔ یہ مکتوب شیخ مجددؒ اور شیخ محدثؒ کے تعلقات کو سمجھنے میں بے حد مدد دیتا ہے۔ شیخ محدثؒ نے مجدد صاحب کے جن جن خیالات پر اعتراض کیا ہے ان پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے جس شخص نے مجدد صاحب پر یہ اعتراض کیے ہیں اس کو ان سے جو محبت تھی اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے۔

”اس مقدار کہ مرابشا نسبت محبت و اتحاد دست کم کسے را خواہ بود“

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على خير خلقه محمد سيد
الاولين والآخرين وعلى آله واصحابه اجمعين، هداة طريق الحق ويحيى
علوم الدين، اللهم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلاً و

ارزقنا اجتناباً لہا الشیخ العالم الفاضل العارف الذی اجتنابہ الیہ وخصہ
بفضلہ واعطاه من المعارف ما لم یعط غیرہ من العارفین کما ہو تحرفوا فی نفسہ
واللہ اعلم بالمتقین فان خصہ اللہ بالاجتناب فممن نرجوا ان یمدینا الیہ کما
یمدی المتین، قال انہ تبارک وتعالیٰ یجتبی الیہ من یشاء ویمدی الیہ من
ینیب والعاقبت بالخیر

ورد دل دارم سے از خوں آن زیبا نگا فرصتے یارب کہ دل را پیش لے خالی کنم
سالمہا است کہ بعضے از کلمات و مکالمات کہ در مکتوب شریف مذکور است، و از
قبیل مہمات و مہمات است حی خواہد کہ استفسار کند، و استکشاف نماید، سیر شد
خواہ ملاحظہ خاطر اشرف کہ در غایت نزاکت است، و خواہ بچہت گفت و گوی مریدان
ایشان کہ در نقل اقوال و ذکر حکایات بیصرف و بے احتیاط۔

تفصیل این حکایات آنکہ ایشاں بعد از آنکہ در خدمت خواجہ محمد باقی نقاد
و از صحبت شریف ایشاں استفادہ این نسبت کردند، و رو بترقی نہادند در حیات
و بعد از وفات ایشاں از حالات و کمالات خود خبر دادن گرفتند، زیادہ از حد حصرو
قیاس، چنانکہ و چند آنکہ مردم حیراں شدند و چہ جائے حیرت است واللہ مختص
بر رحمتہ من یشاء۔ و چون در ضمن تنصیص و تخطیہ بزرگانے کہ اتفاق بر بزرگی ایشاں
مثل سید الطائفہ جنید بغدادی^{رحمہ اللہ} و سلطان العارفین بایزید سبطامی^{رحمہ اللہ} و امثال
ایشاں بودند و گفتہ اند این بیچارہ با حقیقت کار در نیافتہ و باصل نرسیدہ، و گرفتار ظل
ماندہ اند، و امثال آن داد عاے آنکہ آنچه ایشاں را دادہ اند، هیچ کس را ندادہ (ند)، موجب

لہ حالات کے لیے ملاحظہ ہو، زبدۃ المقامات (مطبوعہ نول کشور) نیز کلمات طببات (ملفوظات
خواجہ باقی باللہ^{رحمہ اللہ})

لہ حالات کے لیے ملاحظہ ہو نفحات الانس (مطبوعہ ممبئی ۱۲۸۴ھ) ص ۵۳-۵۴

لہ ملاحظہ ہو نفحات الانس ص ۳۸-۳۹

وحشت مردم شد، بیش تر غوغا و مردم بر سر آں بود که از ایشان بخواجہ کہ پیر و مربی ایشان بودند تقصیر یا در رعایت ادب مریدے و حق نعمت شناسی سر برزد، اگر چه بایں اصطلاح این قوم ممکن است کہ مریدے در کمال از پیر و گذرد، و لیکن در رعایت ادب و بندگی و نیاز مندی و فروتنی و حق شناسی باقیست، شیخ علاء الدوله سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کہ در کشف تحقیقات معاملات و وقائع آیتے بود، و معلوم می شود کہ دریں باب از پیراں خود گذرانیده است، می گوید کہ اگر سر من با سماء ساید مہوز خاک آستانہ شیخ عبدالرحمن اسفرانی و شیخ علی بالا باشد۔ بیت

بلند مرتبہ زیں خاک آستان شدہ ام

غبار کوئے تو ام گر بر آسمان شدہ ام

دیکے ازاں کہ بے خطرناک از رعایت مقام ادب دور است آن است کہ در باب حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ گفته اند کہ کثرت ظہور کرامات از ایشان ازاں جهت بود کہ نزول ایشان ناقص بود، و آنکہ در بعضے مکتوبات نوشته اند انکارم کہ حکمت پیدا کردن من آنست کہ تا کمال ابراہیمی و محمدی یکجا جمع شود، اشد و اعظم است از ہمہ و آن شخص کہ در ترکیب وجود من بقیہ از طینت آنحضرت جوہریت یا خمیرمایہ ایست کہ وجود حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از آن ترکیب یافته است چنانکہ نخل از بقیہ طینت آدم است و جائے دیگر گفته اند کہ متابعت پنج مرتبہ است و ہمہ مراتب مارا حاصل است و گفته اند کہ ہمہ کمالات محمدی بے تفادہ در ذات من حاصل، لیکن بہ تبع و طفیل است، مردے ثقہ از ایشان شنید، آن شخص گفت کہ از اینجا مزیت شما لازم می آید، جواب دادند کہ آنجا بالا صالہ است، و این جا بطفیل، و یکے از یاراں ایشان گفت کہ مقام خود را فوق مقام انبیاء و انما، و این توجیہ کہ موجب اثبات و تصحیح آن باشد کردہ اند، و در جائے تخلی محمدی و احمدی گفته اند و دورہ الف با مجد و الف گفته اند، و امثال این

کلمات در مکتوبات ایشان مذکور است و این ہمہ را می گذرانیدم تا نوبت این مکتوب رسید،
 کہ باعث نفرت و وحشت گردید، گفتہ اند ہم مرید اللہ ام و ہم مراد اللہ و سلسلہ ارادت
 من بے واسطہ باشد تعالیٰ متعلق است وید من نائب ید اللہ است، سبحانہ اگرچہ
 ارادہ من بہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بواسطہ کثرت است، در طریقہ نقشبندیہ
 بہ بست و یک واسطہ در میان است، و در طریقہ قادریہ بہ بست و پنج، و در طریقہ چشتیہ
 بہ بست و ہفت، و ارادہ تاکید و ساطط نمی کند، پس من ہم مرید رسول اللہ ام و ہم ہمہ پس
 روا و برخواں این دولت ہر چند طفیلی ام، ناخواندہ نیامدہ ام، و ہر چند تابع ام، اما از اصا
 بے بہرہ نیم، ہر چند اتم اما شریک دولتم، نہ شرکتی کہ از ودعوتے ہمہ سہری خیزد، کہ آن
 کفر است، بلکہ شریکت خادم است با مخدوم تا نطلبیدہ اند، بر سفرہ اہل دولت حاضر
 نیامدہ ام، و تا نخواستہ دست بایں دولت دراز نکردہ ام، ہر چند اوسیم اما مربی حاضر و
 ناظر دارم، و ہر چند در طریقہ نقشبندیہ پیر من عبد الباقی است اما متکفل تربیت من اللہ
 باقی است، من بفضل تربیت یافتہ ام، و براہ اجتبار رفتہ سلسلہ من سلسلہ رحمانیت کہ
 من عبد الرحمن ام، چہ رب من رحمان است، و مربی من ارحم الراحمین است و طریقہ
 من سبحانی است، کہ از راہ تنزیہ رفتہ ام، و از اسم و صفت جز ذات اقدس نخواستہ
 ام، این سبھانے نہ آن سبحانیت کہ بسطامی بآن قائل گشتہ کہ آنرا ازین مسائنیت
 و آن از دائرہ نفس برآمدہ و این از ماورائے نفس و آفاقست، و آن شبیہ است کہ
 لباس تنزیہی است کہ کردی از دامن تشبیہ بوسے نرسیدہ، و آن از سرچشمہ سکر جوش زدہ
 و از عین صحو برآمدہ ارحم الراحمین در حق من اسباب تربیت را غیر از معذات نداشته
 است، و علت فاعلی در تربیت من غیر از فضل خود را نہ ساختہ، از کمال کرم و اہتمام و
 غیرتے کہ بے سبحانہ و تعالیٰ و تقدس در حق من دارد، تجویز نہ فرماید کہ فعل دیگرے را
 در حق بدخلے باشد، یا من بدگیرے دریں باب متوجہ گردم، مر بانی الہی ام جلشانہ و

مجتبیٰ فضل و کرم لا متناہی و تعالیٰ و تقدس انتہی سبحان اللہ ولہ العظمۃ والکبریا، اس چہ
 سخاں و اس چہ کلمات است و اس چہ سلطنت و سطوات و اس خطبہ خوانی و شاگستری
 نفس است، اللہ اکبر درویشی شکستگی و خاکساری و ادب و تواضع و کم زدنی نفس است
 حضرت خواجہ محمد یار رحمۃ اللہ رحمۃ واسعہ در آخر رسالہ قدسیہ بایں رباعی وصیت کردہ
 اند۔ رباعی:

اندر رہ حق جملہ ادب باید بود تا جان باقی است در طلب باید بود
 در ہر دم گر ہزار دریا بکشتی کم باید بود خشک لب باید بود
 وقال بعض العرفاء حقيقة الطريقة ان يكون مفصلاً وان يكون طالباً للبلايا
 ومنتی ظننت انک وصلت و ما ظننت انک ظفرت و ما ظفرت و ما ظننت
 انک یحصل لک حال لا حال لک حال سالکان اس راہ و مقبولان در گاہ ہمہ
 ناظر دریں است، نعم از بعض اقطاب فخر و مہابت بر اہل زمان خود بوقوع آمدہ است
 و از مقام و مرتبہ خود خبر دادہ اند، و گویند کہ آن بامر پروردگار است نہ بطریق دیگر و نفسانیہ
 شاید کہ دریں جلے ازین قبیل خواہد بود، واللہ اعلم بالصواب، اما نسبت باقران و
 شرکا رگفتہ، نہ نسبت بحضرت سید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التحیات و
 بعضے از کبرائے مشائخ گفتمہ اند اما فارابی الا رسول اللہ و حضرت عوث الثقلمین
 لیس علی منۃ الا للہ و رسولہ، اس درست است، اما آنکہ گوید، در قرب و وصول
 ما در مقلے رسیدہ ایم کہ پیچ کس را واسطہ نیست، و پیچیکے را دخل نیست نہ رسول و
 نہ غیر وے را و اگر واسطہ بودند وقت سلوک بودند، و حال آنکہ سلوک تمام شد، و قرب
 در گاہ حاصل گشت، و وصول بحصول پیوست، پیچکس واسطہ نیست، ہمہ منقطع شد
 بلکہ من برای الہی ام و مجتبیٰ ادیم و فعل دیگرے را در حق من دخل نیست، و دیگرے

سہ حالات کے لیے ملاحظہ ہو، رشحات (مطبع نول کشور ۱۹۱۲ء)

درین معنی متوجه نه آن دیگر کدام است رسول خدا حاشا و کلا، سبحان الله هیچ کس با رسول
 خدا این چنین درمی افتد و گستاخی می کند و می گوید که من هم سر محمد رسول الله ام، در وقت
 مرید و س بودم، الا آن مرید خدایم بواسطه وس در قریب که من با خدا دارم دے صلی الله
 علیه وآله وسلم را واسطه نیست، و از خلوتی که من با خدا دارم و س پیروست باید دریافت
 که مضمون این سخنان چیست، و ازین جا چه لازم می آید، هیچ شیخی و عارفی باین طرز
 سخن گفته و دعوی کرده است، همانا که با ولیای خدا در افتاده بود پس نبود تا تو پیغمبر
 خدا رسید، بعد از آن نمی دانم تا بجا خواهد کشید، و گفته اگر چه اتم اما شرک یک دو تخم و در
 منقبت و کمالات و فضیله و اگر در تحقق نظر نمایند این معنی مفهوم میگردد که در وقت امت
 تابع بودم که در سلوک طریق قرب متابعت پس رد می کردم، چون مقرب درگاه
 حق شدم، مرید و س تعالی گشتم و شرک یک او شدم، سبحان الله در راه خدا امت با پیغمبر
 شرک یک می باشد، خصوصاً با محمد صلی الله علیه وآله وسلم که همتر و بهتر پیغمبران است،
 و عجب که وجود شرکت گفته بشرکتی که از آن دعوی همسری خیزد که آن کفر است، دیگر
 شرکت کدام هست که از آن همسری نه خیزد و معنی شرکت و همسری یکے است، نزدیک
 بتزادف یا مثلاً زمان مساویان اند و آنکه گفته اند، بلکه شرکت خادم با مخدوم است یعنی
 اگر چه این خادم چیزی از خانه خود نیاورده، و هر چه دارد از مخدوم دارد، ولیکن هر چه
 مخدوم داشت بوی داد، شرک یک خود، همچو خود گردانید، این هرگز بوجد نمی آید، مخدوم
 بخادم چیزی میدهد که مناسب حال و س باشد، و مخدوم خادماں بسیار دارد،
 بهر کدام بخشش و میدهد، چنانکه ذکر آتش در کلام ایشان بسیار، در بیان این
 معنی واقع شده است، و از آتش دادن لازم نمی آید که هر چه در خانه داشت
 داد، بلکه آنچه در غر اوست می دهد و خود درین مطالب علیه چه گنجائش این تمثیلات
 و تقریرات مقرر است، دعوی مساوات با نبیا و خصوصاً با سید انبیا و صلوات الله

وسلامہ علیہم باطل است، و تفرقہ و تفصیل باعتبار خادمی و مخدومی و اصالہ و فرعہ نیز باطل است، و عاقل و کلام دریں مسئلہ نیاید و از زبان بعضی مہدویہ کہ باتفاق فرقہ خلافت اند شنیدہ است کہ در اعتقاد سید محمد جوہر پوری کہ مہدوئینشا و محل و مقر ضلالت ایشان است، میگفتند کہ ہر کمالی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داشت در سید محمد نیز بودہ فرق است کہ آنجا با صالہ بود و این جا بہ تبعیت رسول بجائے رسیدہ کہ ہجو او شدہ، و این بعینہ مقول ایشان است، و چنین شنیدہ میشود کہ شیعیہ نیز در شان ائمہ عشرہ رضی اللہ عنہم می گویند کہ ایشان تلامذہ اند، پیغمبر علیہ السلام بمرتبہ استاد رسیدہ، و بہر تقدیر خادم حق نعمت شناخت و نزد مخدوم جز بہ بندگی و نیاز دم نہ زد، و دعوی مساوات نہ کرد

لے ایازاں پوشتیں را دار پاس

و مثال این خادم با این مخدوم کہ دم برابری میزند و گستاخی میکند حال آن غلام آن است کہ ہمراہ خواجہ کہ مقرب در گاہ سلطان بود، در مجلس سلطان رفت، پس خواجہ بجلس قرب نشست و غلام نیز آن جا ایستاد، و چون خود را در مجلس بادشاہ و خواجہ یکجا دید بنارید و مغرور گشت، و از بخردی و بیتابی کہ رسم غلاماں است خود را گم کرد و با خواجہ شریک و برابر گرفت، و گفت من ہم بندہ بادشاہ و مقرب اویم، و ندانست کہ ہمچنانکہ نخست نزدیک سلوک طریق قرب و وصول بوساطت و طفیل خواجہ بہ مجلس بادشاہ رسید، و دوس واسطہ بود، الا آن قرب و وصول کہ حاصل شدہ است، نیز واسطہ است، و لیکن از غایت غرور و بخردی و کم فکری و جو و ساطتہ از نظروے ساقط شد و در حیطہ کفران نعمت افتادہ، شیخ چو سلامتہ دریں سخن تامل کنید کہ از قول ایشان کہ انکام کہ حکمت در پیدا کردن من آنست کہ کمال ابراہیمی و محمدی جمع شود، چہ مفہوم میشود و چہ

لے حالات کے لیے ملاحظہ ہو سیرت امام محمدی مولفہ شاہ میہاں عبدالرحمن (مطبع ابراہیمہ حیدرآباد)

لازم می آید، این جا ہمیں جواب بخادمی و مخدومی داده اند، این سخن بیج فائدہ ندارد
 جز فرق بتبعیت و اصالۃ، اما دعوی ہم سری و برابری از خادم و تابع نامقبول و
 نامناسب تر است، عجب آنکہ فرمودہ اند کہ بر خوان این دولت ہر چند طفیلی ام اما
 ناخواندہ نیامدہ ام، ہر چند تابعم از اصالۃ بے بہرہ نیم، این چہ معنی دارد، طفیلی خود
 ہماں کس را گویند کہ ناخواندہ بیاید و تبعیت ضد اصالۃ است، اجتماع ضدین
 محال، و اگر گویند بوجہ تابعم و بوجہ اصل این معنی و محصلی ندارد مگر آنکہ نخست در
 وقت سلوک پیر و مرید بودم، اکنون بعد از وصول لمرتبہ اصالۃ رسیدہ ام و پیر و
 مرید خودم، و ہمہ وسائل و وسائط کو بودند ساقط شدند، و از میان بدر رفتند،
 چنانکہ اسباب تربیت خود بمعدلات تشبیہ دادہ، پس ازین محمد رسول اللہ با مریدگی
 از خاصان در گاہ و سے بودم، اکنون خدا یم بواسطہ و ارادہ من باشد تعالی قبول
 و سائط نمی کند، و ارادہ من باشد تعالی است، پس من ہم مرید محمد رسول اللہ ام باعتبار
 سابق ہمسرہ ادیم، بحکم حال تعالی اللہ از تصور این معنی و تکلم باین کلام موئے بر بدن
 اعتقاد و اخلاص مسلمانی می خیزد، و بخدا سوگند بس عظیم است این کلام و بغایت
 شنیع است، این مرام راہ راست کہ اعتقاد کنند، و بگویند کہ ہمہ مریداں حضرت
 رسول اللہ اند و رسول اللہ مرید خداست، و از حق فیض میگیرند و بخلق میرسانند معنی
 نبوت و رسالت این است، و بیج کس را بواسطہ و سے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راہ
 نیست، بسوئے خدا و در در گاہ و سے جائے نہ خواہ، در وقت سلوک یا بعد از وصول
 دیگر سلسلہ در ارادۃ اللہ بے توسط غیریت، عجب واقع شدہ است اطلاق سلسلہ
 در جائے مناسب است کہ بواسائط باشد، ظاہراً سہو قلم است یا بطریق
 مشککہ است، این سخن طالب علی است والاہر فی ذلک سہل و گفتہ اند
 ید من نائب ید اللہ این فرع و نتیجہ ارادۃ اللہ است، چہ ید مرید نائب پیر

می باشد، اما یلوح می افتد، بقول حق سبحانہ ان الذین یبایعوننا انما یبایعون
 اللہ الایۃ وایں بحقیقت وقتی راست آید کہ بروے اثر ما رمیت اذ رمیت و
 لکن اللہ سر می، مرتب گردد کہ بیک مشت خاک لشکر را منہدم گرداند و سہ حکایت
 زبانی بیش نیست، اکنون بمعارف و حقائق کہ در تحقیق این دعاوی نوشته آید دست
 زده این خلجانا ت و شہادت کنم، و من اللہ الاستعانت و التوفیق نوشته آید کہ سیر
 مرادی مریدی امر نیست کہ بوجدان پیر تعلق دارد، پس حجت و برہان بر اثبات گنجائش
 ندارد، این جا کس چہ سخن کند کہ راہ سخن بر بستد، لیکن ہر چیز را حجت و برہان باید ہیج
 چیز بے حجت و برہان معقول و مقبول نمی افتد۔ مراد ان و محبوبان خود را در اصطلاح
 قوم ہماں کساں اند کہ نخست ایشانرا جذب می نماید، و بدرگاہ میکشد، بعد از ان توفیق
 سیردادہ داصل می سازند، کہ معنی مجزوب سالک است، و مریداں را بآنکہ ایشان
 را بعد از سلوک می کشد، و ایشان را سالک مجزوب میگویند، اما این ہم می باشد
 کہ صاحب سیر مرادی بجائے میرسد کہ در ارادہ او بحق و قرب وصول بجناب قدس
 وے اللہ تعالیٰ و ساط حضرت سید المرسلین سلطان محبوبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 سقوط می پذیرد، و بر می افتد، و در جمیع کمالات برابر سید المرسلین می باشد، و دعوی
 شریکت و ہمسری و برابری میکند و جامع کمالات ابراہیمی و محمدی می گردد، و صفا
 این سیر ہمسرہ محمد رسول اللہ میگردد، و می گوید کہ ہم چنانکہ آنحضرت مرید خداست
 بہ واسطہ من ہم مرید خدایم، بہ واسطہ و آنکہ نوشته کہ کسے را حق سبحانہ قوۃ قدیہ دادہ
 اگر در احوال و اوضاع صاحب آل سیر نیک ملاحظہ نماید، و فیوض و برکات علوم و معارف
 الہی جل شانہ کہ او باں ممتاز است، مشاہدہ کند تواند۔ حکم سری مراد او دارد، و ہیج
 محتاج بدلیل نیست، سخن عجیبی این است یعنی شما این مقدار ادراک و شعور ندارید کہ
 اوضاع و احوال دجال و کمال مارا ملاحظہ نمایند، و فیوض و برکات و علوم و معارف

مارا کہ برآں منفرد و ممتازیم مشاہدہ کنید و سیر مرادی ما حکم کنید، دیگر دلیل چہ حاجت است، ازین
 جا آن سخن یاد می آید کہ یکبارگی از ہمیں یاران یکے بخدمت ایشان نوشته بود کہ عجب است
 کہ با وجود عظمت و جلالت و مرتبت کرامات از شما ظاہر نمی شود، در جواب او نوشتند کہ کدام
 کرامتہ بالا تر ازین معارف و حقائق باشد کہ بایمان کنیم و بر ما وارد میگردد، و دیگر آن طاقت
 بیان آن نیست، معجزہ حضرت رسول اللہ نیز سخن بود کہ بمرتبہ اعجاز رسیدہ بود، او حکما
 قلتہ عرضی ہذا آئیم بمقصود کہ در امتیاز شما بہ بیان علوم و معارف نیست، لیکن
 غایۃ آنچه ظاہر میگردد و از آن است کہ شما را عالم و فاضل و ماہر و دانشور و سخندان
 دانیم، بلکہ عارف و مکاشف ہم گوئیم، اما آنرا از کجا معلوم کنم کہ شما سیر مرادی بمرتبہ
 رسیدہ اند کہ وساطت حضرت سید المرسلین و سید کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در میان
 شما و خداوند عز و جل نامزدہ است، تا آنکہ ہمسرہ و ہم سیر ہائے آنحضرت شدہ دید، این
 معنی لازم سیر مرادی نیست، و احوال و اوضاع و علوم و معارف متصور است کہ یکجا
 خطا واقع شود و عصمت مخصوص انبیاء است صلوات اللہ علیہم و خطا در کشف
 باتفاق اہل کشف جائز است و ملازمان کہ خطا بہر شیخ ابن عربی ثابت کردہ اند، از ہمیں
 عالم است کہ با وجود این حقائق و معارف کہ شیخ دارد خطا با کرده است، و آنکہ نوشته
 اند کہ خواجہ ما قدس سرہ در اوائل حال سیر این فقیر را سیر مرادی مقرر فرمودہ اند حضرت خواجہ
 اثبات شما بسیار میکردند و کساں واقف اند برآں و بیشتر از ہمہ این فقیر اگرآں در قید
 حیوہ صوری می بودند، یقین است کہ باین سخنان راضی نمی شدند و بیچ کس باین راضی
 نخواہد شد، امید داریم کہ شما ہم در باطن راضی نخواہید شد، واللہ اعلم۔ و عبادت در اوائل
 نشانہائے این دریافتہ باشند۔ بعد از آن حال متغیر شدہ باشد واللہ محول الاحوال نحو

۱۰ حالات کے لیے ملاحظہ ہو۔
 Mystical Philosophy of
 Muhiuddin Ibn ul Arabi, A. E. Affif

مایشاء و یثبت، مقصود شما چون آنست که در ابتدائے حال این علم میگرداند در انتهای
 خود چه خواهد بود، مسلم سیر مرادی و مقام ابتداء شمارا حاصل است، اما آنکه سیر مرادی این
 نتیجی آرد که با حضرت رسول صلی الله علیه وآله وسلم این معامله دست داد و این چنین در
 برابری افتادند که ایشان از میان ساقط شدند و واسطه نماند فسخ است، باز همان که مذکور
 شد پیش می آید، و مکرری شود و نوشته اند که اجتناب مخصوص نیست با نبیاء علیهم السلام و همچنین
 باشد که اگرچه در آیات قرآنی اجتناب بهم جانبیت با نبیاء علیهم السلام واقع شده است
 قوله تعالی و لکن الله مجتبی من رسله فایشاء فامنوا بالله و رسله و بعد از ذکر نبیاء
 فرموده است اجتناباً هم و هذا یحتمل صراط مستقیم و حقیقت آنست که معنی اجتناب
 گزیدن است - حق تعالی بر میگزیند - انبیاء را بے سابقه کسب و سلوک و اولیاء را بکسب و
 ریاضت و اتباع انبیاء و این جا آن اجتناب نیست که در انبیاء است - و آن اینست بغیر
 قول حق سبحانه الله مجتبی الیه من یشاء و یجهدی الیه من ینیب - پس وجه مباهات نیست
 مگر عدم توسط چنانکه ادعا کرده اند، و بیان آن باید قولکم و صول فیوض مر سالک را توسط
 و حیلولة خیر البشر علیه و علی آله الصلوٰة و السلام تا زمانی است که حقیقت سالک بحقیقت محمدی
 که جامع جمیع حقائق است، را آنرا حقیقة الحقائق گویند منطبق نگشته است، و بآن متحد نشده
 چون بکمال متابعت ملک محض بفضل الله این حقیقت را بآن حقیقت اتحادی حاصل گشت
 توسط برخواست چه توسط و حیلولة در مغایره است، انتهى اتحاد حقیقت سالک با حقیقت
 محمدی که حقیقة الحقائق است چه معنی دارد، چه صورت این سخن از مقام ادب و انصاف
 دور است، و گستاخی صریح و گزاف فصیح و با قطع نظر از حکم عقل دو چیز و یک شدن آنها
 هر چند جزو کل و جزئی کلی باشند از قبیل محالاتست، لازم می آید که حقیقت هر سالک که
 باین مرتبه و مقام برسد حقیقة الحقائق گردد، و ذلک ظاهر البطلان پس اگر از اهل حقیقت
 کسی این اطلاق کرده باشد حکم با اتحاد بودن معنیش فناء و ردغیبة از خود در حضور و بی خواهد بود

بجہ کمال متابعت و غلبہ محبت چنانکہ فنا فی الشیخ میگویند، و خود شیخ تمام عالم و پیر حبلہ
بنی آدم و جہت تمام کائنات و قبلہ موجودات اوست، علیہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التیات
ہیچنانکہ اتحاد بذات مطلق الہی را تفسیر کرده اند، باستغراق درستی حق کذا فی الفقرات
چون اتحاد اعتباری و حکمی بامخائرہ حقیقی و نفس الامری منافات نخواہد داشت، و
منا فی وساطت و حیلولہ نخواہد بود و خود تعین و تشخص حقیقت سالک و جزئیہ او باقی
است چنانچہ اہل فنا، و توحید می گویند۔ بیت

تو او نشوی و لیکن ارجمہ کنی جہے برسی کر تو توی بر خیزو

یعنی آن توی و ادوی کہ پیش از فنا و کم شدن بود در دے بود، بلکہ ہمیں کم شدن فنا فی
گشتن و دے قرب و وصول بحق است بوساطت دے پس ایں اتحاد و انطباق کہ
حاصل گشتہ است، اگر چہ ایں واصل بہبت غلبہ بخودی و فنا دریافت ایں و ساط
نمی تواند کرد، حقیقت محمدی را عارفان واسطہ میدانند و می یابند، در حوادث تمامہ
اشیاء و صفات و کمالات از جواہر و اعراض کہ وصول بحق و شہود دے ترازاں جملہ
ست، چہ ہا نہا کہ بآن حقیقت رسیدہ، و در دے فنا گشتہ و حکم اتحاد گرفتہ، و چہ غیر آن
بلکہ توسط نسبت لطائف ولی و دریافت آن نسبت اقرب و اظہر باشد، و ایں سخن
دقیق است واللہ الامادی تو لکم آنجا کہ اتحاد است معاملہ شرکت است ایں نیز خالی از
غائبی نیست، چہ شرکت دوی را می طلبید، و شریک در امرے دو کس باشند و حقیقتہ
اتحاد خود اصلاً بشرکہ جمع نمی شود یعنی فنا و غیبت نیز کہ اتحاد حکمی است و فنا و غائب اند
میاں رفت و حکم فنا گرفت، شرکت از دے چہ صورت دارد، توسط را گفتند کہ دوی می
طلبید، شرکت ہمچنین است تو لکم اما چون سالک تابع و احقاقی است و طفیلی از قبیل
شرکت خادم بود از مخدوم و ایں سخن پیچ محصلی ندارد، و اگر ایں خادم با مخدوم شریک است
در جمیع صفات و نام جہات پس برابری و ہمسری مخدوم لازم و تفاوت اہم خادم و مخدوم

چہ فائدہ دارد، اگر نیست اتحاد چہ معنی دارد۔ این سخن خادے و مخدوسے در کلام ایشان بسیار واقع شدہ، در اجتماع کمالات ابراہیمی و محمدی نیز گفته اند و این را گریز گاہ ساختہ اند، اما فائدہ ندارد۔ و نوشتہ اند کہ مراد بر ہدایت حال بحضرت کائنات محبت خاص پیدا خدہ کہ در غلبات آن محبت می گفتم کہ محبت من بحق سبحانہ از آن جہت است کہ وسے رب محمد است این سخن در ظاہر سحید و باعث تعجب است، اما معنی راست و درست ندارد۔ زیرا کہ محبت منعم جبلی است۔ و ہمہ نعمتہا بوسیلہ و ساططہ آن حضرت و اصل پس محبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اقرب و اعلیٰ اسباب محبت حق باشد، و محبت او با عین محبت حق مستلزم است و بحساب عقل شق ثانی اظہر است، اگر گویند کہ محبت او از جہت انعام محبت صفات است و سخن در محبت ذاتی میرود، گوئیم کہ این نیز از جہت ذات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاصل است، چنانکہ آنحضرت مظهر ذات خاص حق است تعالیٰ و تقدس محبت و انجذاب بوسے موجب محبت، و انجذاب حق خواہد بود، بر ہر تقدیر این سخن بسیار خوب و دلربا است، و اعجابا کاشکے شمارا ہمیں بستہ، رفتہ رفتہ بجائے می کشید کہ در عشق محمدی و آل و شیدا و فانی و مستہلک می گردانید، کہ مجال سرا بالا کردن و دم زدن بایں نوع کلمات مشعر برابری و یگانگی در حضرت وسے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمی ماند، چنانکہ در وصف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آئندہ است، سنگریزہ در دلاں انداختہ و چشم بر جمال آن حضرت دوختہ می نشست، در رابطہ محبت را نگاہ میداشت و دم نمی زد، و حال اکثر اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہمچنین می بود کہ کانونانی مجلسہ کان علی سر و سر ہر الطیر و اشارۃ قول حق سبحانہ یا ایہا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی الایۃ ہمیں است۔ تو کہم تا اس قسم محبت شود نشود، الحاق و اتحاد بہاں معنی فنا و غیبہ و دوام توجہ و حضور و استغراق کہ لازم عشق مفراط و محبت صادق است نہ بمعنی دیگر تو کہم طریقہ جہ بہ را چون کشش از جانب مطلوب است و غایت الہی مشکفل حال

طالب است، ناچار قبول و سائنط نمی کند، و در طریق سلوک چون الثابت از جانب طالب است، و وجود و سائنط چاره نبود، این عین مدعا است و سخن بے دلیل است، طریقه جذب و مرادی و مجربی چنانکه سبق بیان رفت، زیادہ براں این است کہ لطفت اللہ بندہ خود را پیش از آنکہ طلب کند و سلوک نماید جذب می کند، و انجذاب ہم جمالی است کہ بدان سلوک آسان میگردد، و این منافات بوجود و سائنط ندارد، بلکہ چون جذبہ تنها کاری نمی آید و سلوک بے سائنط نمی باشد، لازم آید و وجود و سائنط چنانکہ مقرر قوم است و خود ہم گفتہ اند کہ نفس جذبہ ہر چند و سائنط در کار نیست، اما تمامی منوط بسلوک است اگر بسلوک نباشد، جذبہ ناتمام و ابراست، اگر گویند کہ احتیاج در طریقه جذبہ بسلوک و سائنط پیش از وصول اوست بعد از وصول بر طرف می شود بخلاف طریقه سلوک کہ آنجا بعد از وصول نیز واسطہ میماند، چنانکہ گفتہ اند کہ در طریقه جذبہ اگر توسط متابعت شریعت کہ عبارت از سلوک است وصول بمطلوب می شود بے واسطہ حلول امری خواهد بود۔ گوئیم کہ چہ دلیل است برین دعوی مفهوم جذبہ در حصول طریقه و سے خود مستفیض این نیست چنانکہ معلوم شد۔

مدعا دوم کہ در طریقه سلوک از و سائنط چاره نبود، مارا کہ قابل بوجود و نور و تسطیم مطلقاً داخل در آن نیست و لیکن بطریق بحث و مناظرہ گفتہ می شود کہ چرا آن ہم بعد از وصول بوجود و سائنط بر طرف نشود، چنانچہ بوجود جذبہ بعد از سلوک ملک ہم چنین باید احوال ایشان کہ خاصیت جذبہ عدم و سائنط است و سقوط آنها است و در کلام شائیر اشائیان واقع است۔ آنجا کہ گفتہ اند در طریق سلوک از شیوخ ہر کہ در میان آمدہ است متوسط و حاجب مشہود سالک است، و اے اگر در آخر حال تدارک نماید یعنی و سائنط از میان بر ندارد۔ حاصل آنکہ در طریق جذبہ، و وصول سلوک ہر دو پیش از وصول و سائنط در کار است۔ و اگر در طریقه جذبہ بعد از وصول و سائنط ساقط میگردد و در طریق سلوک



می نماید حکم است چار در هر دو جانبی نماید و چار در هر دو جانبی نگیرد۔ سخن در همین جا است
 و اگر گویند این امر کشفی و جدائی نیست، بحث فائده ندارد۔ آن چیز دیگر است، اما شامقید
 با استدلال شده و توجیه نموده که چون در طریق جذب کشف از جانب مطلوب است،
 و غایت الهی متکفل حال طالب است۔ ناچار قبول و سائلطی کند۔ و در طریق
 سلوک چون انابت از جانب طالب است، از وجود و سائلط چاره نبود، و خود جذب
 و سلوک بر هر دو تقدیر است۔ فرق بتقدیم و تاخیر فائده ندارد۔ اگر گویند که مدعی دلیل بر
 دو کشفی است، چنانکه یکبارگی از شما مثل این سخن شنیده است، این گریز گاه خوبست
 و بعد از آن در اثبات عدم توسط و تقدیر آن طرق دیگر بیان کرده آید۔ اول وصول از
 راه معیت که حق را یابنده است ناچار بے توسط امر بے خواهد بود که متابعت معیت است
 و اگر واسطه است در سلسله تریب است، که عبارت از سلوک است و گفته اند که راه
 معیت یکے از طریق جذب است نه از سلوک انتہی۔

پوشیده نماند که هر گاه راه معیت یکے از طرق جذب باشد که قرار یافت که در طریق
 جذب از سلوک چاره نیست۔ پس در طریق معیت برائے وصول نیز در کار خواهد بود۔ و
 از سائلط ناگزیر و کلام در دوسم چنان خواهد بود، که در طریق جذب گذشته۔ و دیگر مثال
 ظل باصل نموده اند که این هم طریق است، اگر بغایت الهی ظل را باصل خود میله
 پیدا شود و کوشش بر دور هویدا گردد آن ظل را باصل و وصول حاصل شود، هر آئینه بے
 حیل و امر بے خواهد بود۔ چون آن اصل اسمی از اسماء الهی است۔ ناچار در میان اسم
 و اسمی او حائل نخواهد بود۔ و وصول ظل از این راه باصل الاصل که اسمی آن اسم است
 بے سائلط امر بے خواهد بود۔ انتہی۔

پوشیده نماند، ظاهراً نیست که این نیز از طریق جذب خواهد بود۔ چنانکه در طرق معیت
 پس این نیز محتاج سلوک خواهد بود۔ چنانکه طریق جذب این جانیز همان کلام است که

آنجا است۔ دیگر گشتن ظل باصل مسلم واتصال بمسئلی نیز ہمچنین، اما وصول ظل الاصل کہ
مسئلی آن اسم است، چرا بواسطہ آن اسم نباشد۔ بل الامر کذلک قولکم ایضاً ہر کہ وصل
ذاتست بوصول بے خوفی توسط امری در حق او مفقود است۔ و ہر گاہ در صورت
وصول بحضرت ذات سبحانہ حیلولہ و حجابیت صفات واجبہ مرفوع گردد، حیلولہ و
حجاب غیر ذات چہ گنجائش دارد۔ انتہی

پوشیدہ نما نہ امرے مقرر است کہ صفات پردہ ذات است، کہ ہرگز نمی افتد،
اگر یک پردہ برخاست، پردہ دیگر نشید، ذات را جز در پردہ صفات نمی توان دید، و
شود گردد دریافت لیکن صاحب شہود ذات را بختہ غلبہ انجذاب توجہ تام بسوی او
صفات ملحوظ و منظور او نمی افتد، و ہر تقدیر پردہ در میان است۔ در پایداری نیابد۔
وفی الحدیث: حجابہ النور و لہم النہی نور یکے از اسماء محمدیست صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ و
اگر مراد نور ذات دارند کہ حجاب ذاتست، حجابیت نور محمدی بآن مصدق۔ و نور علی
نور بھدی اللہ لنودہ من یشاء خواہد بود، و با قطع نظر از ان این طرف اورا
بوصول بچونی نام گردید، اگر از طرف جذبہ در آید، چنانچہ ظاہر است دریں نیز ہاں
کلام می رود کہ در جذبہ گذشت از احتیاج بسلوک و اگر طریق جذبہ نیست طریق سلوک
خود واسطہ ثابت است، اول و آخر و ظاہر است کہ طریق توجہ الی اللہ و حضور
بادنی است، بہ مشغولان طریق این سلسلہ شریفہ رومی باشد، این کاری کند تا ملک
حضور و انجذاب با حدیث حق حاصل کنند۔ بعد از ان اگر توفیق سلوک یا بند حکم
مجدوب و سالک خواہد بود۔ و کلام در دے گذشت۔ و دریں مشغولی نشی و اسقاط
جہات و اعتبارات است۔ تبصیفہ لوح قلب از نقوش ماسوی اللہ اگر مقصود
بیان این نسبت، و ذکر این حالت است، این خود ہمہ مشغولان این بیعت را میر
علی قدر تفاوت احوالہم۔ چندیں ابہتاج و افتخار و ذکر اجتہاد و شکر و اصالہ و مرادی

مریدی و خادمی و محذومی چیست۔ پس معلوم شد کہ مقصود چیزے دیگر است و بیان
مقام عالی ترازاں است، و مقصود آنست کہ بیان کنند کہ خداے تعالیٰ ما را بفضل
خود بجائے رسانیده است کہ ہما سباب و سائل وصول در حق ما حکم مفادات گرفته
و سقوط پذیرفته است، و حق تعالیٰ از کمال کرم و اہتمام و غیرتے کہ در حق من دارد
تجویز نمی فرماید، کہ فعل دیگرے را در حق من مدخل باشد، یا من بدگیرے دریں معنی
متوجہ گردم، من مرید خدا ام و ہمسر رسول۔ اینہا دریں مقصود چہ دخل دارد و چند
توجہات و مقدمات غریبہ در اثبات و تقریر آن براہیگختن چہ حاجت و در حقیقت
در صورت مشغول و توجہ ذات نیز روح محمدی کہ محیط تمام مراتب وجودی و شہودی
است و ساریست در ذات و صفات واسطہ است اگرچہ مشاہدہ ازاں آگاہ
نیست، بر مثال ضوء و رویت اشیاء با بجلہ باہر کسے کہ نورے و ہدایت و ادراکے و دریا
ہست، بواسطہ حقیقت محمدی است۔ بیت

ہر کجا نور است ساطع یا مکملے باہر انست
پر توے از آفتاب آن جہاں افتادہ است

قولکم تحقیق این مقام آنست کہ توسط سرور کائنات علیہ و علی آلہ وسلم بدو معنی
تواند بود۔ یکے آنکہ او صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حامل و حاجب بود۔ در میان سالک و دریا
مطلوب و معنی دوم آنست کہ سالک بفضل وے و بتوسط وے و تبعیت و متابعت
وے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بمطلوب واصل گردد۔ در طریق سلوک و پیش از رسیدن بحقیقت
محمدی توسط بہر دو معنی کاین است بلکہ می انگارم کہ دریں طریق از شیوخ ہر کہ در میان
آمدہ است، متوسط و حاجب شود، سالک آن است و اگر در آخر حال جذبہ تدارک
آن نماید معاملہ بے پردہ کے نکشد، زیرا کہ در طریق جذبہ بعد از رسیدن بحقیقت الحقائق
توسط بمعنی ثانی است کہ بطفییل و تبعیت است نہ جیلولہ و حجاب کہ پردہ شہود گردد۔

و مشائخ طریقتہ در توسط و عدم توسط آن سرور اختلافاً فرما دارند جمعی توسط رفتہ اند و
گروہی بعدم توسط۔ انتہی۔

پوشیدہ نمائد کہ در توسط تبعیت و طفیل، پیچ کس را جائے سخن نیست، متفق علیہ
است و جمہور عرفائے محققین بر آنند کہ توسط بمعنی حیلولۃ آنحضرت در میان سالک
و مشہود و مطلوب نیز ثابت است، و پیچ مشہود بے توسط روحانیت آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم حاصل نیست، و قول مخالف لایعبار است ناشی از کوتہ نظر سیت و
ایشان میگویند کہ توسط روحانیت آنحضرت در جمیع مراتب وجودی و شہودی و
عیانی و معانی و تمامہ عوالم جسمانی و روحانی ثابت است، و این توسط داخل عجاب
نیست کہ از آن پردہ بر روی شہود نشیند، بلکہ موجب مزید انجلا و انکشاف است
در رنگ حیلولۃ عینک در ابصار عالم ظاہر مثلاً وجود ادراک و شہود ذات بے پردہ
ممکن نیست ۶

در پردہ عیاں با ششم و بے پردہ نہاں

ومی گویند کہ حقیقتہ الحقائق بودن آنحضرت و اعطای باہیات مانند احاطہ باہیات
بجوہر و ذوات نیست۔ بلکہ تمام و شامل است مرصقات و معانی را کہ شہود مخدوماں
و محبوباں و مراداں، یکے از آنجملہ است، و می گویند کہ در وقت این شہود کہ در قرب
وصول حاصل است، روح پرفقوح حضرت سید المرسلین محبوب رب العالمین حاضر
است، و واسطہ است و از ذات حق مفارق نیست، چه محب و محبوب از یک دگر
جدانشوند خصوص این چنین محبوب کہ محبوبیت دے بذات بحت بملاحظہ جمیع شیون
و اعتبارات تعلق گرفتہ است، و اگر چه بے ملاحظہ شیون و اعتبارات تعلق گرفتہ است
و اگر چه بے ملاحظہ شیون و اعتبارات ہمہ باشد بملاحظہ جمیع شیون و اعتبارات بود از
ہست بودن او منظر جامع قال بعض العارفین مَا أَرْسَلَ الرَّحْمَنُ أَوْ يَرْسِلُ مِنْ دَحْمَةٍ

تصعد او تنزل فی ملکوت الله او ملکه من کل ما ینخص او یشمل الا والمصطفی
عبد و نبیه و مختاره المرسل واسطة فیها و اصل لها لیعلم هذا کل من
بعقل و این شامل جمیع مراتب شود ست، و قال ان روح النبی صلی الله علیه
واله وسلم غایت من نفوس بالله فی الله طالب فی وصفه صلی الله علیه
واله المحقق المحکوم بالبحر من ادعی معرفته الله مجردة فی نفس الامر عن
نفسه المحمدی و میگوید که این مشاهدہ مجذوب سالک تواند بود، که بجهت تصویر یافت
و تمیز یا بجهت فلسفے خودی، از ادراک، و دریافت آن قاصر و ذایل باشد. اما نفس الامر
ثابت و دائم است. و آن ذہول در حقیقت از قبیل عدم علم بعلم است. چنانچه در
مواضع گفته آید. ازین ہم گزشم و مسلم داشتم که مشایخ طریقت از توسط و عدم توسط آن
سرور اختلاف دارند. اما آن گروه که قائل آن بعدم توسط دعوی شرکت ہمسر می ہمسری
و اعتبار و عدم مدخلیة آنحضرت در حق ایشان و عدم توجہ ایشان بہ آنجناب چنانکہ
گفته اند می کنند. و مشایخ درین جا ہم اختلاف دارند سخن در آنجا است حاشا و کلام
متفق از و در غایت بندگی و نیازمندی و سرافکندگی و احتیاج بآنجناب. دیگر مخفی
نماند کہ توسط آنحضرت در شہود و اصل موجب عظمت و جلال و سبق اوست در
درگاہ غیرت و عدم توسط سبب تاخر و سقوط و تصور و حاصل حکایات عدم توسط
سبب تاخر و سقوط و تصور و حاصل حکایات عدم توسط بآن راجع میگردد کہ سالک
ہمیشہ خادمانہ ہمراہ آن حضرت بہ تبعیت و طفیل میرفت. و اقتباس از وی میگردد
چون بقرب درگاہ رسید بیشتر رفت و درون درآمد و آن حضرت را پس انداخت و
بیرون در گذشت و از میان ساقط گردانید، خود در مجلس درآمد و بر منصفہ قرب وصال
نشست، و کامراں شد. و میگوید کہ من و تو برابریم من ہم بندہ ام، او را توسط در میان
من و ہذا بناید. اگر چه در اصل بندہ و تابع تو و خادم تو بودم، و بواسطہ تو رسیدم الان تو،

پیچ و خیل و توسط نداری - نعم اگر بایر و مرشد معلومه و حال چنین بستند، ممکن باشد که بواسطه
و غنایت و تربیت حضرت رسالت انوار و اسرار اقتباس و شقاوت و استغاضه
نماید - و فیوض و فتوح حاصل کند، و از پیر در مقام قرب بیشتر رود، و تقدیم نشیند،
اما این عجب که بتبعیت آنرا بحضرت استغاضه و استفاده کند و در مرتبه برابر گردد
و او را از میان ساقط گرداند، و خود در مقام قرب بواسطه نشیند، پیچ عاقل و عار
این سخن روا دارد، و قبول کند، و ایشان عجب نکته ملایانه بتکلیف اشتباه نموده و افا
کرده، و گفته اند که گفته نه شود که از این عدم توسط اگر چه نیک بود، قصور بجواب
خاتمه علیه الصلوة والسلام لازم می آید، زیرا که میگویم که این عدم توسط مستلزم کمال
است - نه مستلزم قصور، بلکه قصور در توسط است، زیرا که کمال متنوع
آنست که تابع او بسط، قبل و تبعیت او جمیع درجات برسد، و این معنی در عدم
توسط کائین است نه در وجود توسط که آنجا شهود پس پرده است که اقصی درجات
کمال است و این جاد پرده پس کمال در عدم توسط بود، و قصور در توسط و از شوکت
و عظمت محذوم است که خادم در پیچ مقامی تخلف نه کند، و تبعیت او شریک دولت
همگان گردد، انتهى

این تخیل محض از فضایات خطابه شعریه است، نه از برای این عقلیه قطعیه ثنیه
و چون ایشان می گویند باید که از کشف صریح و ذوق صحیح شده باشد، و الله اعلم - توکم
از این جا است که آنسرور فرموده است علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل - این
را بران نکته چه متفرع و مترتب ساخته اند از بیان سابق خود لازم می آید که علماء امتی
گمانا زیرا که تمام ایشان را اقصی درجات کمال ثابت گردانند، و در تمام کمالات
شریک آن حضرت گردانند، این خود بالاتر از انبیاء بنی اسرائیل است، زیرا که پیچ
یکه از ایشان شریک آن حضرت در تمام کمالات نیست، و حق آنست که مرتبه علماء امت

بمرتبه انبیاء نمی رسد و شبیه باعتبار خلافت و نیابت در تبلیغ احکام و شراعی است چنانکه
 انبیا ربی اسرائیل تابع تو ریت بودند و بعد از موسی علیه السلام تبلیغ احکام آن می
 کردند و در قدر و مرتبه و نزدیک محبت این حدیث بصحت نرسیده و حدیث العلماء
 ورثة الانبیاء صحیح است، عجب که این جا تصرف از ظاهر و ارتکاب خلاف
 آن راضی شده اند، فرزند شیخ نورالحق می گفت یکبارے نزد ایشان قول الولایة
 افضل من النبوة مذکور شد، فرمودند هر چند تو چه بات و تاویلات راست و درست
 دارد اما موهم خلاف حق است، نباید گفت، این تناقض است، و تناقض در کلام
 ایشان بسیار است، باجمعه در عقاید اهل سنت و جماعت مقرر شده است که پیغمبر
 ولی پدر و جبرئیل نرسیده، اما حافظ نسفی در تفسیر بارک میفرماید که تحقیق لغزیده است
 اقدام بعضی اقدام در تفصیل ولی بر نبی و این کفر سیت جلی، و در تعرف که کتاب معتبر
 است در علم این قوم و شیخ شهاب الدین سهروردی رحمه الله علیه گفته است...
 ما عرفنا التصوف، مذکور است که اجماع کرده اند که انبیاء علیهم السلام افضل بشر
 اند، و نیست یکی از بشر که موازی و مساوی ایشان باشد، نه صدیق نه ولی نه غیر
 ایشان، اگر چه بزرگ باشد - قدم و عظم بود خطروے و بلند باشد رتبه او - ابو یزید
 بسطامی رحمه الله علیه گفته هست آخر و نهایت صدیقین اول احوال انبیاء است
 و نیست مرئوسات انبیاء و را غایتی که درک کرده شود و نیز گفته است، غیبت مثال
 معرفت خلق و علم ایشان نزد پیغمبر صلی الله علیه و آله و سلم همچنان که چوں نبی بر سر خیک سینه
 پدید آید، و می گوید مراد از این سخن آن است، و الله اعلم که هیچ کس از خلق بر سر محمد
 مصطفی صلی الله علیه و آله و سلم نگرود - اگر همه خلق گرد آیند و معرفت و علم خویش گرد

۱. ملاحظہ ہو - Ency. of Islam III p 847-8

۲. حالات کے لیے ملاحظہ ہو - Ency. of Islam II p 506

آرند، کما قال محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشناسندو آن شاخت کہ ایشان بشناسند
 آنرا مثل کردند بدانها چیک چسیت فاما داشتن مقدار وے، و صفات وے، بدان
 نم پدید نیاید و اگر نم نبودی ندانستندی کہ در آن چسیت، انتہی۔ قولکم کہ در حدیث
 آمدہ است کہ چون بندہ در نماز داخل میشود، حجابے کہ در میان بندہ و خداست مرتفع
 میگردد۔ و لهذا صلوٰۃ معراج مومن آمدہ، و خط و افراز آن نصیب غمّتی و اصل گشت
 چہ رفع حجاب مخصوص بواصل غمّتی است، پس ارتفاع حیلولہ و توسط ثابت
 گشت، انتہی این خود صحیح است و لیکن این را نمی بیند کہ در تشهد کہ آخر وقت
 اداء نماز است، و وقت اکملیۃ و انمیت شہود است، میگوید السلام علیک
 ایہا النبی، و بعد از وصول ماتم و اکمال مستغنی و فارغ نیستند از توسط عمال و
 کمال آنحضرت دنیا و تسلیم و توجہ بدرگاہ وے پس توسط ہنوز و توسل مرتفع نگشتہ
 است، و این حجاب در وقت نماز مرتفع می شود حجابہا است کہ بندہ بدان از مقام
 قرب و حضور دل افتد۔ حیلولہ و توسط حقیقۃ محمدی است کہ وے با خدا است
 و انکم و آنکہ نوشتہ اند کہ رویہ آخر وے بے توسط و حیلولہ امرے خواہد بود بے موقع
 است زیرا کہ سخن در رویہ و شہود دنیا نیست و این بے پردہ نمی باشد، لا اقل پردہ
 صفات در میان است و بحقیقۃ رویہ آخر وے نیز بے پردہ، صفات نخواہد بود۔
 و صفات حق منفک از ذات نیست، و غمّتی بر عرفست دیدن ذات را با صفات
 در عرف دیدن ذات می گویند کسیکہ زید را می بیند با چندین صفات از طول و
 عرض و لون و شکل و جز آن میگویند، زید را دید و هیچ کسی نگفتہ است کہ در آخرت
 ذات بحت مجرد از صفات را خواہند دید پس اگر روح محمدی کہ با ذات حکم صفات
 دارد نیز باشد چہ مانع، و اللہ اعلم، قولکم از معرفۃ از خواص معارف عندیہ این
 فقر است کہ حق سبحانہ آنرا بہ محض کرم عطا فرمودہ بحقیقۃ آن متحقق ساخته است

و این معرفت اشاره است بآنچه گفتند کہ عدم توسط موجب کمال است و توسط موجب نقصان۔ کہ آنجا شہور ہے پردہ است و اینجا دید پردہ۔ و این کمال بالخیر است و گفتہ اند کہ کمال و شوکت عظمت محترم و متبوع نیز ہمہ دریں است کہ تابع و خادم او بجائے رسیدہ است و بتبعیت او شریک دولتہ او شدہ۔ سبحان اللہ! این چہ تخیل و توہم است و سرور اہتما جست و در لو ارم این سخن نمی نگرید.... رسول خداست از میان و دعوی مساوات بادے ترجیح اولیاء بر انبیاء صلوات اللہ علیہم اجمعین و سلام، چنانچہ تقریر آن گذشت حاجت بتکرار نیست، اما ہمیں یک سخن باز تکرار کردہ کہ واسطہ کہ می خواہند، کرامی گویند محمد رسول اللہ را میخواستند کہ محبوب رب العالمین و مقصود دنیا و دین است، و آنحضرت را پردہ میگویند و حجاب نام می نہند، زہیے آن عارف کامل مشاہدہ حق را در مراتب محمدی مشاہدہ کند، چاہنما فدائے آن پردہ باد سبحان اللہ! این چہ نقصان است، کہ ام کمال بالا تر از این باشد کہ جمال محمد و کمال حق ہر دو مشہود شود و منظور گردد و محمد را صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق برائے آن آفریدہ است کہ در آئینہ جمال و کمال وے ذات اورا مشاہدہ کنند و در خلوة خانہ حقیقہ درآبدہ با ذات و صفات حق مواصلت نمایند، کہ ہر چہ بہت آنجا است۔ قال بعض العارفين لا تجلی اشعة الله بقلب الا من حراة سرہ و هو النور المطلق و پردہ ہائے کہ دور باید کرد پردہ ظلمانی و روحانی و انفسی و آفاقی است، کہ حجاب مقصود و پردہ شہود شوند و آنکہ ذات محمد را پردہ گویند و از میان ساقط گردانند، و چرا گویند کہ نباید گفت کہ این قضیہ ان شاء اللہ در روز جزا مشخص گردد، بلکہ در عالم برزخ نزد آنحضرت مذکور شود۔ اگر من پیش از شما از عالم رفتم اول شکایتی کہ از شما پیش آنحضرت کنم این خواہد بود۔ واللہ اعلم۔ و اگر دریں دنیا ہم بوقائع و حالات مطلع گردانند و در نیست و طریقہ و عادت مسکین

آنست چنانچہ مشغولانِ این سلسلہ توجہ بذات حق نموده مراقبہ جمال شریف می نمایند۔
مراقبہ آنحضرت میکند رفته رفته بذات حق یکے شود بمعنی استخراق و حضور کہ نزد این طائفہ
معنی اتحاد است، چنانچہ گذشت و مراقبہ حلّیہ شریف کہ دائمی است و دریں
ایام کہ سخنان شما ذکر آنحضرت و توجہ بجناب وے تقریب شدہ است بحالتہ
مخصوص شدہ کہ زیادہ گرداند۔ خدا تعالیٰ تمام عارفان و اصلاّ و مقربان و محبوبان
را می بینم کہ زبان حال و قال بتوسل و گداگری و استمداد از آنجا کشادہ جز بندگی و
نیاد و شکستگی و غلامی و سگی نمی نمایند، بروئے ایشان بنیدانم کہ کدام در معرفت کشا
ند و روئے حقیقت نموده این چنین سخنان بوجود آورده، سر بر زده است۔ چوں
است ظاہر آن است کہ شاد و غم خورده آید۔ بنیدانم کہ از دست کہ خورده آید و اللہ
اعلم و العاقبتہ باخیر یتیم محذور و باطریق صواب آنست کہ قطع نظر از این تفصیلات و تحقیقات
و معارف کہ مذکور است نموده بے تردد و تفصیل بگوئید کہ فیوض و فتوح در اول و
آخر و ظاہر و باطن قبل الوصول و بعدہ مراد آن و مراد آن را و محبوبان را و محبان را ہمہ
تبعیت و طفیل و توسط بتوسل آنحضرت است، دیگر سخن نیست زیادہ چہ گوید۔ و
عجب است در شان کافران و مکذوبان قرآن وارد شدہ، بل کذبوا بآلہم عیطوا
بعلمہ ہی و لما یا نھم تاویلہ در شان فقیران صرف کردہ آید و ایشان ہم اگر این
آیہ را بخوانند و اصلہ اللہ علی علم چہ شود۔ دیگر عرضہ میدارم کہ در وجود اتباع نبوی
کہ مردم دعوی آن می کنند و برائے خود کمالات انتساب می کنند و چنین شنیدہ می شود
کہ ایشان در مکتوبات آنرا بر پنج مرتبہ نہادہ اند، و گفتہ اند کہ ہمہ مراتب در آن موجود است
و ہمچنین ہم نوشتہ اند کہ در یکے از نیم مراتب علم با سراسر اقطاعات قرآنی نیز حاصل میگردد
این مسکین را چہ نسبت کہ چگونہ است ابتداً از اقوال و افعال می باشد، کہ ہر چہ فرمودہ
از او امر و نواہی بجای آرند و امتثال نمایند۔ و ہر چہ کردہ اند از افعال بجای آرند و بصفت

ایشان منصف شوند، و بعد ازاں در احوال باطن کہ ہر چہ از انوار و اسرار آنجا یافتہ و
وجود یافتہ این جامع وجود میگردد، و کیست کہ این کمالات دروے بہام و کمال حاصل
شدہ باشد، چنانچہ در حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آمدہ است و ایک
نطق ذلک این ہمہ طاعت و عبادت کہ چنداں شب در نمازی ایستادن کہ پائیک
مبارک می آسایند کجا است زہد و ریاضت کہ برپایاس می خفتند و از نان جو سیر
نمی شدند گو... و آن ہم عقل و سخاوت و شجاعت و قوت و رحمۃ و رافت و تواضع
و حلم و عفو و وفا و حق و حسن عہد و صلہ رحم کجا است، و غیر ذلک فہما ہو، مذکور و مروی فی
الاحادیث، کمالات آنحضرت را در این صفات و اخلاق بود، و در اقصی مراتب درجا
بود، کراست و مقراست کہ حصول فیوض و وصول بمقام قرب بر قدر اتباع خواہد
بود، خود مبالغہ و تاکید درین باب بسیار کردہ اند، و در عبارت ایشان اکثر ذکر متابعت
بذکر فضل الہی مقرونست، و گفتہ باتباع آمد، بلکہ محض فضل الہی گویا برائے دفع
شبهہ و استبعاد است، و نوشتہ اند کہ بکشف صحیح و الہام صریح بہ یقین پیوستہ
است کہ بہیچ دقیقہ از دقائق این راہ و بہیچ معرفت از معارف این قوم بہ واسطہ
و توسط متابعت او صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میسر نیست، و منتہی را در رنگ بتدی و متوسط
و فیوض برکات این راہ بے تبعیت و بے طفیل حاصل نشود، انتہی این امر بے
مجموع علیہ در دین احتیاج بکشف و الہام چہ دارد، چہ کمالات دین و صفات مسلمان
ہمہ موقوف بر این است و گویا تخصیص بہ دقائق و معارف بیان می کند و مخصوص
بشرح و بیان آنست بہ یقین دانست کہ بکمال متابعت موصوفست و زبان او و
اعتراف ازوے قاصر، چنانچہ در اول مکتوب افادہ نمودہ آید، بعد ازاں زبان چنداں
بمدح و ثناء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و احتیاج کلی توسط و توسل و بے صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کشادہ اند، کہ جان را سیراب و دل را شاداب میگرداند، و رفع تمام

توہمات و سوزن می کند اما با وجود این رفع وسائل و استثنائات از میان دقایق و معارف
کلمات و بجز ناظر در سوئے اب و گستاخی چیست، اکنون آیدیم بحکایت سکر و صحو مقرر است
که اصحاب صحو مفضل اند، بر اصحاب سکر۔ زیرا کہ محکوم وقت اند و حال حاکم است
برایشان و ایشان را ابن الوقت گویند و از تنگنائے نفس و احوال بر نیامده و ایشان
با اصحاب صحو کہ ازین مضائق برآمده و حاکم و غالب شده اند، بروقت و ایشان
را ابو الوقت گویند، چه نسبت است پس آنچه از بعضے اقطاب کہ قد وہ ارباب صحو
و تکمین اند مبالغت و مفاخرتے بر مشائخ دیگر واقع شده است بامر الہی است
نہ بخلہ سکر، چنانکہ حضرت غوث الثقلین امام الفرقین شیخ عبدالقادر گیلانی فرمودہ
اند قد می هذه علی رقبۃ کل ولی اللہ و بزرگی فرمودہ است من تحت خضراء
السماء مثلی و امثال آن بامر الہی است کہ در باطن اولیاء اللہ فیما شد، نہ صادر
بہ غلبہ سکر و طمع حال و سکر غیرت و بے تمیز سب و اشارۃ ہذہ منافی آنست و
نقل است کہ در بعضے احوال و مقامات حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قدم ایشان
بر قدم خود نہادہ اند کہ ایں قدم تو قدم من است، پس گفت شیخ قد می هذه علی
رقبۃ کل ولی اللہ، پس آن بجتہ امتثال الہی کہ بتجدیت نعمت واقع شدہ است اگر
گویند پس چیست تفاوت و اختلاف احوال مشائخ و اولیاء در ارباب صحو و تکمین از صحابہ
و غیر ہم رضوان اللہ علیہم کہ بعضے گفتہ اند و بعضے نہ گفتہ اند۔ گویم ایشان حکم نمی کنند، مگر
باذن خداے عزوجل و امر دے جل و علا، پس ہر کہ امر کردہ شد، گفت و ہر کہ امر کردہ
نشد، نگفت۔ چنانکہ آمدہ است کہ از مشائخ وقت پرسیدہ شد کہ آیا شیخ عبدالقادر در
این کلمہ را ہا مر گفت گفتند نعم ہا مر گفت، و گفتند ایں نشان قطب اسب۔ از اقطاب
در ہر زمان کسے است کہ... میشود بسکوت و گنجائش ندارد۔ اور اگر بسکوت و بعضے
امر کردہ میشود۔ بقول گنجائش ندارد۔ ایشان را جز قول و ایں اکتیہ در مقام قطبی است

زیرا کہ اس نشان شفاعت اوست شیخ صاحب عوارف رحمۃ اللہ علیہ بمقتضائے قیاس عقل و مبلغ علم خود این سخن را داشتال این سخن را بر طبع مسکرو غلبہ حالی و اشتراق نفس حاصل کرده، و شیخ بر قصد محبت ایل قوم و عدم حضور آن چنانکہ شمار برائے مصلحت وقت کہ دریں مکتوب برتر جمیع تفصیل مسکرو واقع شدہ کردہ اید براں ظاہر عبارت شیخ ساقی مخالف است۔ فہم شیخ دریں جا ایل چیں رفتہ چہ تو اں گفت و قول دے دریں با۔ مخالف اقوال کبار مشائخ آنوقت شیخ ابوہدین مغربی و شیخ نجیب الدین سہروردی کہ پیر شیخ شہاب الدین سہروردی است، واقع شدہ و دیگر مشائخ عظام کہ عداوت ایشان موجب اظہار است چنانچہ در ہیجۃ الاسرار کہ کتبے مقبرہ ذکر آن در کتب در طبقات دہلی کہ از مشائخ علماء حدیث و شیخ محمد خردی کہ قدوۃ علماء متاخرین است و غیر آن مذکور است، و مصنف آن بدو واسطہ حضرت غوث الثقلین سیرسد و در کتب دیگر مثل ردۃ الناظر فی مناقب الشیخ عبدالقادر کہ تالیف شیخ مجد الدین صاحب قاموس است و در کتب امام عبدالقد بافی وغیرہ مذکور است، و مریدان شمارا و دریں سخنان شماسہ قسم یافتیم جمعی می گویند ما چہ دانیم۔ ایشان چہ می گویند، مارا کہ مجال فہم سخنان ایشان است ہر چہ گفتہ اند اعتقادی کہم کہ حق است و جملہ عینی گویند کہ اینہا از سکر و بخودی است۔ و فرقہ می گویند کہ ہر چہ ایشان می گویند وہی کنند ہمہ بامر الہی است ساہم بریں معنی باشیم۔ اگر براہیں قاطعہ از کرامات و آیات کہ ازاں بزرگان منقول و مشہود است مشاہدہ کنیم و بے آن حکم نخستین ظن مجوز متوفیق الایاں حوت کہ دروسے نسبت بسرور کائنات گستاخی و بے ادبی لازم می آید، ایں را بیشک منکر میدانیم ان اللہ لا یامر بالفحشاء والمنکر و بہر تقدیر، چنانکہ عادت ایں فقیر است توقف و تسلیم تجویز درمیان

۱۔ ملاحظہ ہو سفینۃ الاولیاء ۲۔ ملاحظہ ہو "تذکرہ حضرت ابوالنجیب عبدالقادر سہروردی" از مولانا حسن میان (مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۱۱ء) ۳۔ ہیجۃ الاسرار شیخ نور الدین ابوالحسن علی بن یوسف (المتوفی ۱۳۱۳ھ) کی تصنیف ہے۔ ۴۔ حالات کے لیے ملاحظہ ہو "انسائیکلو پیڈیا آف اسلام جلد ۲ صفحہ ۱۱۳۱"

نا است که صد و رآن ناشی از مقام صحو و تمکین باشد، اما شما خود بزبان شریف خود اعتراض
 کردید، و گفتید که هر که مثل این سخنان گفته، نشان آن سکر است و سکر را ترجیح بر صحو کرده
 اند و گفته اند که صحو صرف بے مزج سکر عین تصور است۔ صحو خالص نصیب عوام
 است، این سخن اختراعی است۔ بخلاف مقامات متصف شده و برپنج جا که بے
 تمیز نیست و بے اطلاع از تمامه اشیا و مزوج نگرند۔ و در حقیقت سکر و صحو ضداں اند
 که جمع نمی شوند۔ صحو خالص که آنرا نصیب عوام گفتند کدام است سخن از مقام
 عارفان و کاملان و اہل خصوص می رود۔ و از کلام ایشان معلوم میشود کہ از بزرگان
 آنہا کہ صحو ایشان کہ مزوج نیست، صحو صرف دارند و باین نوع کلمات تکلم داخل عوام
 اند۔ این سخن اصحت و گفته اند سکر بطنامی کہ بے تماشای قول لوائی ارفع من لواء محمد ازاں
 بوجود آمد ازین عبارت مدح سکر و اعلای شان آن مفهوم است۔ و دوران مکتوب
 گفته اند کہ سبحانی بطنامی سبحانی من مساس ندارد کہ آن از دائرہ انفس و آفاقت
 و این از سر حشیشہ سکر پوش زده و این از عین صحو برآمده، و این جا ترجیح صحو نموده مفاخرت
 و مبالغات بدان کرده اند، و گفته اند کہ ظاہر شدن حالست بر دل نتواند کہ پوشیدہ دارد
 چیزے را کہ پوشیدن آن واجب بود پیش از ظهور آن حال و این محتمل دو قسم است۔
 یکے آنکہ چیزے منکر و قبیح است و پوشیدن از جهت بود یا صحیح است لیکن درست و
 کتمان آن مصلحت دینی بود، لازم نیست کہ آنچه در کلام اہل اشد واقع شود البتہ ازاں
 قبیل باشد، نہ از قسم اول از جهت عدم عصمت و جود ترک واجب کہ کتمان سرور غایت
 مصلحت است برہم تقدیر لازم آمده است و صاحب سکر معذور است، اگر بے
 اختیاری محض گردد، اختیار و تکلف را بدخل نبود۔ و بعد ازاں سکر ہا کہ در کلام اکابر
 واقع شدہ است، عد کردہ تخمین نموده اند، و مسلم داشته اند، و بے دیر تری گفتند...
 بیچارہ ہا پے باصل نبرده گرفتار ظل ماندہ اند و از زبان رت خواہ شنیدہ است

کہ میفرمودند کہ شیخ عبداللہ انصاری فرمودہ اند کہ بر ما فرید دروغ نہ بستاند، یکے از انجملہ آنکہ
گفت ضمیر پہلوئے عرش زده ام و لوائی ارفع من لواء محمد ہم ازاں جملہ خواہد بود
بلکہ شنیع واقع است۔ از ادل و قول سبحانی را تاویل مشہور است۔ کہ در عوارف مذکور
است کہ از احکایت عن اللہ گفتہ است و اقوال کہ از شیخ جنید بغدادی آورده کہ ہو
العارف والمعرف ولون الماء لون انایہ والمحدث اذا قورن بالقدیم لم
سبق له اثر بر تقدیر صحتہ صدور آن از ایشان در باب فتاوی التوحید است و این
مذہب و حال مقام این قوم است این جا سکر چیست، شیخ ابن عربی کہ بیان
وعدہ وجود و اثبات آن می کند۔ برنجی کہ معتقد او است از سکر نیست، مذہب و
معتقد ایشان ہیں است، و مذہب شیخ جنید اگر خود ہیں است خیر والا اشارہ است
باصالہ و حقیقہ وجود حق سبحانہ و فرعیہ و عاریہ وجود خلق و فتاویٰ ضحلال این در نظر شود
و در مقابلہ وجود حقیقی و غلبہ و سطوة این بر آن و لون الماء لون انایہ تمثیل و تصویر
است برائے ظہور صفات و افعال و سے تعالیٰ در کمونات بحسب استعداد و قابلیت
ایشان نہ ظہور ذات و سے تعالیٰ و تقدس در مرایا ظاہر چنانکہ اہل وحدت میگویند
و فرمودہ اند کہ اگر سحر خالص بود کہ افشا اسرار آنجا کفر بود و خود را از دیگرے بہتر دانستن
شرک بود انتہی سابق مذکور شد کہ این کلیہ نیست، کہ بصحر باشد و با مر باشد کفر نیست
اگر صحیح است و در اظہار آن قوت مصلحت نیست، و اگر وقوع آن از اہل صحر ممنوع
ست، و خود را از دیگرے بہتر دانستن شرک چر باشد، ظاہر اسہو قلم است و صحیح
کہ است، و نوشتہ اند کہ این فقیر کہ این دفاتر در بیان علوم و اسرار این طائفہ علیہ
نوشتہ است، بے مزہ سکر حاشا و کلا کہ آن حرام است و منکر است، و گزافست
و سخن بافست، انتہی سبحان اللہ تا کنون گماں این بود و از کلامہ بے شائبہ

لہ ملاحظہ ہو نفحات الانس۔

سکر کردہ آید، یا برائے تصحیح و تصدیق آنچه واقع شدہ است، بایں سکر برائے اثبات
سکر و مسافہ معلوم میشد کہ ایشان صاحب صحو و تکمین اند۔ و از سکر و تلوین منزہ و مبرا اند
در بنوقت چنان معلوم شد کہ صاحب سکر پودہ اند و مقرر است کہ مرتبہ ایشان سکر
عادل و نازل است، پس تحقیقات و تدقیقات کہ کردہ اند برائے سکر کردہ اند، و اگر
آنچه واقع شدہ است بایں سکر صبح و موسس بر قواعد طریقت و موافق تر از داد^{حقیقت}
است، چنانچہ از بیان کردن حقائق و معارف برائے اثبات او ظاہر میشود، چه
غم دارید، و چه احتیاج..... و انکسار است والا اول یہاں است گفت کہ مقدور
دارید چیزے از مستی و بخودی واقع شدہ است و بعد از غبار نیستی آن را از صرف
اعتبار و صفحہ روزگار میسر شدہ ندخو نمودہ توبہ کردہ و کلام السکاری بطوی و لا یردی
و عجب است ازین طور کسے کہ جمیع فضائل و کمالات محمدی افضل الصلوٰۃ و اکملہا
حاصل گردد، باقصی الغایات و مراتب متابعت کمالی رسیدہ در قرب و وصول
بجائے رسیدہ کہ ہمہ واپس انداختہ و حقیقت را بے پردہ دیدہ، و دریاختہ کہ گرفتار باشد
بسکر دیگران خود چکار کنند، کہ باصل نرسیدہ و گرفتار ظل ماندہ اند و محجوب اند از ایشان
اگر بہتہ فعال حجاب سگری و بے تمیزی واقعہ شود، عجب نباشد و نوشتہ اند کہ سخن با فانی
کہ بھو خالص متصف اند بسیاری اندرین قسم سخن نبافند، و دلہائے مردم از جانبہ
اگر مراد دلہا خواص است مثل این سخن آن را از کجا از جائے می برند، و مخطوط می سازند
بلکہ متنفر و متبیری می سازند۔ و اگر دلہائے عوام است و اناس و فریقین آنہا چه مقصود
است، و چه اعتبار دارد۔ و در اصل سخن اعتبار ندارد۔ و نہ ابراہیم نیست بسا کس کہ
سخن کلامی می گویند۔ و کامل نباشد و بسا کس کہ حرف سازند و دلربا اندازند
بدانند و کامل نباشند، الحمد للہ از آنجا کہ ایشان اند ہم کمال است و ہم سخنان شامخ بسیار
اند و دلربا اند اما این سخنان شنیع کہ نسبت بآن حضرت بے ادبی و گستاخی کردہ اید آنہا را می پوشید

و بدنام می سازد و بعضی از مسکینان این راه و خاکساران این درگاه و گدایان این کوچه
 باشند با وجود نقصان کتب و دفاتر در میان قواعد طریقت و احکام معامله ازاں زیاده نو
 باشند و در یک حرف رقم خورده طعن و انکار شریعت شده باشند و از شاہراہ دین
 بیرون نیفتاده و باب کریم سخنان ایشان را در بواطن اہل ایمان و قلوب صادقتان
 گوارای داده و قبول بخشیده است و بحکم وصیت مشایخ کہ در شان ایشان رفتہ
 است ولا یتکلم بالحقائق والدقائق بین بل للحق علم المعاملات و ما
 یتمون بہ من العیوب برہم قدر اقتصار نمودہ آید و از قبول عند اللہ و بیاض
 الوجہ عند رسول اللہ بستہ آید ان شاء اللہ باش کہ تا صحبت قیامت بدان نوکار
 آید با این پا در راہ ما شکستہ دلی می خرد و پس بازار خود فروشان آن راہ دیگرست
 سخن سید الطائفہ تا بہست العبارت و دقت الاشارات و ما یفعلہا الا دکشات فی
 اللیل غم ایمان باید خورد و از سابقہ اندیشید کہ چہ رفتہ است و نوشتہ اند کہ این سخن کہ
 منی بر اسرار باشد و از مظاہر مصروف بود و در ہر وقت از مشایخ طریق بطور آمدہ
 است و عادۃ مستمرہ این بزرگواران گشتہ - و این امرے نیست کہ آن را این فقیر
 پیدا کردہ و لیسر، هذا اول قارودۃ کسرت فی الاسلام انتہی، ظہور سخن مشتمل
 بر افشائے اسرار توحید و شطیحات طامات کہ از ظاہر مصروف باشند و افہام عوام
 بدان نمیرسد و آنرا موہومات مبہمات میگویند بسیار است، اما این قسم سخن کہ بحضرت
 اولیا و خصوصاً بحضرت سید المرسلین در افتند و دعوی مداراۃ و مواساۃ و ہمسرگی
 کنند از کسے در نظر نمی آید و عاقلے گفتہ - ۶

با خدا، یوا از باش و با محمد ہوشیار

و ظاہر این کلام بے ادبی و گستاخی است، حرف این از ظاہر نمیدانم کہ بحسب نشود
 نمائے خود این را ثابت و متحقق بکشت و دلائل ساختہ اند و در آخر سکر را بہانہ ساختہ

اندا، آئنا کہ منتی گردید دے قید پہا نمودند، چه چیز بابر سرایشان گذشته و هنوز زبانها
بطعن و تشنیع ایشان دراز است۔ و قول شریف و لیس هذا اول قارورة کسرت
فی الاسلام عجب واقع شده است و اعتراف بشناعت آن کافی است و
شیشه شکسته چون باز بهم نمی آید، و كذلك لا یلتام ما جرح اللسان و آیه کریمه
ما یلفظ من قول الا لردیه رقیب عتید و حدیث شریف کف هذا فی اللسان
دریں باب کافیست، واللہ اعلم۔

این کلمات بقصد استفسار و استکشاف حال و دفع تالم عارض بال تسکین
فرقه صدر نوشته شد، قصد آن داشت که چیزی بنویسد، و بالزام نفس راضی باشد،
اصل غرض نصیحت و خیرخواهی و کشف حال است الدین النصیحة و این را از
چند مجلس الما نموده و هر بار استخاره بجناب سعادة از شرف نفس و تبری از حول و قوه
ببالغه اکید و تمام نموده و می نوشت امید که معذور باشد و ما جور گردد۔ ظن فقیر بشیخ
جمیل است این مقدار که مرابش نسبت محبت و اتحاد دست کم کسی را خواهد بود
صاحب کشف المحجوب در باب حسین بن منصور طالع گفته است، بحمد الله عزیز
است وے بردل من اما طریقش بهیج وجه مقبول نیست، و ما قال نزد این فقیر شما
هم عزیزید و هم طریقہ شما، اما سخنان که نسبت بحضرت کائنات صلی الله علیه و آله و سلم
میگویند آئنا را تاب ندارد، و آنچه نسبت بمشایخ گفتند گریه و جبراً برداشته شده است
اما برداشت این کلمات از طاقت حال این فقیر بیرونست، و همیشه دعا فقیر در
خلوت و جلوت بعد از صلوٰۃ در سائر اوقات این بوده است اللهم ادنا الحق
حقاً و ارزقنا اتباعه و ادنا الباطل باطلا و ارزقنا اجتناباً لله واجب
و بعد از آنکه آواز ه شما در میان است این سر می گویم خداوند این مرد از کمالات خود
این چنین خبر می دهد اگر صادق است ما را دلیل بر صدق و حقیقه او الهام فرما و در

تصرف نگہدار کہ رفع شبهہ والتباس کند و اگر نہ چنی است اورا بر سر انصاف آر و
ازیں روش بازواری یکباری شنیده باشد کہ نسبت بفقرایں می خواند کہ ان یک کاذباً
فعلیہ کن بہ وان یک صادقاً یصحبکم بعض الذی یعد کم التماس آنست کہ
اگر ای طریق را مردم دست آویزد و گر ساخته اند ترک و ہمید، و اعلام نمایند دوستان
ہمہ در رقبہ اطاعت و انقیاد بلکہ دشمنان نیز بر راہ محبت، و اعتقاد نہ چون ملازمان
حالا خود را در اہل سکر و اصل کرده اند، ای سخن مشہور بایزید بسطامی است کہ در
وقت رفتن از ین عالم فرمودہ اند الھم ان کنت قلت یوماً سبحانی، اعظم
شانی فالیوم انا محوسی اقطع زناری و قیل اشھد ان لا الہ الا اللہ و
اشھد ان محمداً عبده و رسولہ اکھد اللہ کہ ختم کلام بر شہادتین اتفاق افتاد
اکھد اللہ عاقبت بخیر باد، و صلی اللہ علی سید المصطفی الامین خلاصۃ الوجود و مرکز
ظہور و نبوغ الحق و لسان محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین ہدایہ طریق الحق و منہجی علوم
الدین -

فیضی کے خطوط

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے نام

فیضی کے مندرجہ ذیل خطوط لطیفہ فیاضی سے نقل کیے گئے ہیں :-

لطیفہ فیاضی فیضی کے رقیات اور عرضداشتوں کا ایک نادر مجموعہ ہے جو اس کے بھائی نور الدین محمد عبداللہ نے مرتب کیا ہے۔ ابو الفضل اور فیضی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے :-

”ایں کمترین نسبت خواہر زادگی و تلمذی بل فرزند ہی حضرات مذکورہ داشت مجموعہ پانچ لطائف اور تین منظومات پر مشتمل ہے (۱) لطیفہ اول، عسر النض والا درگاہ (۲) لطیفہ دوم، مفاوضات فیاضی شرفار و علما و غبار (۳) لطیفہ سوم بحکمائے معاصر (۴) لطیفہ چہارم، بسلاطین و امراء عظام (۵) لطیفہ پنجم بہ نیاک و اخوان و اقارب۔ منظومہ اول، مناجات فائز البرکات علامی فہامی منظومہ دوم، رقیات لطائف نکات خیر الامامی، منظومہ سوم، مکاتیب متفرقہ کہ اعزہ و اقارب شیخ فیضی نوشتہ اند۔

لطیفہ فیضی کے دو قلمی نسخے پیش نظر ہیں (۱) لٹن لائبریری مسلم یونیورسٹی (۲) کتابت ۵۹، کتابت ۱۰۱، ربيع الثاني ۱۱۱۷ھ (۳) ذخیرہ سرشاہ سلیمان (۴) کتابت ۱۲۲ھ۔ اول الذکر نسخہ صاف لکھا ہوا ہے۔ دوسرا خط شکست میں، اختلافات فٹ نوٹس میں درج ہیں۔

۱۱۷۷ھ لطیفہ فیاضی اس کتاب کا تاریخی نام ہے جس سے سند ترتیب برآمد ہوتا ہے۔ یعنی ۱۱۷۷ھ

ادبی خصوصیات سے قطع نظر، یہ خطوط تاریخی اعتبار سے بھی بے حد اہم ہیں۔
مکتوب نمبر ۱۳ میں گجرات اور گجراتیوں کے متعلق فیضی نے جو کچھ لکھا ہے وہ غور سے
مطالعہ کے قابل ہے۔ سوا حل ہند پر پریتگالیوں کے اقتدار پر اپنی ناراضگی کا اظہار
اس طرح کرتا ہے

بدریا کنم عسرق اہل فرنگ

برم از دل اہل اسلام زنگ

اس ناراضگی کا سبب بھی اس کی زبان سے سنیے

در بستہ کعبہ را واکنم

اس زمانہ میں ان پریتگالی جہازرانوں کی وجہ سے حج کو جانا بہت خطرناک ہو گیا
تھا۔

ان مکتوبات کے مطالعہ کے بعد شیخ عبدالحق محدثؒ کی بے حد عظمت دل
میں قائم ہو جاتی ہے محض اس وجہ سے نہیں کہ فیضی جیسا شخص اُن کی عزت
کرتا تھا۔ بلکہ اس وجہ سے بھی کہ انہوں نے عسرت و تنگی کی جو زندگی اختیار کی تھی وہ
ایسی حالت میں کی تھی جب دولت و شہرت ہاتھ باندھے ہوئے ان کے سامنے
کھڑی تھی۔ جو شخص فیضی اور ابوالفضل کا مخدوم و محترم ہو اس کے لیے دربار اکبری میں
کو نسامرتبہ ایسا تھا جو نہ مل سکتا تھا اور کوئی عزت ایسی تھی جو اُسے حاصل نہ ہو سکتی
تھی۔ لیکن اس نے ان تمام چیزوں کو ٹھکرایا اور اپنی زندگی کو ایک ایسے مقصد کے
لیے وقف کر دیا جس میں بڑی صعوبتیں اور دشواریاں تھیں۔

فیضی کس محبت کے ساتھ ایک خط میں لکھتا ہے :

”روزے کہ از دیدہ در آمدہ بدل نمی گذرند چہ گوید کہ درد دل دجاں چرمی گذرد“

ایک خط کو اس طرح شروع کرتا ہے تو واقعی دل کے ٹکڑے اس کے اندر رکھ دیتا ہے

درنامہ تو چودست پر خامہ نغم
خوابم کہ دل را اندر شکن نامہ نغم

(۱)

الی الشیخ الاعز الاحق مولا نا الشیخ عبد الحقؒ

اے فقر کجائی کہ فریدوں کمنت

گر خاک نشینی مہ گردوں کمنت

ہر نقد کا اندر گرہ ہمت تست

در خاک فروزیر کہ قاروں کمنت

آرزو مندے از گوشہ گزیں استدعا کرد چشمداشت کہ آنست کہ مراد خلوت بیاد
آوری۔ گوشہ گزیں در جواب گفت: ولے آں خلوت کہ تو بیاد من باشی۔ وازیں ہم
بالا تر آنست کہ بزرگے دیگر فرمودہ ۵

خلوتے کش تو در میاں باشی کرم پیلہ کسند چاں خلوت

حرف اول حسب حال این خستہ حال است۔ چہ نویسم کہ براں قدوہ ارباب صفوت
وصفا ظاہر نباشد باوجود آن چوں از ادب رسمے گزینست بمقتضائے آن نیز عمل
میکند۔ توقع آنست کہ چوں زاویہ وحدت و محجرہ خلوت بر مجلس مجاں جانی گزیدہ اند
آنرا سنگامہ کثرت اغیار نہ پسندند کہ محبت غیور است۔ امید کہ لذت زاویہ گوارا گردد و
دل آرمیدہ ہم آغوشی نماید۔ ۶

گرماز سیدیم تو بارے برسی

۱۵ یہ خط ۱۵۹۳ (مطابق ۱۱۹۳ھ) میں لکھا گیا ہے۔ اسی خط میں تفسیر سواطع الالہام کے مکمل
ہونے کا ذکر ہے۔ جو ۱۵۹۳ھ میں اختتام پذیر ہوئی تھی۔

از شرط ارتباط معنوی و انجذاب و اشتیاق باطنی چه نویسد۔ اگر در ضمیر فیض پذیرایشان کہ محلی
 قلوب احباب است، پر تو انداختہ باشد راست والا در دعوی شوق با قرار خود کاذب
 کم وقتے باشد کہ چون نشاء آزادی در خلال احوال کہ طبع بان مجبول است بہم رسد
 و خدام در پیشگاہ خیر خلوت نمایند و صدر نشین باطن نگردد۔ قطع نظر ازین نسبتہائے معنوی
 امتداد (و) اختلاف صوری را تا اثرات عظیمہ باشد۔

لے ترک غمزدہ زن کہ مقابل نشستہ در دیدہ ام خلیہ و درل نشستہ
 لے برق زہر خند بکشتی نشستگان معذور دارمست کہ بسا حل نشستہ

غرض آنست کہ از یاد ایشان فراموشی نیست کہ بیاد آرم۔ آخر کہ تو از یاد روی ما از احوال
 صوری و معنوی بآں دوست صوری و معنوی می نویسد۔ محیل آنکہ از خدا کے خود ہزار
 شکر دارم۔

نصیب خود چلویم چوں گزینم	ز خواہشہائے خود افزوں گزینم
نہ تہا در دل من رنجی دُر	کہ دستم نیز کردی از گھر پُر
چومی بہنم بخود کوتاہی ظرف	بقدر ہمت خود میزنم حرف
نمی بینی دریں دشت جگر تاب	شود صد مور از یک قطرہ سیراب
زمن تا ذرہ باشد آن قدر فرق	کہ می ترسم ریک شبنم شوم عرق
ازاں منبع کہ دریائے فتوح است	سراجم قطرہ طوفان نوح است
من آن مستم کہ بخروشم بیک جام	نہ زان دریا کشان آتش آشام
گذشتہاں ہمہ مردان آرم	کہ طوفاں خشک کردند از دم گرم
کشیدہ صد ہزاراں چشمہ جوئے	ولیکن ہچنان لب لعطش گوئے

لے ن "ن" در پیش گاہ ضمیر جلوہ نمایند

لے ن "ن" خندہ

لے نسخہ ثانی میں "شرح"

لے ن "از"

دریں درگہ ہنسان و آشکارا براینیاں باد ہر خواہش گوارا
 ز فیض ابراحسانش چسگویم کہ گنج بانی دریا در سبوم
 چو شد فیض ازل در چارہ سازی تن خود را بنی کردم مناسازی
 نیم آخرازاں آلودہ صوفیاں جگر بے آب لب بر موج طوفاں
 معاذ اللہ از ان مشتے تہی دست بگفتار بلند و ہمت پست
 رفیق کاروان و کعبہ جویاں بتان حسرت و البیک گویاں

افاضت پناہ! احیاناً شعرے ہم گفتہ می شود امامدار توجہ خاطر بر آنست کہ این مسودہ تفسیر کہ کردہ شدہ اکثرے ہاں اشتغال دارد۔ در عاشور ربیع الثانی این سال تمام شدہ خدام ملا حیدر معالی کہ در محاکارنا حملے دارند و مسلم عراق و خراسانند، تمام سورہ اخلاص و تاریخ اتمام یافتہ۔ وہمانا کہ از الہامات تواند بود۔ بندہ خود خاتمہ نوشتہ کہ نو دو فقرہ است، و ہر فقرہ تاریخ اتمام شدہ۔ وقتے کہ تفسیری نوشت حیران بود کہ از کجای آید و چو می آید۔ بزودی بخدمت میفرستد، کہ انوار نظر دوستان را تائید دگر است، امید کہ

لے ن "ازیں" ۱۰ تفسیر بے نقط یا سواطع الالہام۔ اس تفسیر میں فیضی نے کوئی ایسا حرف استعمال نہیں کیا جس پر نقطے ہوں۔ یاد رہے کہ عربی کے چند رہ حروف ایسے ہیں جن پر نقطے ہیں۔ یہ تفسیر فیضی کی قدرت زبان اور قدرت فکر کا شاہکار ہے۔ بعض جگہ مطلب معنوں میں بیان کیا گیا ہے جس نے کتاب کی افادیت کو کم کر دیا ہے اور ذہن پر بے جا زور پڑتا ہے۔ مثلاً اپنے باپ مبارک کا نام لکھنا چاہتا ہے تو کہتا ہے:-

اساس العلم (علم کی اساس، یعنی م) اصل الروح (روح بمعنی قلب، یعنی قلب کی جڑ۔ ب)
 مطلع الالہام (الہام کا مطلع یعنی ا) راس الرؤس (رؤس کا سر یعنی د)
 اقام انکرام (انکرام کا امام یعنی ک)

سے ان کا نام برآمد ہوتا ہے۔ تفسیر سواطع الالہام مطبع نول کشور سے شائع ہو چکی ہے قلمی نسخے ہندوستان اور ممالک غیر کے کتب خانوں میں ملتے ہیں۔ لے ن "بامراہ نظر ثانی مزید کردہ"

۱۱ ملا حیدر کا شان سے ہندوستان آئے تھے شعر و سخن کا اچھا مذاق پایا تھا۔ تاریخ گوئی میں کمال حاصل تھا۔ تفسیر سواطع الالہام پر یہ تاریخ کہنے پر دس ہزار روپیہ انعام پایا تھا۔ ملاحظہ ہو آئین اکبری سرسید پریس

۱۲ سورہ اخلاص سے ۲۰۰ روپیہ برآمد ہوتا ہے (مطابق ۱۵۹۳ء) لے ن "موافق است ہٹنا کہ (بندہ خود)

(۲)

ایضاً الیہ

توئے کبوتر بام حرم چہ میدانی

طییدن دل مرغان رشتہ برپا را

اشتیاق ملاقات گرامی و توجہ کجبعیت باطن آن روحانی موطن نہایت

ندارد و دل بیغش ایشان شاہد حال بس کہ قیمت روز افزوں است و ہوا رہ چشم

در راہ نامہ و پیغام می باشد آن خود چوں گوید کہ در راہ مقدم شریف دارد کہ خود را

تابع رضائے ایشان داشته، از خود خواہی خود را گذرانیدہ است، علی الخصوص

نسبت بایشان، و این بار ہر خود پسندیدہ، ۶ دل اگر بار کشد بار بکامے یائے۔

خوش باش کہ ما خوشے بہجسراں کردیم

بر خود دشوارہ بر تو آساں کردیم

چہ نویس کہ بر دل چہ میرود و در دل چہ می آید۔ محبت پناہا بالتفسیر بے نقط کہ می نوشت

شش ماہ معطل ماند۔ چوں خالی از غائبے نبود، دریں ایام بجد شدہ تمام کرد۔ در

عاشر ربیع الثانی تمام شد۔ و بعد از تمامی آن خاتمہ نوشتہ آمد کہ نود و نہ فقرہ است

و ہر فقرہ تاریخ اتمام اوست۔ درینولا از امر نظر ثانی می کنند۔ اما بعد حضرت کسے کہ

دریں امر دخلے کند، یک جہت یکبارگی دو جہات مویابد۔ و آن امر بباد ہیج نمائندہ کہ

جزوے ازاں خدام دیدہ اند یا نہ۔ ہر چند مکرر نوشتہ شدہ اما چوں بہ بیاض نبرده اند

لے ن "امید کہ خطبہ تحیات اخروی گردد" لے ن "یقین دانید" لے ن "بجد شاہ"

لے ن "ربیع الآخر" لے ن "خاتمہ آن" لے ن "سال"

بخدمت نفرستاد، دریں باب ہر چہ فرمایند مختار اند، نواب میرزا ایشاں از بسیار یاد می کند
 و اظهار تعجب می نمایند، و الحق تعجب ایشاں بجائے خود است، و آنکہ فقیر دریں باب
 بیجائی گوید، حال تعجب است، ایں ہمہ کہ نوشتہ شد حسب حالست و جس طلب
 باشد و اسد۔ اگر چہ بیگانگان ابرام در طلب خیال کنند اما آشتا میدانند کہ مقصودیت
 و سخن در کجاست۔

باز گشتم از سخن زیرا کہ نیست در سخن معنی و در معنی سخن
 بدوام حضور و سرور باشند۔

(۳)

ایضاً الیه

خدام کمالات آگاہی محفوف و محفوظ باشند محبت و شوق چون معرفت
 از باب استعداد روز افزونست، آنجا کہ صفوف و صفاست چه احتیاج نوشتن
 اما چون در عوالم بشریت کہ جمیع افراد انسانی محاطه آن دائرہ اند ملاحظہ میکند دریں
 امور خود رائے اختیار یافته می خواهد کہ ہر کہ بآں طرف گام نہد عامل نامہ و پیغام
 باشد، و ایمائے از لواجم شوق کردہ شود، مدتی است کہ از آنجانب نیسے نورزیدہ
 موانع بخیرباد، در پناہ حق باشند، عاقبت باد۔

(۴)

ایضاً الیه

امید کہ محفوف دوام عاقبت باشند محبت و شوق پختاں باطن را در

۱۔ غالباً نواب مرتضیٰ خاں شیخ فرید کی طرف اشارہ ہے۔ شیخ فرید کا ذکر شیخ محدث کے معاصرین
 کے سلسلہ میں ہو چکا ہے۔ ۲۔ ن "چہ جگہ تعجب است" ۳۔ ن "خیالے"
 ۴۔ نسوہ ثانی ہیں "در سخن در کجاست" نہیں ہے۔ ۵۔ ن "در سخن معنی و معنی در سخن"
 ۶۔ ن "والسلام والا کرام" ۷۔ ن "والسلام"

کشاکش دارد، کہ رقم پذیر تواند شد از آجمله بمقتضائے الغریب بتعلق بکل حشیش
 ہمیشہ میخوابد کہ بخامد نامہ جاں را آویخته دارد، و چه نویسد بغیر از حرف شوق و محبت۔
 سخن ہمانست کہ بندہ را تابع ارادت سعادت انتظام خود دانستہ این معنی را
 از حسن طلب بشمارند۔ محبت پناہا! دریں ماہ رمضان آوازہ مقدم گرامی بسیار بود
 چنانچہ خدام سلالۃ الاصفیاء شیخ موسیٰ بفقیر فرمودند و بجد بودند، یارب چه صورت
 دارد فی الواقع وقوع پیدا خواهد کرد یا محض حرف و صوتی است باعلام حقیقت
 حال۔ راحت رساں۔ الیاس احدی الراحۃین گردند۔ بزوانید اقدام نمیرود و بخیر باد

(۵)

ایضاً الید

آنا کہ بیلغ سر و گل پروردند رو در سلم و محبرہ رام آوردند
 شاخ سمن از دم صبا چاک زدند در غنچہ گل سنبل نزل کردند
 در راہ نظر نظر بگام است مرا در گرم روان عشق نامست مرا
 پا از مژہ کردہ ام دریں رہ از شوق ہر چشم زدن ہزار گامست مرا
 خدام کمالات آگاہی سلم اللہ را نیاز مند است، دریں وقت کہ قاصدے
 بآنحد در متوجہ بود باظہار دعا و سلام یاد خود داد، شوق در طعنانست و سخن ہماں
 حاشا کہ خواہش خود را در میان انداختہ بخود خواہی خود را بدنام سازد، امید کہ از احوال
 گرامی نویسند، محبت پناہا! آوازہ آمدن ایشان در افواہ دوستان بسیار افتادہ نمی
 داند کہ از کجا برخاستہ، یارب وقوع دارد یا محض در جوفاست۔ توقع کہ انچہ در اں

۱۔ تفصیلی حال شیخ عبدالحق کے مرشدین کے سلسلہ میں حصہ اول میں درج ہو چکا ہے۔
 ۲۔ ن "بجد فرمودند" ۳۔ ن "مجرد" ۴۔ نسخہ ثانی میں اس کے بعد وہ
 اشعار درج ہیں جو مکتوب (۵) کے شروع میں لکھے ہیں ۵۔ ن "ام"
 ۶۔ نسخہ ثانی میں نہیں ہے

خیریت ہمکناسنت بظہور انجاء، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۶)

ایضاً الیہ

اشتیاق ملاقات گرامی آن مانوس روحانی و مالوف ربانی طال بقاۃ
از قبیل رسمیات نیست کہ رقم پذیرد، چون اول حال از مرضی خاطر فیض ماثر
آگاہ نبود محتمل کہ حرف خواہش در میان آمدہ باشد، اما بعد از آنکہ دریافت
کہ این راہ کہ بستہ اند، فقیر خواہش ایشان را بر خواہش خود ترجیح داد، این نشان
گوارا باد، التماس آنست کہ بر خلوت کدہ تنگ بیگانگی نہ پسندند، پیش ازین
بدو سہ روز نقادۃ الاصفیاء میان شیخ موسیٰ پورانہ فقیر تشریف آورده بودند، ظاہر
ساختند کہ دور نیست کہ ایشان درین ایام بیایند، ہر چند سبب پرسیدہ شد، ہم
و محمل گذاشتند، بحق معبود مطلق کہ ایملے از فقیر نشدہ، و نخواہد شد، اگر بیایند نور
علی نور۔ بخدا قسم کہ خود را ازین خواہش گذرانیدہ ام، و بیاد خود اظہار و ایما نکرده ام
و نخواہم کرد، ازین ممر تصدیع نکشد، اما اگر بال و پری دہشتم ہر روز بر بام حبرہ
می نشستم و دانہ چین نکات محبت می شدم و مرغولہ ریز صغیر شوق می گشتم، دیگر چہ
نوسیم طبلہائے دردانہ آنجانب می رسد، از ہیکل خدا بریں قافلہ اسرار خود راہ نہ بندد
و اگر از ان طرف بتند ازین طرف بستہ نخواہد شد، والسلام۔ درین دوروز بتقریب
رودادہ بود ۵

فیضی دم پرست قدم دیدہ بندہ گام مژدہ می نہی و پسندیدہ بندہ

۱۵ ن "است" ۱۵ ن "بیگ ہنگامی نہ پسندند" ۱۵ ن "دقت گویا چہ حاجت طومار"
۱۵ ن "می گشتم" (۵) ن "از آنجانب" ۱۵ ن "سالار"
۱۵ ن "ہر گام کہ می نہی پسندیدہ بندہ" آمین اکبری میں ابوالفضل نے اس مصرعہ کو اس طرح
لکھا ہے ۶ پا از مژمی نہی پسندیدہ بندہ۔ (ص ۱۹۴)

از عینک شیشہ بیج نکشاید بیج لختہ تراش از دل و بردیدہ بنہ^۱
اسکندر منہ فقر میان بہلول را نیاز مندی میرساند۔

(۷)

ایضاً الیہ

مفاوضہ گرامی بعد از انتظار، جلا بخش دیدہ نگراں شدہ اُمید کہ این جداول
محبت و مناہل صفوت را ہموارہ جاری دارند، اگرچہ خواہش خود را تابع خواہش
ایشان کردہ بمفارقت صورتی ساختہ ایم، و بخود اطمینان ہم رسیدہ، اما آنکہ قطع
مراسلہ و مکاتبہ تو انیم کرد و درین معنی تبعیت ایشان تو انیم نمود۔ ریاضتہ صعب
می طلبید، آنکہ بعد از دیر گاہ یاد می آرند، ظاہر مقصود تعلیم این ریاضت است۔
مکن مکن کہ نگو محضراں چنین نکند

اُمید داریم کہ ہموارہ ظاہر بوطن مالوت با فرزندان و دلبنداں آرامیدہ باشند، و در
باطن آن وطن گاہ یا صحرائے غریب دریافتہ از خود انقطاع نمایند، چہ جاکے فرزند
دلبند، چون مقصد بلند افتد اینہا ہمہ سنگ راہ اند، دیگر چہ نو نیم، چہ نو نیم، کتاب
نل دین تمام شدہ بود، بخدمت فرستادہ، مکنون در گفتن، رکن ادا دار است۔

۱۔ ن "لختہ" خبر تراش از دل و بردیدہ بنہ" ۲۔ برایونی نے ان کے متعلق لکھا ہے "علم حدیث را خوب زید
در صحبت اہل فقر و فنا رسیدہ، بابت مدیاست کہ لذت آن وادی یافتہ و توفیق استقامت و استقامت ہاں
رفیق اگشتہ با اہل دنیا کارے ندارد و با قاعدہ و افاضہ طلاب مشغول است" منتخب التواریخ۔ ج ۳ ص ۱۱۳
۳۔ ن "میرسد" کہ دوسرے نسخے میں نہیں ہے۔ ۴۔ ن "بمعرفت صورتی" ۵۔ ن "نحوے"

۶۔ ن "بعد از دیر بہ یاد می آرند" ۷۔ ن "ہمراہی" ۸۔ ن "ہم چوں دیگران"
۹۔ ایک بار اور "چہ نو نیم" ۱۰۔ نل دین کے نام سے فیضی نے جس ثنوی کا ترجمہ کیا ہے اس کا اصل
نام سنیکرت میں "شندہ جرت" ہے جس کو ملک الشعراء شری ہریش نے نظم کیا تھا۔ نل دین عشق و محبت
کا ایک دلگذاز قصہ ہے۔ ۱۱۔ فیضی نے اسے مکمل کیا۔ اس میں چار ہزار و سوا ستارہ ہیں۔ ۱۲۔ برایونی اس ثنوی
کے متعلق لکھتے ہیں: "واقف ثنوی ست کہ دریں سی صد سال مثل آن بعد از امیر خسرو شاید در ہند کسی دیگر گفتہ باشد۔"
(ج ۲۔ ص ۳۹۶)

۱۳۔ مرزا دوا در لا شیخ ابوالفضل بعد وفاتش در شمس از مسودہ بہ تبیین در آورد "حاشیہ بر آئین اکبری" (سر سید احمد خاں) ص ۱۸۹

آنکہ چنین جنبش پرکار کرو نام ترا مرکز ادوار گرد
 نقش ازل میں کہ سطح بسیط مرکز من دائرہ باشد محیط
 حلقہ و صد میگردد در جوش او موج و صد بگرد آغوش او
 ازل من اوائل بہ بند کہ خالی نیست از انتقال و ارتحال کی دولت مند نوشته بودند
 از آنجا کہ بشریت غالب است حالت غریب بر بندہ فقیر گذشت معلوم شدہ باشد کہ
 شوق شما را بآن جہاں برد، و از تقاعد ایشان کہ از مروت نمود میگفت و اظہار حیرت
 می کرد، و فقیر عذر میگفتم، حیث و ہزار حیث عاقبت بخیر باد۔

۱۸ ایضاً الیہ

سریاد کہ دوریم ز مطلوب دل خویش
 چند آنکہ دراز است زبان طلب ما
 ہرگز نسیم با جانب نمی دزد کہ ترا شد از جگر با و ہمراہی نمی کنی، ایس بیت حسب حال در
 غزلے کہ بدر گاہ سے فرستادہ بود اندر لاج داشت، بآن ملک الاحباب نیز می نویسد
 بہ بند تازہ دو گل دستہ از دل و جگرم بار مغالے بہستان بزم گاہ بہر
 چہ نویسد عمر نیست کہ بسواد قلم جلا بخش دیدہ دل نشدہ اند، چنین بردوستان نہ پسندند
 و بجا نیت بودہ باشند۔

(نوٹ صفحہ قبل) ۱۲ مرکز ادوار را شیخ ابوالفضل بعد وفاتش در سنہ ۱۲۲۰ از سودا بہ تبیین در

آورد۔ حاشیہ بر آئین اکبری (سر سید احمد خاں) ص ۱۸۹

در نسخہ ہذا ۱۰ ن "از من" ۱۱ ن "پیر" ۱۲ ن نسخہ ثانی میں "بندہ" نہیں ہے۔

۱۳ ن "شما" ۱۴ ن "بود" ۱۵ ن "بارگاہ" ۱۶ ن "بودم"

۱۷ ن "دیدہ دل" ۱۸ ن "آمد" ۱۹ ن "بجا نیت بودہ باشند" نسخہ ثانی

میں نہیں ہے۔

(۹)

ایضاً الیه

خط محبت نمط مسرت پیرائے خاطر مستهام شد، و رایح آشنائی بمشام و داد آمد
 چه بخدمت اخوت پناه اتقیا که بفضائل کسی و کمالات و ہی متجلی اند، نسبت ارتباط
 صوری و معنوی در درجه علیا واقع است۔ و ازین خط سیر کمال جوهر ذاتی و صفاتی
 فطری ظهور یافت، و از ورقات اشعار احتفاظ فرمائی نمود، مناسبت تمام می یافت
 ۵ مسافران طریقت زمن جدا مشوید ۵ که دور بنیم و چشم بمنزل افتاد است
 ۵ چور یک بادیه گم باد آنکه قافله را نشان منزل مقصود دور و دور دهد
 برغان بستان معنی همدستان بودن لازمست، گرد این راه خال رخسار طالبان
 این منزل باد، استفسار از احوال برادر گرامی نموده بودند، بصحت و حضور و عشرت و ستر
 از بزم نشینان ثواب مستطات سپه سالار امیر الامراء خانانان اند، عجب که
 جاذبه محبت ایشان نمی کشد، البته خود را برسانند، و کامیاب نعم ظاہری و باطنی
 شوند، زیاده چه تصدیق دهد۔

(۱۰)

ایضاً الیه

۵ آنکه همچو محبت بامهربان نہ

برعکس آرزو چه روئے آسمان نہ

از ارتباط خاص الخاص آن معدن دانش و بینش بلکه از انجذاب خاطر
 مشتاق این ذره دور نمود که ایام جدائی این همه بامتداد کشد، هیچ هفته نمی گذرد که
 آنرا مورد قدم گرامی نداند، همیشه در دل می گذرد که اینک رسیدند، دیگر کجا و بکے خط

۵ ن "پہلے" ۵ ن "نشوند" ۵ ن "وہ نہیں ہو" ۵ ن "رخسار" ۵ ن "والد عا" ۵ ن

نوشته شود تا نگاه کرده است یک ماه گذشته و نمی دانست که ایشان را طول امل و خیال
 واهی بآن جانب کشد، زیاده بریں چه درستی نماید، باطن از دیر رسیدن ایشان آن
 قدر آزار دارد که شرح نتوان کرد، اکنون که وقت تحریر این شوق نامه است بخاطری
 رسد که مگر رمضان سنگ راه شده باشد، بعد از آن قدم در راه نهاده باشند، خصوصاً
 هوای از تندی سورت حرارت و میوست تنزل نموده بر طوبت و اعتدال گرا نییده
 باشد، و این همه انتظار پائمال بے نیازی ایشان شده باشد از برکے خدا زیاده
 بریں ما را در کشاکش شوق و انتظار ندارند، و غبار بے مروتی این همه بردامن کبرائی
 خود نپسندند، بخدا سوگند که از بس انتظار کشیده محبت و خلوص و رابطہ روحانی
 ایشان در نظر است، در خاطری گذرد که دریں هفته اینجا برسند، باز رمضان را مانع
 می یابد، اما جسم می دارد که بغیر از رمضان مانع نباشد از برکے خدا زود تشریف
 آورند، عذر تقصیرات بوجه احسن و اکمل خواهد خواست، و تاخیر بواسطه همین معنی شد
 که آمدن ایشان هم موجب نوشته ایشان متیقن بود و الا قرب و بعد و فراق و وصال
 دریں باب مساوی بود، دیگر آنکه تفسیر در عاشر ربیع الآخر تمام شد، و در ہاں ماه
 خاتمہ ہم بے نقط نوشته شد، مشتمل بر نود و نہ فقرہ کہ ہر فقرہ تاریخ اتمام گشت بے
 دیگر میر حیدر سہمائی از کاشان آمدہ اند تمام سورہ اخلاص را تاریخ تمامی یافته اند این
 معنی از غائب اتفاقاً تسب، دیگر تواریخ بسیار یافته اند و الحق امر غریب
 است و آنچه دیدہ بودند مضاعف شدہ، و امر آرتثانی واقع می شود و ہمیں تاریخ
 شود، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ و تاریخ افتتاح در خطبہ نوشته شدہ در اسرار السماء و عزیز
 لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین را نیز موافق این یافته، و این ہم از غائب

لے ن "وہم خبر نمی دانست" لے ن "از شدت حرارت" لے ن "کہ" لے ن "وادی"

لے ن "است" لے ن "سوا طح الالبام" لے ن "اتمام کتاب است"

لے ن "امر غریب است و از غائب اتفاقاً تسب۔ لے ن امر از نظر ثانی واقع می شود"

است، دیگر قاعدہ قدیم است کہ چون تالیف نادر تمام می شود افاضل وقت توقیف
می نویسند۔ برائے تفسیر فقیر سید محمد شامی^۱ در احمر نگر بزرگے بود نوشته فرستاده بود، شاید
دیدہ باشند، دریں ایام قصیدہ ملاطوری گفته بودند، خود دیدہ باشند،

و همچنین ملک قمی^۲ ہم خواندہ باشند، این جا ہم
چیز ہائے خوب گفته ام، دیگر مقدمہ تفسیر مقدار یک ہزار بیت ہم نوشته شد، مشتمل بر
احوال خود و پدر و برادران و علوم قرآنی و دیگر مطالب از مدح سلطان و غیرہ و قصیدہ
نیز مندرج شدہ کہ مطلعش در پین بحضور شما گفته بود، امید کہ بامرار ثانی تمام شود،
خدام افاضت پناہ میر شاہ محمد را نیاز مند است۔ خدمت قاضی زادہ را
سلام، حافظ و ہمراہان خود را دعا رسانند، از احوال اعزہ دکن نویسند، ادا
بایں بایستے نوشت چہ بلا شدہ، پاجی کہ دو فلس گرفتہ تا اینجا بیاید پیدائی شود،
محبت شما تقاضائے آن می کرد کہ در ہر ماہے این دو فلس برائے فاطمہ فقیر حشرج

لے "عصر" ۲۷ "عرب فتح است و نسبت برادر زادگی بہ شیخ زین الدین جبل عالی دارد
کہ مجتہد و مرشد شیعہ بود و خونہ کار روم ادا با انواع لطائف و حیل بسیار در مکہ معظمہ بدست آورده
باستنبول طلبیہ بسیار است رسانید، شیخ محمد در سلک ارباب مناصب داخل است و بصفت
شجاعت و شہامت موصوف و کبرم و کرامت کہ لازمہ عہدست موسوم و بحسن ادب و تواضع معروف
ہما رتش در علوم عربیہ و ادبیہ بمشابه کہ ثانی کسانی توان گفت "منتخب التواریخ" ج ۳ ص ۱۳۳۔
لے "ن احمد آباد" ۲۸ "ن ایشان" ۲۹ "در دکن می بود، بصفت آزادی و تنگ
کشی و دردمندی و کم ترددی بدرخانہ ملوک متصف است و اخلاق حمیدہ او و ملک قمی کہ بملک
الکلام مشہور است شیخ فیضی بسیار تعریف می کرد و این ہر دوی خواستند کہ ہمراہ شیخ بیائے تخت
لاہور بیایند اما برلن الملک مانع آمد و دریں ایام شعیہ می شود کہ دکنیاں بے سر بنا بر شیوہ نامرنیہ
قدیم خود کہ غیب کشی باشد این ہر دو بیچارہ مرحوم را نیز ہنگام ہرج و مرج بقتل رسانیدہ اند، مولانا
ظہوری صاحب طرز و صاحب دیوان است "منتخب التواریخ" ج ۳ ص ۲۴۹۔ ۲۵۰۔

لے اور ملک الکلام میگردد، وضع در و ایشانہ دارد "منتخب التواریخ" ج ۳ ص ۳۳۲
لے "ن گفتہ اند" ۳۰ "ن دیگر" ۳۱ "ن تاجہ پیش آمد کہ" ۳۲ "ن "وہ فلس" ۳۳ "ن "وہ فلس"

می کردند، نکردند، و چندین مردم بیگانه متوجہ این حدود هستند ہرگز یاد نکردند، نمی دانم کہ
چوں از عہدہ جواب خواہند برآمد، اگر در این ایام تقصیرے رفتہ بود و انتقام آن می کشد
خود بسیار عجب است، من خود جواب خود گفتم کہ باللہ ہمیشہ بموجب خطوط ایشان
منتظر بودم و می دانستم کہ امروز و فردا می رسند، اندانستم کہ این ہمہ بامتداد کشد ملاحظہ
اینست کہ مبادا فقیر یا مقصر دانند و بے سروت خیال کنند۔ حاشا کہ گردے ازین راہ
برجہیں داشتہ باشم، خدا نکند عہدہ باعث برآں چہ تقصیر شما است بے سر و دلی، و
بے دلی، بے دماغی از مرصعیت عظمی بود کہ گذشت و از آنجا کہ طبیعت بشریت
است باز بقوت غفلت فی الجملہ بحال خود آمدہ

(۱۱)

ایضاً الیہ

سلام علی المولی الاوئی ارام اللہ بقاؤہ و سیرقاؤہ، معبود مطلق قسم کہ ہرگز
این شوق و قلق کہ این مخلص را نسبت بایشان است۔ بدیگرے نبودہ و نیست ہے

ز منزلی نگذشتیم بجنطی ز سیدم
کہ درد لم نگذشتہ بجن طرم ز سیدم

و الحق این ہمہ مہر و مہربانی و دوام ہم نشینی و ہم زبانی کہ در ایام کریمت و غربت از ایشان
بایشان متحقق بود، چرا این کس را چنین کشاکش شوق بے قرار نسازد سخت سنگدلی
باید کہ این شیشہ تجرت را بر طاق نیجاں نہد و باطالع و از گوں خود چہ نالد و بصاحب
دلاں کہ جاذبہ ہمت دارند چہ گوید، و پیش ایشان چگونہ سفید و تواند شد، کہ انجذاب باطن
بر عکس نتیجہ دبدبہ بموجب و ہر پاسے موکہ کہ چو صحن رقائیم و داد منہ ج بود و چرخ روز سے

۱۱ ن "بے سروری" ۱۲ نسخہ ثانی میں "بشریت" کے جہ "است" نہیں ہے۔

۱۳ "علی موالی الاوئی" ۱۴ "کہ مخلص شائق را" ۱۵ ن "بودہ"

بے انتظار قدم گرامی نگذشتہ۔ چہ صدق مقال را درجہ (۱) چہ) ظہور است۔ ناگاہ خبر رسید کہ
 اُن طرف نقل و حرکت اتفاق افتاد۔ حیرت بر حیرت افزود و ہیچ ندانست کہ این معنی را
 محل بر چہ خبر کنند۔ دریں مرتبہ کہ دادن ہمراہش آمدند ظاہر شد کہ در نوروز البتہ بور و سعادت
 سرور خواهند ساخت۔ خاطر از ماضی^۱ باز آورده تسلی تمام گل گل بشکفایند و وقت
 را غنیمت شمرده منتظر نوروز را در انتظار^۲ بشرق آفتاب رسانید و از طلوع اُن نیز سعادت
 پیچ پر توے ظاہر نشد و ازین^۳ جانا امید ی کفر طریقت است مدام منتظر می بود تا آنکہ
 اوسط اسد رسید، و دریں مدت پنج شش ماہ بود باد و کثرت مترو دین خبرے و اثر
 نیافت۔ بادل بے قرار و خاطر نا شکبایں دو کلمہ در عین باران رقم زدہ کلک اخلاص
 ساخت۔ اگر کسی عذری خواستہ باشد ہمیشہ عذری تواند کرد۔ اگر زمستان سستی
 خواہد کہ در خانہائے گرم باد لبنداں و فرزنداں بسر برد و اگر تابستان و ہوائے گرم
 چگونہ تواند برآمد، تہ خانہائے سرد می خواہد، و اگر موسم برشگال است در باران چگونہ
 تواند رفت کہ دریں فصل جوگیاں ہم بتکیہ گاہ خود می سازند و اگر دل بہانہ طلب نیست
 و باطن را علاقہ شوقی در رابطہ توجہی بجلبے می کشد ہمہ وقت و قست، زمستان
 خود موسم سفر است، و در تابستان خود اوائل روز وقت حار است چند راہ می توان
 رفت، و از ہما چہ گوید۔ و اگر ایام باران است خود بہار ہندوستان است و ایام خوشدلی
 دوستاں و قتیکہ باران نمی باریدہ باشد و ابر باشد بہتر از اُن ہوائے نیست، نہایتش
 در منزلہا و رباہا مقام می توان کرد و با شگفتہ پیشانی آمد و کل ولایت مالوہ معلوم
 است کہ از کجائے کجاست۔ الحاصل دریں ہوا بہمندی علاج کار میتواں کرد، و اگر بر تے

۱	ماضی	۲	منتظر بودہ	۳	اُن جا	۴	ہمیشہ
۵	امتداد	۶	گرم	۷	بسر برد	۸	نسخہ ثانی میں "است" نہیں ہو
۹	برشگال و باران	۱۰	نسخہ ثانی میں "گوید" نہیں ہے	۱۱	ن "می کرد"	۱۲	نسخہ ثانی میں "دلالت" نہیں ہے۔

هم باشد چنان بتوان چسبید که مورد آسیب نگردد، امید که درین وقت در راه باشند و اگر حرکات آسمانی هنوز مخالفت اراده این کس باشد و تا رسیدن این صحیفه قدم در راه ننهد باشد، ظاهر است که درین وقت قطع یاراں خواهد شد یا تقلیل خواهد کشید، بے شک نکست ایهال از همه چیز گذشته سخن در راه گویند، حیرانم که بشرح شوق بچه زبان گویم و چون تحریر کنم، هرگاه اختلاج کتف می شود، از همه گذشته خاطر بجانب ایشان می کشد بازی بیند که اثر دیگر ظاهر شده، خصوصاً درین چند روز که همیشه مژده دوستی از دوستان می رسانند، امید که درین مرتبه آن دوست شما باشید، البته البته و صد هزار البته البته که مخلص را زیاده برین، در کشاکش شوق ندارند و این بیماری بر من نه پسندند و از غیرت الهی نیز اندیشه نمایند، و این لوح شوق که بعد امرار من مزمنه برابری می کند، از مهر خود بر من روا مدارید چون نیک می اندیشم و بردستی شما محترم و در شما این استعداد و فطرت است که کس در اشتیاق شما این همه محنت کشد، و خود را می بینم بآمدن شما می ارزم، بهر تقدیر زیاده برین انتظار نه دهند و بر حال و منوالی که باشند قدم رنج فرمایند و بر تفصیلات من بگذرند، که بعد از قدم گرمی تدارک و تلافی خواهد شد، و تفصیر خود را نیز مبیای جواب باشد، چون انصاف حکم باشد دلها گلستانست بزواید اقدام گرفت.

(۱۲)

ایضاً الیه

سلام الله علی المخدم والاحل الانعم الاکرم الاحسن الامین العفی عن اللقاب و المستغنی من الاحباب مد ظله العالی افاضت دستگاہا اگر چه شیوه ارباب سلوک قطع نمود است از ماسوی الله من الاحباب والاعداء فی السراء والضراء، اما فقیر حقیر و مسر

له ن ثانی "قدم قدم" له ن "در" له ن "و" له ن "در" له ن "زیاده برین کشاکش نه پسندند" له ن "والسلام" له ن "عن"

التقصیر ایشان را از فرقه اصحاب کمال میدانند که کل را در جزوی بیند، و هر ذره را منظر آفتاب دهر، قطره را محیط بحر نایاب می داند، عجب که دریں مدتها می دید و شنیدند تا شدید خبری از ذره خاکسار و پریشان روزگار نگرفتند و بروقت عادت قدیم و عادت قوم عبور و مرور بایں نواحی فرمودند، دل نگرانی نهایت دارا آراستگی فخر و دیدنی دارد، ہذا قریب من عبد ربی، مفاوضہ قدیمیہ کہ مصحوب مکتوب سیادت پناہ بود امیدوار ساخت کہ شاید قبل از وصول این نسیقہ تشریف آورند، شنیدہ باشند کہ ہندگان حضرت بتاریخ بستم شہر شمال فخر و زول اجمال فرمودند، و تمکن فہمی شد، چون قاصد مستعجل بود ایں عرصہ در درخانہ نوشتہ شد، چون تشریف آوردند در ذکر احوال مشایخ ہند آنچه داشتہ باشند از طفو ظات و غیرہا ہمراہ آرند۔ البتہ البتہ بدست عزیز کتابے در احوال مشایخ ہند بود موسوم بتذکرۃ الاصفیاء اگر در اں شہر ہم رسد ہم رسانند بسیار مطلوب است۔

(۱۳)

ایضاً الیہ

تسلی دل من در فراق ممکن نیست

اگرچہ نامہ و قاصد ہزار می آید

بعد از تشریح اشتیاق و آرزو مندی مشہود ضمیر فیض پذیر آنکہ بتاریخ دوم صفر ختم اللہ بالخیر و النظر قطع مراحل و طے منازل با آخر رسید و بگوشہ مالوف آمد از محنتا می راہ ایں سفر جا نگاہ چہ نویسد۔ الحمد للہ کہ بخیر انجا پیرو شکر تعاقب آلا و تواتر نعماء کہ عبارت از رسیدن مفاوضات گرامی ایشانست پے در پے با کوز ہائے نبات کہ یاد

لہ نسخہ ثانی میں صحیح ہے "ن" "موفق" "ن" "درخانہ" "ن" نسخہ ثانی میں نہیں ہے۔ "ن" "آخر شد" "ن" معنی ہائے

از انبتہ اللہ نبأً تأخراً پیداوار شرح بیرون است۔ اگر از مفاوضات گویم تعویذ
بیماران مراحل فراق بود، اگر از نباتات شربت آفتاب خورد ہائے تہ اشتیاق تقصیر در
ارسال عرائض شوق نہ از ممر آن بود کہ مکرراً قلمی فرمودہ اند حاشا چوں باشد بلکہ چون بخاطر
شریعت ایشان رسد کسیکہ مخصوص بآں شہر میرفتہ باشد ہم نمی رسید، بسراں آن جہات
سلطان کساں را پیش خویش خود می فرستادند کبریات گفتہ اند کہ او در کاپی نیست بیرون
رفتہ والا ہمیشہ خاطر نگراں می بود و سنجہ کہ کسی اگر می رفتہ باشد از شرح آرزو مندی نویسد اگرچہ
آن در تحریر نمی گنجد زیادہ بریں ہرچہ نویسد داخل اہل رسم خواہد بود، دیگر آنکہ بتنازل خبر
حاکم سابق کاپی رسید کہ آنجا آمدہ اند و خدام سیادت مآب اتحادی میر صدر الدین
نیز آمدہ اند۔ بسیار بسیار خاطر مسرور شد، ۵

مرحباً اہلاً وسہلاً مرحباً

بحضرت نواب ایشان از فقیر عاشق مشتاقانہ خواہند رسانید، البتہ البتہ و بعضی احتمال
را راہ می دادند کہ ملازمان را ہم وقت عبور بایں نواحی رسیدہ بحتل کہ دریں قافلہ تشریف
آرند، امید کہ ہر جا باشند از حاشیہ ضمیر منیر محو نظر مابند و توجہ صمیمی و لطف قدیمی مخصوص
دارند، والباقی عند الملاقات ظل عافیت و عافیت محمد و بادو السلام۔ دریں شکر
چند حرف جزو بے نقط بزبان عربی مستنبط از نص و حدیث و کلام علماء کردہ شد، رباعی
مفتوح نوشتہ شد ۵

الحمد للہم الکلام الصاعد وهو المحمود اولاً والحمد

ما و احداً موحداً لا هو واللہ والہکما الہ واحد

و غیر ازین رباعی یک قصیدہ دیگر کہ در خطبہ مذکور شد تہ شریعت است، نامش موارد و نظم
سلک در را حکم شدہ کہ تاریخش ہم می شود، و اگر آنجا اشارہ بے نقط پیدا شود فرستند البتہ البتہ

لہ ن "فرمودند"

لہ ن "اشتیاق"

لہ ن "ہم"

یک بار در ملک شعر و شعر خواهد بود در تعریف این رسالہ ہم قطع بخاطر رسید یا ناظرانی
 هذه والصفات خذ لب الد قائق من درامن مجموعته مها تسقطنا....
 ولقد تفرنا.... فيهما ترجمت المعاني.... لولم تجد فيهما....

ملک زواج فلک می کند مبارکباد	بشاه اکبر و سلطان سلیم و شاه مراد
که اخترے ز سپهر جلال طالع شد	بغزہ منہ پیچم ز نصد و ہشتاد
مے برج سعادت ز رخ نقاب کشود	دُرے ز لچہ اُمید بر کنار افتاد
ز آسمان کرم کو بے چین نمود	بوستان ارم غنچہ چینیں بکشا د
چہ شاه زاده والا کہ گوشوارہ عرش	بہفت کرسی خود نشانی شاد ہنما
زہ سعادت دارین کہ این چنین خلقے	کہ تازہ ساختہ ارواح اقدس اجداد
خرد بڑا پچھ منکر چوں تامل کرد	نوشت مدت عمرے از ہزار زیاد
ہنوز بندہ ز آزاد سرق ناکرد	ہوائے خدمت رو کردہ بندہ و آزاد
چو بادشاہ جهانست شاہ درویشاں	ہمیشہ بہت درویش می کند امداد
مدام تا بقاضی وقت کار گراند	بکار گاہ جہاں جاں عنصر امداد
تخت و تخت شد شاہزاد ہا باشند	بحق ذات محمد و آلہ الامجاد

ایں طرفہ رباعی کہ بدل رودادہ
 از ہر پیش کہ شاہ بیت آمدہ است
 در خانہ فیضی بنظور افتادہ
 معلوم شود ولادت شہزادہ

از مولد شاہزادہ عالمیاں
 دل می یابد پیامے از عالم جاں
 اجیر بود چو مولد شاہزادہ
 امید کہ جاوداں بماند بجاں

لہن "و" سے نسخہ ثانی میں یہ اشعار کچھ فرق سے دیئے گئے ہیں "عہہ" کردہ

منم کشته گجراتیاں بیدادم
 خراب عشوه خوباں احمد آبادم
 سے قوی ز سر ناز جلوہ نمود
 کہ همچو سایہ بدنبال آن بیفتادم
 بہر طرف کہ خرامید سرو آزادی
 غلام او شدم و خط بندگی دادم
 چو رشک گلشن فردوس احمد آباد است
 از مباد بروم کتنہ چوں یادم
 بروں ز رفتن از آن حالت صورت محال
 چرا بروں زوم من ہم آدمی نام
 بحسن مردم گجرات یاد نیست
 نمیروند جوانان دہلی از یادم
 حدیث عشق تو فیضی کہ نقل مستان است
 بزم جرعه کش دہلوی فرستادم

ایں غزلے است کہ بیاد غزالان گجرات گفته شدہ بود، منظور و ملحوظ باد و شنوی در شرح
 احوال ایں سفر ختم باخیر و النظر گفته میشود، و چون بہ بیاض برد شود فرستادہ خواهد شد
 چند بیتے منتخب از اں محل کہ حکام گجرات برائے دیدن حضرت خلافت پناہی خلیفہ
 الہی خلد اللہ ملکہ و خلافتہ رسیدہ اند نوشتہ می شود ۵

ہماں دم اہالی و حکام شہر
 کہ در شہر بودند مشہور دہر
 ہمہ کردہ آویزہ دست خویش
 کلید در گنج شاہان پیش
 رسیدند از سر قدم ساختہ
 ز شادی سراز پائے نشاختہ
 سر خود نہادند بر پائے شاہ
 کہ ما ئیم سرتافتدم در گناہ
 ز عمر یکہ نگذشتہ در بندگی
 بصد گونہ داریم شہر مندگی
 رسیدیم در خدمت بندہ و ا
 بجز بندگی بندگان را چہ کار
 ہمہ نیک و بد بندگان تو ایم
 اگر نیک اگر بد از ان تو ایم
 گذشتیم از ان ناخوشی و خوشی
 اگر می گذاری و گرمی کُشی
 تو شاہ جہاں جہاں ران تست
 بدو نیک در زیر فرمان تست

شہنشاہ از آنجا کہ الطاف است جو ہر صدق ایشان نظر باز کرد
بے از دل نکتہ داں نکتہ راند کہ قائم مقام سلیمان منم
مرا بہر شاہی فرستادہ اند دلیل برا ثبات حق ساطع است
من آن آفتاب فلک پایہ ام کسے را کہ بنیم در اندوہ عشم
برو سایہ معدلت گسرم دگر مست باد ہوا خوردہ
بتابم برو گرم چوں آفتاب چو فرمان من راست عنوان حق
کہ گجرات از ظلم حالی کنم بر اندازم آئین بی ملاد و زور
بدریا کنم عسرق اہل فرنگ در بستہ کعبہ را و اکسم
گرا مینہ روشن ز اسکندر است چو حکام و اشراف و اعیان ملک
شنیدند آن نکتہ ہائے بلند کہ باں قاصر از شرح لوصفاوت
عین عنایت سترافراز کرد ز دریائے حکمت گہرا نشانند
جہاں را ز من است جہانیاں منم کلید جہاں را بمن دادہ اند
دم تیغ من حجت قاطع است کہ ذات خداوند را سایہ ام
کہ می سوزد از آفتاب ستم در آن سایہ اش تا ابد پروم
ز باد تکبر دل افسردہ کہ نشیند آن آتش از ہفت آب
من این جا رسیدم بفرمان حق برو شمنہ عدل والی کنم
روم تا بسر حد دریائے شور برم از دل اہل اسلام رنگ
سکن در صفت سیر دریا کنم مرا تیغ ز آئینہ روشن تراست
کہ بودند ہر یک نگہبان ملک کہ سر زوز جان دل ہوشمند

لے ن "دلیلے" لے ن "فرمان اراست" لے ن "در" لے ن "رہ"
لے ن "کہ" لے ن "ما" لے ن "یہ شعر نہیں ہے۔"

کشیدند در گوش خود، همچو در
سراں گوش شاں چوں صد گشت پُر
زبے بخت درای شہر بحر و بر
سکندر نظیر و ارسطو نظر
در حکم از شاہ حکمت گذار
سزد بہر گوش حسرت گوشوار
زیادہ بریں گنجائش ندارد، والہاتقی عند الاتمام والسلام والا کرام و دیگر دل صبح باشد کہ
مولانا نے غزالی نیم شب ہست و مفتاح رحب در احمد آباد وفات یافت، در پیر گنج مدفون
شد فقیر لے اوتاریخ یافتہ ۵

چوں غزالی مشہدی بہاں بود از شاعران عام فریب
سال تاریخ فوت اوزاں روز میشود شاعر عوام فریب

۵ ہذا کتاب قلت فی بشارتہ یالیت قلبی کان فی اثنایہ
در نامہ تو چو دست بر خامہ نهم خواہم کہ دل اندر شکن نامہ نهم
کتاب مستطاب کہ مخبر از سلامتی ذات قدسی بود رسیدہ
روح لقب نہاد کہ یا الیمن الحسن عقلش خطاب کرد کہ یا احسن الکلام
سوادش کحل الجواہر عین الباطن والظاہر شد و بیا ضش از بار زواہر حدیقہ فاطمہ گر دیدہ
تا از سواد خط تو ام نور یافت چشم
روشن شد ای حدیث کہ النور فی السور
چوں خامہ بقصد جواب نامہ برداشتم کہ حرفے چند از سواخ روزگار بنگارم و سخن
چند از بے مہری سپہر کج رفتار در قلم آرم قلم ہر بار خشک می شد و عبارت قاصر بود، والہاتقی
گنجائش نہ داشت ۵

عندی حمل من اشتیاق وصول لا یمکن شرح نہ کتب و رسول

لے ن میں "والہاتقی" نہیں لے ن "السواد" لے ن "کتابت"

اجسرم ایس عریضہ را بغزلے کہ مجد گفتہ ام اختیار می نمایم ۱۰

علی الصبح کہ باد بہار می آید مرا ز آمدنش برے یار می آید

بجان تو کہ نیاید ز ہجر بر حسب نام ہر آنچہ پردہم از انتظار می آید ۱۱

تسلی دل من در فراق ممکن نیست اگر ز نامہ وقاصد ہزار می آید

مگر کہ از اثر گرہ ہم بود فیضی چہیں کہ گفتہ من آیدار می آید

چوں بیت ثالث کہ بموجب الثالث باخیر حسب حال بود، تمام غزل الطویل آن نوشتہ

شد، معذور خواهند داشت ظل عایتکم وعافتکم بحرمت النبی وآلہ الامجاد۔ دیگر آنکہ

کتاب مقاصد الشعراء را البتہ البتہ چوں تشریف آرد ہمراہ آرد کہ اختتام تذکرہ موقوف

بآن ماندہ و از کتب دیگر ہم آنچہ تواند استنساخ فرمود فرمائند کہ فقیر می خواہد در خطبہ آن ذکر

تشریف کنم و یادگار بماند ۱۲

بندال نفسے نہ بند رفتند ما ہم نفسے زدیم در قہم

از احوال در گاہ عالم پناہ استفسار فرمودہ بودند ۱۳

یار ہماں شوق ہماں دل ہماں عشق ہماں قصت مشکل ہماں

الفقتہ تمام ممالک خالصہ شدہ وقاعدہ دلغ نہادہ اند ۱۴

در ہر کہ بنگری ہمیں داغ مبتلاست

نامہ رنگیں حنائے کہ چوں شاہد خوابستہ بر عنائی بود در مساحت دیدہ انتظار کشیدہ

جلوہ گری نمود و دل ربائی کرد، تعالی اللہ عجیب... بود کہ در طلسم خانہ خیال اہل سمیّا

ایں چہیں مشکلی برا یکختن متصور نیست ۱۵

خیز تا بر کلک آن تقاش جاں افشاں کنم کایں چہیں نقشہ عجب و گردن چرخ کار دانت

۱۰ نسخہ ثانی میں نہیں ہے ۱۱ نسخہ ثانی میں نہیں ہے ۱۲ نسخہ ثانی میں نہیں ہے ۱۳ نسخہ ثانی میں نہیں ہے ۱۴ نسخہ ثانی میں نہیں ہے ۱۵ نسخہ ثانی میں نہیں ہے

۱۶ غنائت فرمائند ۱۷ ن ثانی میں نہیں ہے ۱۸ بامن بکلک کلہ مدول ۱۹ کلے بکلک کلہ مشغول ۲۰ "را"

وقت دانند، اما بمقتضای همان رابطه باطنی که بصلحا دارد واسطه سابقه مودت جانبین شده
 علی الدوام چشم انتظار در راه می دارد و مواعید قدم که در مکاتیب محبت لزوم اندراج می
 یابد، بسر رشته رجا را از دست نمی دهد، بعد از چندین انتظار گاه نامه و پیغام فرستد، حقا
 و غم حقا که موجب ناامیدی از دوستان جانی بلکه از جان و زندگانی دست می دهد، قطع
 نظر از شوق احباب بلده طیبه فحشور رونق پیدا کرده که از دور بیدین آن میتوان آمد، توقع
 نه بهر نوع که دانند قدم رنج فرمایند که چشم در راه هست و شغل و عذر بگذرانند و طریقه قدیمه
 را مسلوک دارند و محبت و اعتقاد بنده را می دانند که تا چه مقدار راست، چه احتیاج که
 بتازگی بوزبان قلم آرد، چندان اشتیاق دارد که اگر موانع خاقانی ... نبود بکاپی میرسد
 دیگر آنکه یکبار رعایت نامه متضمن بر طلب طبقات ناضری رسیده بود، در آن وقت فقیر
 را با جمیع فرستاده بودند، و امروز مکتوب تازه بر همین معنی رسید. افادت پناه و الله باشد
 معلوم فقیر نبود که این کتاب خدام پیش فقیر باشد، بواسطه آنکه از پریشانیهائے خاطر و
 اشتغال از خاطر رفته بود یک یار بفقیر هم است او بیاد دارد که بار سال این کتاب را
 اخوی افضل شیخ البوا فضل که این جا آمده بودند در دست گرفته بودند فقیر را اندک بیاد آمد فی
 الحال برادر میاں البواخیر را فرستاده که در کتابهای ایشان تفحص و تصحیح نموده این کتاب را بیاورد
 کتابهای اخوی متفرق شده بعضی در آگره و بعضی در حویلی ایشان و بعضی در پاشخانه اند و بعضی
 تمام ایشان دیده اند و نیافته اند فقیر را از این معنی طرف اضطرار دست داده. اگر چه یقین است
 کتاب فوت نمی شود اما چون در وقت احتیاج دست نه دهد حکم فوت دارد. حالانکه که
 حامل مکتوب است در رفتن کمال سرعت دارد و یک روز هم نمی ایستد، در ساعت او
 را وداع کرده شد، انشاء الله تعالی فقیر خود مقید شده پیدا ساخته متعاقب می فرستد و مجبور
 کند لاحق و ملک خود دانسته فرستادن آن بسیار صعب نمود به طایر زمان ازاں دست بشویند

نه "توانند" نه "سازند" نه "افادت دستگاہا" نه "فقیر" نه "نمایند"

کہ اس مقدار تصرف جائز است ۷

مدہ فیضنا شرح و بسط کلام
سخن ختم کن برد عا و السلام

(۱۴)

ایضاً الیہ

سلام اللہ علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اولاً وابدأ۔ بعد از نیاز و اخلاص حمد طراز شود
فیہ منیر فیض پذیر آنکہ می خواست کہ افتتاح کلام بشعر نماید، چنانچہ سنت اس طائفہ
پریشان روزگار است موافق مدعا بیتہ بخاطر رسید کہ پیش از اس گفتہ بود، و طرد اللہات
تمام غزل می نویسد، نمونہ ۱۷

من براہے میروم کا بخا قدم نامحرم است از مقامے حرف می گویم کہ دم نامحرم است
خوش دلم گردیدہ من شد سفید از انتظار کز پئے دیدار جاناں دیدہ ہم نامحرم است ۱۷
اے اسیر عشق طعن بے غمی بر من مزن خلوتے دارم بیاد او کہ غم نامحرم است
ما اگر مکتوب نہ نوشتیم عیب ما مکن در میان راز مشتاقاں قلم نامحرم است
منزل تر دامنناں نبود حسرتیم کوئے عشق ہر کہ نہ بود پاک دامن در جرم نامحرم است ۱۷
فیضی از بزم نشاطا حریفان غافلند ہر کجا با جام می گیریم حشم نامحرم است
دو عنایت نامہ گرامی در یک روز رسیدند و برد و دیدہ ہنادر آمد چوں بنی از مقدم مشرفیت و
اعتدال عنصر لطیف بودند موجب سرور مشتاقاں شدند، تا ہنگام دولت طلاقات ہمہیں
منوال از کیفیت عافیت مال نویساں باشند، اگر چہ گفتہ ام ۷

۱۷ "مدح" ۱۷ نسخہ ثانی میں "نمونہ ۱۷" نہیں ہے نسخہ ثانی میں اس کے بعد یہ شعر ہے۔
با خیال او گنجید یاد خواں در دلم ہر کجا خلوت کند سلطان چشم نامحرم است
۱۷ نسخہ ثانی میں یہ شعر پہلے اور اس سے پہلے بعد کو درج ہے۔ ۱۷ نسخہ ثانی میں "رسیدہ" ہے۔

تسلی دل من در فراق ممکن نیست

اگر ز نامہ وقاصد ہزار می آید

بشرف استیلام انامل کو امل افادت پناہ افاضت دستگاہ مصداق الاسماء تنزل
السماء حسن الاسم والمسمی شرف با حسن الحسنی مشرف باد۔

(۱۵)

ایضاً الیک

فیضی کہ ز درد حال خود در ہم دید وز داغ دروں سلسلہ را بہ ہم دید

ہم درد دروں سینہ اش در ماں یافت ہم داغ دل فگار او مر ہم دید

بعد از عرص شوق و عزام متضمن بطول محن ایام معروضی دارد کہ مدتی مدید و عہد
بعید گذشتہ کہ راہ رسل و رسائل را بہ سدید بستہ و مسدود کردہ اند و بیماران فراق
را و بعبارت قلم خوش خرام مشرف نمی سازند، ہر چند گلہ است اما جائے گلہ نیست

از محنت ایام حکایت نتوان کرد

صدیخ توان دید شکایت نتوان کرد

بسمع شریف رسیدہ باشد کہ چند روز تفرقہ صوری واسطہ جمعیت معنوی بخدام مخدومی ابوی

راہ یافتہ بود و نامرہ حد جوار اشارہ اشتغال یافتہ و نبض افتراے اخوان زمان در حرکت آمدہ

اما الحمد للہ علی تو اترالایہ و تقاطر نعمائہ کہ بر شحات سحاب الطاف الہی و قطرات مطرات

اعطاف نامتناہی تیران فساد منطقہ شدہ

ہزار شکر خدا صد ہزار شکر خدا

یہ نسخہ ثانی میں اس شعر کے بعد لکھا ہے: غم الدعاء والدعاء

یہ ن "اللہ" کہ ن "شدہ" کہ ن "گرفتہ"

وباسمہ ختم الکلام والسلام والاکرام التماس آنکہ گاہے از روندہ نام گنہامی پرسند و بدست آیندہ
پیغلے فرستند۔

مکتوب من ارچہ کہ نیرزد بجوابے
بنویس وہاں گیر کہ سہوا لکھ است ایں
چوں لفظ قلم بزبان جاری شد اتفاقاً چند بیت در بیان قلم بزبان قلم می رود
خواست تا اسرار معنی را کند اثنا قلم شد سیہ رو کرد از شرم سر بالا قلم
کہ ز روم آید بشام و گہ ز شام آید بروم روز و شب چوں تاجراں دارد سر و قلم

(۱۶)

ایضاً الیہ

۵ یار آوارگی ہمی خواہد رفتن حج بہانہ افتاد است

۵ کعبہ را دیراں مکن لے عشق کا بجایک نفس

گہ گئے پس ماندگان راہ منزل می کنند

کعبہ را دیراں مکن لے عشق کہ شمع رہ ماست

ہر کہ سنگے ز سر راہ گذاری برداشت

عزیز من! بسیار خوب کردی کہ پیش خدام کمالات انتظام رفتی، ایں جاو آں جاکمیت

دریں میاں نام آں خانہ تاریک دلاں کہ بنکے حجابست، چرا بردی، بہر بہانہ کہ رفتی خوب

رفتی۔ ز نہار قدم از نشاط آباد گجرات بیشتر ز گذاری ہے

۵ نہ و نہیں ہے۔ ۵ نسخہ اول میں ”چوں“ نہیں ہے۔

۵ نسخہ ثانی میں یہ مصرعہ اس طرح ہے: ”گہ بروم آمد بشام گہ بر شام آمد بروم“

۵ نسخہ ثانی میں ایک شعر اور ہے: ”تازکے ازیں سیہ روسے دوزماں سخن کہتم بد فیضی غم دل تمام کردم تمام“

۵ ن ”وندہ گذری“

سرگشتہ راہ کعبہ بیہودہ مشو

بنشین کہ کم از سنگ سیاہ نیست دلت

بواسطہ وبواسطہ شما ما بازید، جدائی نیست۔ بدانکہ آنجا جائے دیگر است و ایں جا مقام دیگر۔ و
ما دیگریم۔ یا ایشان دیگر حداثہ خواستہ باشند، حق خدمت و نمک صحبت را فراموش بکنند و حفظ
الغیب را از حفظ کلام کمتر ندانند، و احوال نہ نویسند، العاقبت بالخیر باد۔

(۱۷)

ایضاً الیہ

نگار ریچانے مقنع و ضمیرانے برقعے کہ طیلسان خضر بر سر عقد لالی شب تاب در مردا^{شت}
اعنی نگاشتنہ نگاریں کہ بر سر ربط غمخواری محتوی و در خریطہ زنگاری منظومی بود، از بس چاکی
و موزونی دل ربائی دست بردی غریب نموده، و دل داری نیز چا بکدستی نمایاں بکار برده، نمید
کہ سلسال عذب را بجدوال عروق قلبی و فجاری روحی و روانی آورده، ساری دارند کہ روح و
رواں تشنہ این زلال حیات خوابد بود، و نہال محبت و ولا بایں آب و ہوا نشو و نما و برگ و نوا
خواہد یافت۔

صبح دمید فاتحہ کوں چوں تف شراب ساقی بدست کن پر طاوس آفتاب

و ایں مطلع کہ

عید آمد من خواہم کہ در کہ خاقانی صدماہ نوا نگیزم از سجدہ پیشانی
دیروز ہم در جواب آن مفاوضہ دو کلمہ نوشتہ از روئے شوق دیگر ہم نوشتہ بدوام عافیت^{بشد}

۱۷ ن "شما تا ہا سہ نیست" ۱۷ نسخہ ثانی میں اس کے بعد "واحوال والدہ عا" لکھ کر خط کو ختم کر دیا گیا ہے
۱۷ ن "او" ۱۷ ن "بجداول" ۱۷ ن "عروق" نہیں ہے۔ ۱۷ ن "روحی"
۱۷ ن "درون شیرائن زلال حیات" ۱۷ ن "و" نہیں ہے۔ ۱۷ ن "ہیں"
۱۷ ن "والسلام"

(۲۰)

ساقی و جام و گوشه دیر است این جا شد احمد که احوال بخیر است این جا
نکتہ عشق میرسد کہ ہوشم باقی است سخن از یار گوئید کہ غیر است این جا
در حوالی بتکہہ بتن و مغلکہ فتن نشسته عمان دیدہ را بخیلج گنگ پیوستہ است اما چہ کند
کہ این نہ آبی است کہ غبار غم ہجران از روی دل یا مغر جان بشوید، و آنکہ کردی بر می
دارد، و دردے می چیند، عبارات آبدار و اشارات تابدار آن افانیت پناہ بصیرت انتہا
است کہ آنرا نتیجہ انتظار می داند، روزیکہ از دیدہ در آمدہ بدل نمی گذرند، چہ گوید کہ در
دل و جان چہ می گذرد؟ و اگر چہ منصب عبودیت آنست کہ اگر او ہجران خواستہ باشد صد
مرتبہ بر وصل شرف دہند۔ اما گواں زہرہ و جلر و کرا آن رضا و تسلیم دریں جا تسلیم از عدم مروت
میدانند، حیرانست کہ ساداکفرے سرزدہ باشد، اما کفر محبت را اسلام می داند، بلکہ کفر و
اسلام ہر دو گناہ۔

کفر کا فر را و دین دین دار را ذرہ در دشت دل عطار را

این اشتیاق نامہ را مرا نگاہ دارند، و نشونید کہ شستہ نخواہد شد، مامول از اخلاق رضیہ آنکہ
ہر چہ جوہری داشتہ باشد بگیرند، صد آفریں کہ بندہ را خوب شناختہ اند و دیدہ نادیدہ را
مشاق منتظر بانی و مطلع نورانی خود دانند، در دل خود چہ جائے گنجین عزیزاں خالی بگذشتہ
اند، اگر اعزہ بر بنجد ایشان متعہد جواب اند، من خود کار ساختگی نمیدانم پارہ سوختگیم پوست کندہ
از مغر جان خود نفس می برآرم و میدانم کہ محبت ایشان از طریق مدارا و صلح کل نیست، از ربط

لے ن "ساقی و جام و گوشہ دیر است این جا" لے ن "ناز" ہے لے ن "پرقتن"
لے ن "بحال" ہے۔ (۹) لے ن "است" نہیں ہے لے ن "اگر آں"
لے ن "می دانند" لے ن "کامل" لے ن "اند" لے ن "میں" "این" نہیں ہے۔
لے ن "رضا بر سجد چہ قید رضا" لے ن "گذشتہ" لے ن "برنجیدن"
لے ن "خواہند بود" لے ن "میں نہیں ہے۔"

روحانی و خواہش صمیمی است، آنکہ فقیر بخدمت ایشان گفتہ۔ در راہ ما و بترگا پوکن کہ ہست۔
 صادق می آید حسب حال ایشانست کہ از زبان ایشان گفتہ شدہ ہر حال گفتہ کہ من بپزیرند
 و برگشت من نگیرند۔ والسلام والا کرام
 بچند دل غرور و دل غرور ساخت و بچند چشم خرد صحبت اہلکے زماں.... از صحبت
 نامہ غیر از یاس هیچ روئے نمود، و از دریافت مردم درو خیر نیافت، با وجود این ہمہ دل درد مند
 ہماں در حجت و جوست، و زبان خواہش ہچناں در گفتگو کہ بدیاد لی رسد کہ دل از و آب
 خورد و التہاب دوسے انطفی یابد۔

اکبر کے انتقال پر شیخ محمدت کلخط نواب سید فرید مرتضیٰ خاں کے نام

(مندرجہ ذیل خط جس کا عنوان ہے: "تنبیہ الخالقین بغناء الدنیا و اربابہا و اغترار الجاہلین بزخارفہا و اسبابہا" شیخ محمدت نے اکبر کے انتقال پر نواب سید فرید مرتضیٰ خاں کو لکھا تھا اور ہدایت کی تھی کہ جہانگیر کے سامنے بھی اس کو پیش کر دیا جائے مرآۃ المحققین میں لکھا ہے:

ایں رسالہ در واقعہ رحلت جلال الدین اکبر بادشاہ برکن السلطنت نواب سید فرید مرتضیٰ خاں برائے اطلاع و آگاہی نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ فرستادہ شد۔
یاد رہے کہ حضرت شیخ "ستروکتمان" کے قائل تھے اور پردے پردے میں بات کرتے تھے۔ اس خط میں انہوں نے اکبر کی ایک ایک گمراہی کی نشان دہی کی ہے اور اس کے جانشین کو آگاہ کیا ہے کہ کہیں وہ ان گمراہیوں کا اعادہ نہ کر بیٹھے۔ یہ خط بہت غور سے مطالعہ کے قابل ہے۔ اس میں شیعہ کی حکایت، پیغمبری کی نوعیت پر گفتگو، "انقیاد شریعت و اعتقاد مسلمانی" کا مطالبہ شیخ کے احساسات اور تاثرات کا پتہ دے رہا ہے۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

سبحان الملك الحي الذي لا يموت ولا يفوت غبار محنت وكدورتے کہ از مہیج
ایں واقعہ عظیمہ و دواہیہ شدیدہ برصفحات خواطر خلایق نشستہ و حیرتے و وحشتے کہ از یکایک
واقع شدن ایں حادثہ روئے دادہ از حیطہ تحریر و تقریر بیرون است، چہ تو اں کرد سنت
الہی بریں جاری ست، تا بود چہیں بود، چہ شاہ چہ گداہیں راہ است۔ شعر ہے

هر که آمد بجهان اهل فنا خواهد بود
و آنکه پاینده و باقیست خدا خواهد بود

حق جل و علی بدولت و شوکت این بادشاه گردون شکوه قوی دولت جوان بخت ابد الله جلاله
و ظد فی مرضیه ملکه و اقباله تمامه بریار از غلص و عام خصوصاً زمره اهل اسلام را کنف امن
و امان و سایه عدل و احسان از جمیع آفات و کمرویات محفوظ و مصون دارا اللهم اصلح
الامام و الامة و الراعی و الرعیة و الف قلوبهم فی الخیرات، این دعا از عظام و مشایخ
قدس الله سرارهم مرویست و ادامت بران شمر سعادت دنیا و آخرت و باعث امن و امان
ظاهر و باطن است، دیگر این دعا اللهم اصلح امة محمد اللهم ارحم امة محمد اللهم
اغفر لامة محمد گفته اند که هر که بران دوام نماید در مرتبه پیاپی ابدال نشیند، و الله الموفق اقول
از فحاشی دنیا و بے ثباتی آن چگوید و چه نویسد قال بعض الحكماء الدنيا اشبه شیء بطل الغمام
و نوم الاحلام میگوید، دنیا مانند سایه ابر است که روان میگردد، یا مثل خواب شیطانی است
که مرد بالغ می بیند، در تشبیه اول فنا و بے ثباتی دنیا را دانمود و در ثانی حقارت و قلت متاع
آنرا بیان کرد و گفت یا خوابیست یا بادیست یا فسانه مثل مرگ حادثه در میان که بیشک و
شبه رسید نیست و آدمی زاد ازاں غافل نشسته و دیده عبرت و حیرت فرو گرفته و بر بستر غفلت
افتاده پرواندارد که چه کاره سخت و همه صعب در پیش دارد، و میگویند که یقین مشکوک کدام
ست یعنی چیزی که آدمی یقین داند و با وجود یقین دران شک دارد گویانمی داند، آن چه چیز است
گفته اند که آن مرگ است، یقین میدانند که رسیدنی است اما چنان زندگی میکنند و برنج
میروند که گویانمیدانند تبارک الله این چه قدر تست و این چه پرده که بر روی آدمی زار و فروشته
اند و این غفلت و فریب است که و میخورد و همان مثل شیر و مرد گریزنده از پیش اوست.
حکایت می آرند که شیر در بیابان بدنبال مری افتاده بود، و از پیش شیر
گرنجته میرفت، چون مجال گریز تنگ آمد اضطراب خود را در خرابه چاه زد و بهم دراز شد و راه

بشا خدا و بخت گناه که در آن چاه بود دست زد و معلق ماند در پایاں چاه میکند اثر دہائے می
 بیند، دہاں باز کرده نشسته که اگر بفتد ہم در نفس فرو برد، شیر که در دہاں بود آمدہ بروئے چاہ
 ایستادہ کہ اگر برآید ہم در ساعت کارش تمام کند، ساعت لطیف متعلق بآن حشیش دے زدہ
 و نفس راست کردہ بود کہ موئے چند رسیدند و رشتہائے گیاه را کہ مثال رشتہ عمر آدمی است و
 بدان متعلق است بریدن گرفتند، بیچارہ حیران ماند کہ چه کند، اگر پایاں افتد اثر دہائے نشسته
 و اگر بالا رود شیر ایستادہ تن بہ بلا در داد و منتظر ملاک نشست، نگاہ نظرش بر لائے نخل افتاد کہ
 در کج دیوار چاه شہدے قے کردہ، مرداں ہمہ را فراموش کرد، ہم از شیر و ہم از اثر دہاں و موش
 چشم بر بست و انگشتے بآن شہد زد و باں مزاحمت گساں و نیش زنبوراں شہد رسیدن گرفت
 دوسر انگشت شہد نہ لیسیدہ بود کہ رشتہ عمر گستہ شد و در چاہ محنت و اندوہ بکام اثر دہائے مرگ
 فرو رفت، اکنون ما شہد لیاں آن چاہیم کہ شیر قضا در قفلے ماست و امروز فردا است
 کہ در چاہ بلا کہ دنیا است بکام اثر دہائے مرگ فرو رفتہ ایم کاش کہ مدت حیات معین بود و
 امتداد ایں مسافت معلوم گشتے کہ چند است تا موافق آن راہ روشے بخود قرار دادند و قطع
 ایں مسافت بتانے و تدریج کردند و یک قسم فرغت و قرارے یافتند، و نفس چند
 براحت زدند، ہیچ معلوم کہ مدت عمر چند است و بعد از ایں مسافت چه قدر در ہر گام و در
 ہر نفس خطر است و احتمال آنکہ ہیراں آخر باشد، روز و ہفتہ و ماہ را خود کہ داند و اگر فرضا معلوم
 بودے و دراز بودے ہم چه بودے ایں رفتنی است و گذشتنی، چه معلوم و چه نامعلوم و چه
 دراز و چه کوتاہ

چوں قامت ما برکے غرق است	کوتاہ و دراز را چہ فرق است
اگر صد سال مانی در یکے روز	بیاید رفت زیں کاخ دل افروز
دریں صندل سرکے آہو سی	گئے ماتم بود گاہے عسرو سی
چو ہر شادی و غم جلے رو بند	بجائے سزجائے پسے کو بند

دنیا اگر دائم بودے و اسباب دنیا دائم و عیش و فراغ خاطر و آسائش وقت متصل
 آنگاہ اگر یکے بہ محبت مولی و شوق آن عالم ازاں صبر کرے و بزخارف آن التفات نمودے
 کارے بود اکنوں کہ فانی ست و سراسر وحشت و کدورت و محنت و مشقت و صدمہ بلا برآئے
 ہم افتادہ ترک آن چه مقدار کارست کہ بداں بنارند و بر فوت آن حسرت خورند اگر یکے بقدر
 ازاں دست بردارد و کامے چند فراتر نهد تمام خود نمین نیست صرفہ روزگار خود کردہ باشد و
 منتہی بر جان وقت خود نہادہ اما خاصیت این شراب خیس افتادہ، ہر جرعہ کہ ازاں بخورد و ہر
 قطرہ کہ ازاں بنوشد بجز عن زیادتی کند و تشنہ تر سازد تا مستی آرد و بے خبر گرداند، آنگاہ نصیحت
 را بگویند او را نہ باشد و اندیشہ عاقبت را در سراو جائے نہ مستی و غرور دنیا و حکمرانی بجائے کشد
 کہ دعویٰ خدائی و پیغمبری کنند، دیگر چه توان گفت، فرعون بآں سرحد زمین مصر کہ ملک او بود
 و وہ روزہ را پیش نبود دعویٰ خدائی کرد، دیگر اں را چه گوید آن از خدا پیغمبر نیست کہ خدا
 آفرید گا آسمان و زمین باشد، تو خود کلوتی یا کسے در عالم پیدا نکردہ دیگر این دعویٰ عصیت
 دیوانہ ہم نبود تا اینہا از سردیوانگی گفتہ باشد، اگر دیوانہ بودے موسیٰ پیغمبر علیہ السلام
 بدعوت وے چرا پیغمبر نہادند، دعوت انبیاء صلوٰۃ اللہ و سلامہ علیہم عقلا را بود و حجابین را
 ایں نبود مگر غرور و مستی دنیا و ملک و سلطنت کہ او را بدیں ہدایات میداشت در سرشت بعضی
 غرور و حماقت ضمیر کردہ اند کہ فہم و تمیز را از ایشان بر میگیند و باوجود عقل عزیزے کار دیوانہا
 میکنند و سخن دیوانہا میگویند، دیوانہ نیستند اما دیوانہ صفت اند، یکے دیگر برمی خیزد و دعویٰ پیغمبری
 میکند و ایچ نمیداند کہ معنی پیغمبری چیست، پیغمبری میبانی شدن میان خدا و خلق از خدا فیض
 میگيرد و تخلق میرساند و پیغمبر از اول عمر تا آخر از گناہاں معصوم بود و بعالم قدس و ملکوت متصل
 و فرشتہ بروے بیاید و پیام حق بگذارد و معجزات بنماید و در زمین و آسمان تصرف کند و قرص
 ماہ را باشارہ انگشت دو پارہ سازد و چشمہا از انگشتان رواں گرداند و درختاں او را سجدہ برند و
 منگ و گیاه بروے سلام کنند و ہا مے کتابے باشد کہ اگر جن و انس ہمہ جمع شوند مانند سورہ

از ان نتوانند آورد، و اگر تمام علماء و عقلائے عالم اور تفسیر کنند بیایان نتوانند آورد و پیغمبر علیہ السلام
 بنهد و عالم را بنور علم و ایمان منور گرداند، کافران را از کفر و جاهلان را از جهل بیرون آورد و دور
 را نزدیک گرداند و گمراہان را برہ راست برد و در تمامہ خوبہا کے ظاہر و باطن و صورت و
 سیرت از ہمہ کس افزوں تر و بالاتر باشد و سچکس در پیچ خوبی مانند دے نبود، و پیغامبر راست
 بود و بصلاح و فلاح آراستہ و بخلیہ محبت و اعتقاد پیراستہ، نزدیکان دے در علم و عمل و
 زہد و تقویٰ و نورانیت از ہمہ پیشتر و بیشتر و متابعت دے جامع کمالات و مظهر خوارق و کرامات
 گشتہ، پیغمبری نہ مجرد دعویٰ و غلبہ و سلطنت و شوکت ست اینہا ہمہ روشن ست اما بامت
 چہ توان گفت۔ نعوذ باللہ من الغباۃ الغواۃ۔

و آدمی سہ چیز ست، نفس و قلب و روح، جبلت نفس ہم ازین عالم کون و فساد ست و
 ہمیں لذات جسمانی و مستلذات حسی کمال اوست و نفس زینے ست و ظلماتے و از اجزائے
 بدن ست، غایت آنکہ نسبت با جزائے دیگر این قدر لطافت و نورانیت پیدا کردہ کہ چیزے
 از محسوسات تواند دریافت و مادہ سمع و بصر و ششم و ذوق و لمس گشت و نفس از لذات عقلی و
 روحانی خبر ندارد و ہمیں نفس است کہ آدمی را گرفتار این عالم ساختہ است و روح لطیف ست
 و نورانی محض و از عالم بالا ست و توجہ او ہمیشہ ب عالم قدس و لذت و علم و معروف است
 و محبت مولیٰ تعالیٰ شائد شناخت ذات و صفات دے تعالیٰ و تقدس نصیب اوست و
 لیکن جبلت تعلقے کہ او را بدن دادہ اند و از اخلاطے و از دوائے کہ او را بالنفس واقع شدہ
 گرفتار عشق و محبت نفس گشتہ و سرشتہ گم کردہ است و تعلق روح را بالنفس بعینہ مثل تعلق
 مرد با زن گفتہ اند کہ از ازدواج آنہا لطیفہ قلبیہ پیدا شدہ و قلب متقلب بود، میان روح و
 نفس اگر بر یکے احکام روحانی غالب آید و نفس و قلب تابع او شوند و این بسے ملافتہ ازینجا ہمہ
 خیر و صلاح آید و اگر نفس غالب آید و روح و قلب تابع افتاد ہمہ شر و فساد خیر و این سخن مشہور
 ست در محل خود مشرح تہ ازین بیان یافتہ است مقصود اینجا بیان تہ مذہب در کشاکش

افتادن آدمی ز دست که از یک طرف عقلش بجائی میخواند و از طرف دیگر هوا بجانب دیگر
می برد و بصدمت و شدت گرفتار است باز این سخن و شائد آن عالم تفصیل بیندیشد و
تصور کند از خود رود و از هم پاشد، و در حدیث آمده است

لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحَكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا

فرموده اگر بدانید آنچه من دانم از احوال مبدء و معاد و آخرت که چهارفته است و چهار پیش آید
ست کم بخندید و بسیار بگریید و لیکن چون حکمت ابتلاء و فضل الهی اقتضای آن کرده
که این عالم را از نظر پویشیده و در پرده غیب داشته است و آنچه می بیند و می یابد عین عالم
ظاهر است از اینجا فریب خوردند و سرشته گم کرده که یعلمون ظاهرا من الحیوة الدنیا
و هم عن الآخرة هم غافلون مغبان صادق که حضرات انبیاء و صلوة الله و سلامه علیهم
اجمعین خبر آن عالم میرسانند و انوار علم و هدایت می نمایند اما مردم چنان در ظلمات نفس و
طبیعت افتاده اند که قطعاً گوش نمی دهند و قدم نمی رنند حقیقت حال بعد از مردن منکشف
گردد که چیست ۵

باش تا پرده براندازد جهان از روی کار

آنچه امشب کرده فردا گردد آشکار

الناس نیام فاذا ماتوا انتبهوا فرموده مردم در خواب غفلت اند چون بمیرند بیدار شوند
و آگاه گردند ۵

خلق تا در جهان اسباب اند

همه در کشتی اند و در خواب اند

لا اله الا الله محمد رسول الله، اکنون اگر گویند پس چه کار باید کرد و کجا باید رفت سخن به
نقیض آمد ترک دنیا می فرمایند و بتجربا از خلق و خلاف طبیعت و مخالفت نفس می خوانند و وجود
این حال محال و از دست آمدن این کار مشکل آدمی زادت تا در قید حیات است و در دنیا است

از اسباب دنیا و معیشت باین نوع و آسائش طبع و قید نفس چاره ندارد و مدارجیات دنیا
 و انتظام کار عالم برین است، جوابش بدانکه تا سخن را نیک نفهمند و بکنه آن در نروند دل نشین
 نگردد و جز حیرت و سراسیمگی نیارد مقصود از آنکه گویند ترک دنیا باید داد و از خلق بر کرانه باید
 بود و براه مخالفت نفس و طبیعت رفت آنست که خلاف حق نکنند و از جاده بیرون نروند
 و راه و روشی که در دین و شریعت قرار داده اند از دست ندهند، باین نوع اگر بطا هر
 با خلق باشند در باطن با حق اند و اگر بصورت در دنیا باشند معنی ترک دنیا اند چه درین
 صورت اگر موافق نفس عمل نمایند در حقیقت مخالف آن کرده باشند، محققان گفته اند که
 مقصود اصلی موافقت حق است نه مخالفت نفس یعنی سالکان که بر خلاف نفس روند و
 بر ضد دوسه کار می کنند برای آن کنند که نفس موافق حق گردد و براه راست رود و اگر
 او خود براه راست رود مخالفت او معنی ندارد فقر را ند و اغنیاء امر را ند و رعایا مالکانند
 مملوک خادمانند و محندوم و علی هذا القیاس، فقر را راضی باید، و اغنیاء را شکر، امر را
 عدل، رعایا را انقیاد، مالکان را رحم، و مملوکان را خدمت، خادمان را ادب، و محندوم
 را عنایت، هر کدام از هر طائفه که براه و روش خود روند و طریقه بندگی و انصاف ارد
 ندهند و اصل و مقرب و مقبول درگاه باشند، ازینجا گفته اند که سلوک هر طائفه حرفت او است
 یعنی هر کس بر هر حرفتی و کاره که باشد اگر بر منہاج قاعده و ادب رود سالک است دعوت
 شریعت غزاهم برین پنج است، سرور کائنات و سید سل صلوٰۃ اللہ و سلامہ علیہ یحکیم را
 از هر حرفتی که داشت بیرون نیارد، مزارعان را در کار زراعت گذاشت و تاجران را
 در تجارت و متاهلان را با اہل و عیال و مجردان را در ترک و تجرید و اغنیاء را با مال و منال
 و فقر را با فقر و فاقه و لیکن هر طائفه را قاعده و دستور العملی مقرر داشت تا بران نمایند
 از جاده بیرون نروند، بیرون که آورد از کفر و معاصی بیرون آورد و دیگر ہمہ را درون دائرہ گذاشت
 سر سعادت و انقیاد شریعت و اعتقاد مسلمانی است و یقین داشتن بر آنکه هر عمل را اجر است

وہر گروہ را جزائے و عاقبت عمل نیک و عمل بد بد فمن يعمل مثقال ذرۃ
 خیرا یرا بہ ومن يعمل مثقال ذرۃ شرا یرا بہ غایت آنکہ فرقہ خیلے خیر را ہم در دنیا
 طلبند و از آخرت غافل باشند و جماعت دیگر را مطمح نظر جز از آخرت است و کار دنیا
 سہل انگارند و بہر کس ہر کار سے مشروع کہ برائے خدا کنند اور ہم دنیا شود و ہم آخرت فعند
 اللہ ثواب الدنیا و الآخرة عاقبت بخیر باد۔

اہم سیاسی، ادبی اور مذہبی واقعات

(بہ اعتبار سنین)

ولادت شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۹۵۸ ہجری
انتقال سلیم شاہ سوری	۹۶۰ م
ہمایوں نے دوبارہ اقتدار حاصل کیا	۹۶۱ م
شمالی ہندوستان میں شدید قحط	۹۶۳ م
ہمایوں کا انتقال اور اکبری تخت نشینی۔	
شیخ عبدالوہاب متقیؒ مکہ معظمہ میں۔	
بیرم خاں کا قتل	۹۶۸ م
اکبر اجمیر میں	۹۶۹ م
وصال شیخ محمد غوث گوالیاری شطاری۔	۹۷۰ م
ولادت شیخ احمد سرہندی المعروف بہ مجدد الف ثانیؒ	۹۷۱ م
حبزہ معاف کیا گیا۔	
ولادت خواجہ محمد باقی باںشہرؒ	۹۷۳ م
شیخ عبدالبنی صدر الصدور مقرر ہوئے	
وفات شیخ علی متقیؒ — فیضی دربار اکبری میں۔	۹۷۵ م
وفات شیخ ادہن بن بہار الدین جونپوری۔	۹۷۶ م
ولادت شیخ بلاول — پیدائش شہزادہ سلیم۔	
فتح پور سکری کی تعمیر کے لیے احکامات جاری ہوئے۔	۹۷۷ م

ولادت شہزادہ مراد	۹۷۸ھ
وفات شیخ نظام الدین انبیشہویؒ۔ وفات شیخ سلیم حشتیؒ	۹۷۹ھ
تصنیف ”خوارقات“ در حالات سید محمد گیسو درازؒ	۹۸۱ھ
ابو الفضل اور بدایونی دربار میں پیش ہوئے۔	
تصنیف ”صراط المستقیم“ از شیخ خوب محمد حشتیؒ	
گجرات میں قحط۔	۹۸۲ھ
گکبدن بیگم کی روانگی حج کے لیے۔	۹۸۳ھ
عبادت خانہ میں جلسے شروع ہوئے۔	۹۸۶ھ
اکبر نے خطبہ پڑھا۔ محضر جاری ہوا۔	۹۸۷ھ
تصنیف ”تحفہ اکبر شاہی“ عباس شیروانی۔	
مخدوم الملک اور عبدالغنی جلا وطن کیے گئے۔	۹۸۸ھ
وفات مولانا محمد بزدی۔	
اجرا دین الہی۔ محمد حکیم مرزا گورنر کابل کی بغاوت	۹۸۹ھ
وفات شیخ رزق اللہ مشتاقیؒ۔ وفات شیخ جلال الدین تھانیسری	
وفات شیخ محمد اسحاق سہروردی۔	
ترجمہ مہا بھارت (رزم نامہ) البدایونی۔ وصال شیخ سیف الدینؒ	۹۹۰ھ
سنہ الہی جاری ہوا	۹۹۲ھ
”مرکز ادوار“ فیضی مکمل ہوئی۔ ”تاریخ الفی“ شروع ہوئی۔	۹۹۳ھ
نور اللہ شستری نے ”محاسن المومنین“ لکھنی شروع کی۔	
”بابر نامہ“ کا فارسی ترجمہ شروع ہوا۔	۹۹۴ھ
ابو الفضل نے ”رزم نامہ“ کا مقدمہ لکھا۔ فیضی نے ”لیلاوتی“ کا ترجمہ کیا۔	۹۹۵ھ

- ۹۹۵ھ جوہر نے "تذکرۃ الواقعات" کی ابتداء کی۔
 شیخ عبدالحق دہلوی "گجرات پہنچے۔
- ۹۹۶ھ شیخ عبدالحق دہلوی حجاز میں۔
 کلیات عرفی کی تکمیل ہوئی۔
- ملا احمد تٹاوی (تاریخ الفی) کا قتل
 ابوالفضل نے "عیار دانش" مکمل کی۔
- ۹۹۷ھ شیخ نظام نارنولی کی وفات۔
- ۹۹۸ھ "بابر نامہ" کا فارسی ترجمہ مکمل ہوا۔
 شیخ وجیہ الدین گجراتی کی وفات
 "جذب القلوب الی دیار المحبوب" شروع کی گئی۔
- ۹۹۹ھ تکمیل ترجمہ "راماین" از عبدالقادر بدایونی۔
 تکمیل "اخبار الاخبار"
 وفات عرفی۔
- ۱۰۰۰ھ ولادت شاہجہاں
 تکمیل "تاریخ ہمایوں" از بایزید۔
- ۱۰۰۱ھ "برہان المآثر" (علی بن عزیر الشرحطبا طہائی) کی ابتداء
 انتقال شیخ مبارک ناگوری۔
- ۱۰۰۲ھ "جذب القلوب" مکمل ہوئی۔
 "سواطع الالہام" فیضی مکمل ہوئی
 "ہفت اقلیم" امین رازی مکمل ہوئی۔
 "طبقات اکبری" (نظام الدین) کی آخری تاریخ۔

- ۱۰۰۳ م وفات مرزا نظام الدین احمد خٹھی۔
تکمیل "زاد المتقین"
تکمیل "نل و دمن" فیضی
- ۱۰۰۴ م "منتخب التواریخ" (بدایونی) کی آخری تاریخ
وفات حکیم عین الملک والد نور الدین محمد جامع "لطیفہ فیضی"
تکمیل "برہان المآثر"
"تاریخ حقی"
انتقال فیضی
تکمیل "منتخب التواریخ"
تکمیل "اکبر نامہ"
- ۱۰۰۵ م وفات نور الدین طباطبائی۔
- ۱۰۰۶ م تکمیل "سراج الاستخراج" ملا فرید الدین مسعود بن حافظ ابراہیم دہلوی
ترجمہ "یوگ و شمشٹہ"
- ۱۰۰۷ م ولادت خواجہ محمد معصوم ر۔
- ۱۰۰۸ م تصنیف "حفظ مراتب" شیخ خوب محمد حشتی ر۔
- ایسٹ انڈیا کمپنی کو منشور ملکہ ایلزبتھ کی جانب سے۔
"اکبر نامہ" کی تکمیل۔
- ۱۰۱۰ م احوال ائمہ اثنا عشر خلاصہ اولاد سید البشر
- ۱۰۱۱ م قتل ابوالفضل
- ۱۰۱۲ م انتقال اکبر۔ تخت نشینی جہانگیر
- سلطان خسرو بن جہانگیر شیخ نظام الدین بن عبدالشکور تھانیسری کی

- ۱۰۱۴ خدمت میں۔
 "اخبار الاصفیاء" از عبد الصمد
 "نور العین" (مشرح قرآن السعیدین) از شیخ نور الحق
 ۱۰۱۵ وفات محمد معصوم مصنف تاریخ سندھ۔
 "گلشن ابراہیمی" فرشتہ۔
 ۱۰۱۷ "فرہنگ جہانگیری" از جمال الدین حسین۔
 تذکرۃ الملوک از رفیع شیرازی
 ۱۰۱۹ "اشعۃ اللمعات" کی ابتداء
 ۱۰۲۰ "مرآۃ سکندری" از سکندر محمد بن محمد اکبر
 ۱۰۲۱ "تاریخ خان جہانی و مخزن افغانی" نعمت اللہ ہروی
 ۱۰۲۳ "مفتاح فتوح الغیب"
 ۱۰۲۴ وفات شاہ ابو المعالی
 پیدائش داراشکوہ
 ۱۰۲۵ وفات شیخ محمد صادق بن شیخ احمد سرہندی
 پیدائش شہزادہ شجاع
 تکمیل "اشعۃ اللمعات"
 تکمیل "لمعات التنقیح"
 ترتیب مکتوبات شیخ احمد سرہندی
 ۱۰۲۸ پیدائش اوزنگ زیب
 ۱۰۲۹ وفات ہندو شاہ فرشتہ
 تکمیل "مشرح سفر السعادت"

انشاء ہرگز	۱۰۳۲ھ
وفات جہانگیر	۱۰۳۷ھ
وفات میاں میر	۱۰۳۵ھ
وفات شیخ بلاول	۱۰۳۶ھ
وفات محمد شریف معتمد خان "اقبال نامہ جہانگیری"	۱۰۳۹ھ
"سفینۃ الاولیاء"	
انشاء منیر	۱۰۵۰ھ
وفات شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۰۵۲ھ

ہمارے دیگر کتابیں

۵۰ — ۱۱۲

مشکوٰۃ شریف مترجم مجلد ۳ جلد ڈافی دار

۰۰ — ۳۷

غنیۃ الطالبین مجلد پلاسٹک

۰۰ — ۲۱

شمال ترمذی مجلد پارچہ

۰۰ — ۲۷

اخلاق اور فلسفہ اخلاق مجلد پارچہ

۰۰ — ۳۶

حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی مجلد

۰۰ — ۳۰

بہشتی زیور مجلد پلاسٹک

تذکرہ مصنفین درس نظامی

اس سے کے علاوہ ہر قسم کے دینی کتب کا مرکز

مکتبہ رحمتیہ اسلام آباد و بازار لاہور